# اسلامی تہذیب

محمد مارمیڈیوک پکتھال کے خطبات مدراس

ترجمہ

سید مرتضیٰ جعفری، ایم اے، (اردو۔ فارسی۔)
سینئر لیکچرار۔ شعبۂ اردو۔ پشاور یونیورسٹی

پبلشرز یونیورسٹی بک ایجنسی کابلی گیٹ پشاور شہر

۲۹۷۶۰۹۰۹
پ ۵۵ ا
۱۷۳۷۱

# فہرست مضامین

نمبر صفحہ

پہلا خطبہ ... اسلامی تہذیب ---- ۵
دوسرا خطبہ ... اسباب عروج و زوال ---- ۲۶
تیسرا خطبہ ... اخوت ---- ۵۳
چوتھا خطبہ ... سائنس فنون و ادب ---- ۷۴
پانچواں خطبہ ... رواداری ---- ۹۴
چھٹا خطبہ ... تقدیر پرستی ---- ۱۲۵
ساتواں خطبہ ... اسلام میں عورت اور مرد کے تعلقات ---- ۱۴۸
آٹھواں خطبہ ... حکومت الٰہیہ ---- ۱۷۸

Marfat.com

# پیش لفظ

مرحوم محمد مارمیڈیوک پکھتال ایک عظیم یورپین مستشرق تھے۔ آپ نے نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اسلامی دنیا کی ناقابلِ فراموش خدمت کی اور پہلی جنگ عظیم کے بعد ترکوں کے مقصد کی حمایت کی۔ بمبئی کرانیکل کے مدیر کی حیثیت سے انکی خدمات یادگار ہیں۔ مسٹر پکھتال نے مدراس کمیٹی کے زیر اہتمام اسلامی تہذیب پر آٹھ خطبات دیئے۔ جسے عوام نے بے حد پسند کیا۔ آپ نے اپنے خطبوں میں صحیح مذہب کی تصویر پیش کی اور اسلامی تہذیب عروج وزوال کی وجوہات صاف صاف بیان کیں۔

ان خطبات میں آٹھ موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پہلا خطبہ اسلامی تہذیب کے بارے میں ہے۔ دوسرا خطبہ اسلامی تہذیب کا عروج وزوال ہے۔ تیسرے خطبے کا موضوع اسلامی اخوت ہے۔ چوتھا خطبہ سائنس فن وادب سے متعلق ہے۔ پانچویں خطبے میں مسلمانوں کی تقدیر پرستی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چھٹے میں مسلمانوں پر غیر قوموں کے عدم رواداری کے بہتان کی وضاحت کی ہے۔ ساتواں خطبہ اسلام میں عورت اور مرد کے تعلقات کے بارے میں ہے اور آخری خطبہ میں حکومت الٰہیہ کی وضاحت کرتے ہیں۔

گو یہ میرا کام نہیں کہ میں اس کتاب کی تعریف کروں۔ مگر دو باتیں کہنے کے بغیر چارہ نہیں۔ اور ان باتوں کے لئے پیش لفظ سے زیادہ کوئی موزوں مقام نہیں اگرچہ علمی اعتبار سے آٹھوں خطبات یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ان میں

Marfat.com

جن مسائل پر گفتگو کی گئی ہے وہ بھی یکساں اہم و ضروری ہیں۔ مگر رواداری جہاد، تقدیر پرستی کا الزام، عورت کی حیثیت اور حکومت الٰہیہ ایسے موضوعات ہیں جنکا مطالعہ بڑے غور اور انہماک سے کرنا چاہیئے۔

ایک دو مقامات پر شاید پڑھنے والوں کو ایسے اعتقادات سے واسطہ پڑے جو تمام مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول ہوں۔ مگر اسمیں شک نہیں کہ قابل مصنف نے ہر بات کو اچھے دلائل دے کر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ پڑھنے والوں کے لئے قومی تعمیر نو کے اہم مسائل کو حل کرنے میں مدد معاون ثابت ہو اس وقت نہ صرف پاکستان کو بلکہ تمام اسلامی دنیا کو ایسے مسائل درپیش ہیں۔

اس سلسلے میں میں یونیورسٹی بک ایجنسی والوں کا مشکور ہوں جن کی ہمت افزائی نے مجھے اس قدر عظیم اور بلند کتاب کے ترجمہ کرنے پر کمربستہ کیا جو یقیناً مجھ ناچیز کی بساط سے بلند ہے۔

خدا کرے کہ میری یہ کوشش پڑھنے والوں کو پسند آجائے۔ اور جس مقصد کو میں نے پیش نظر رکھکر یہ مشکل کام اپنے ہاتھ لیا وہ اس صورت میں پیدا ہوگا جب قارئین اس کو پسند کریں۔

آخر میں اگر پروفیسر خاطر غزنوی صاحب کا شکریہ ادا نہ کروں تو زیادتی ہوگی۔ جنہوں نے اس کتاب کی تالیف و ترتیب میں میری ہر قدم پر مدد کی۔

سید مرتضیٰ جعفری

Marfat.com

# پہلا خطبہ

# اسلامی تہذیب

(تہذیب کا مطلب کسی فرد کے دل و دماغ کی آراستگی اور شائستگی ہے لیکن اسلامی تہذیب سے مراد کسی فرد کی انفرادی یا کسی جماعت کی اجتماعی آراستگی نہیں بلکہ تمام عالم انسانیت کی بہبودی ہے) اگر کسی ملک میں انصاف نہیں اور ظلم و جبر کا دور دورہ ہے اور تعصب عناد اور عدم رواداری کی نحوستیں موجود ہیں تو اس ملک میں اگر فنون لطیفہ کے بہترین اور نادر نمونوں کی فراوانی اور ادبی شہ کاروں کی بہتات ہو تو ایسا ملک اسلامی اصولوں کے سامنے کسی فخر کے قابل تو کیا ہوگا اس طرح کی چیزوں کے لئے اسلام کے نزدیک کوئی معقول جواز نہیں اور نہ جنگ اور امن کی روشن فتوحات اور قابل حیرت کمالات اسلام کے ثمر کے طور پر پیش کئے جا سکتے ہیں۔ [اسلام تو وسیع تر اور بلند تر مقاصد کا امین ہے اور ایک مسلمان کی نظر ہمیشہ زیادہ پُرشکوہ اور دلفریب مناظر کی جستجو میں رہتی ہے۔ اسلام تو نوع انسانی کی عالمگیر اخوت کا نقیب ہے۔ لیکن اس کے دوش بدوش اسلام ایک مذہب کی حیثیت سے اصلاح نفس اور اصلاح نسل کی باقی مذاہب کی نسبت زیادہ ترغیب دیتا ہے۔ اسلام ایک ایسے عظیم اور روشن تہذیب کا امین ہے جس کے سامنے دنیا کے دوسرے مذاہب کی ثقافت

Marfat.com

فلسفہ اور دوسرے کارنامے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ مغرب میں عظمتِ فنون اور ادب کی جو حد سے زیادہ پرستش کی جاتی ہے اور دنیا نے جسے تہذیب کا ایک اہم جزو سمجھ رکھا ہے۔ مسلمان اسے دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ دنیا کے نزدیک اس دور میں فنون وادب کے مظاہر ہی انسانی زندگی کا مقصد و منشا ہیں مسلمانوں کے حیرت زدہ ہونے کا سبب یہ نہیں کہ وہ خدانخواستہ ادبی، علمی اور ثقافتی کمالات کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ مسلمان تو ان چیزوں کو محض ضمنی حیثیت دیتا ہے اور مقصد کے حصول کے لئے ذریعہ یا زادِ راہ سمجھتا ہے۔ اسلام کے سب علمی، ادبی اور فنی ذخیروں کی نوعیت یہی ہے) ان ثقافتی کمالات میں سے بعض یعنی دلنشیں نظمیں اور دلفریب عمارات تفریح اور ذریعہ حصول مقصد کی سرمایہ دار ہیں (اسلام کے تمام ثقافتی کارناموں میں ایک رہنمائی، ایک ہدایت اور محض ایک منزل مقصود مستور ہے۔ رہنما اور ہادی تو خود سرکارِ دوعالم حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور مسلمان کے لئے ہدایت کا سرچشمہ قرآن کریم اور مقصودِ خود ذاتِ باری تعالےٰ ہے۔

اسلامی تہذیب کسی ایسی تہذیب کا نام نہیں جو کسی مسلمان کو کسی خارجی ماخذ سے حاصل ہوئی ہو۔ بلکہ اسلامی تہذیب سے مراد خود اسلام کی معین کردہ تہذیب ہے جس کا ظاہری اور اہم مقصد انسانی ترقی ہے۔

ہر وہ شخص جس نے قرآن مجید کے مطالع کی سعادت حاصل کی ہو اس امر کو تسلیم کرے گا کہ اس مقدس کتاب میں ان لوگوں کے لئے جو اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اس دنیا اور آخرت دونوں جگہ کامیابی اور کامرانی کا وعدہ موجود ہے) نیز یہ کہ کلام مجید تمام عالم انسانی کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے اور یہ فلاح قوائے انسانی کی بالیدگی اور عطیاتِ الٰہی کی آراستگی سے نصیب ہو سکتی ہے اور اگر کسی

Marfat.com

مسلمان نے کوئی ایسا طریق زندگی یا طرزِ عمل اختیار کر لیا ہے جو تعلیماتِ قرآنی اور احکام نبوی کے منافی ہے تو وہ ایک ایسے غیر اسلامی طریق کار کا مرتکب ہوگا جس کا سراغ اسلامی نظام کے باہر ملے گا حتیٰ کہ کوئی غیر شرعی نظام مسلمان کو قبول نہیں کرنا چاہئیے، خواہ انہیں اس میں ترقی کے راستے نظر آتے ہوں۔ مسلمان ایسا نظام قبول کر کے کبھی فلاح و کامیابی حاصل نہیں کر سکتا۔ ہر وہ نیا آئین جو قرآنی تعلیمات کے برعکس اور ہادی برحق کی تعلیم و عمل کے مخالف ہوگا، مسلمانوں کے لئے ترقی اور کامیابی کی راہیں مسدود کر دے گا (مسلمانوں کے لئے کسی بھی غیر اسلامی آئین کا اختیار کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔)

اسلام نے ابتدا میں فنون کی چند صورتوں کی زمانہ جاہلیت کے عربوں کی بت پرستی اور ان کی سیاہ کارانہ بدمستیوں کی بنا پر مخالفت کی کیونکہ مسلمان قوم کی ترقی اور ارتقا کے لئے ایسی یادگاروں کا نیست و نابود کر دینا ضروری تھا۔ لیکن بعض فنون کی مخالفت اور بعض کی موافقت ان فنون کے نمونوں کی طرح محض ایک ضمنی حیثیت رکھتی ہے۔

(اسلامی تہذیب کا مدعا زندگی کی غیر ضروری اور رسمی لوازمات کا مرتب کرنا نہیں بلکہ خود زندگی کو آراستہ کرنا ہے) آج مغرب کے روشن دماغ لوگوں کا ایک کثیر گروہ اس بات کا قائل نظر آتا ہے کہ اگر کسی قوم کی ناقابل اعتنا اقلیت فنون جمیلہ میں خصوصیت رکھتی ہو تو اس چھوٹی سی جماعت کا وجود تمام قوم کو مہذب کہلوانے کے لئے کافی ہے۔ خواہ اسی قوم کی اکثریت اپنے نظام زندگی کی وجہ سے حد درجہ ذلیل و حقیر طریق زندگی اختیار کرنے پر مجبور ہی کیوں نہ ہو۔ یہ روشن خیال گروہ محض اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ اس امر کا بھی قائل نظر آتا ہے کہ کسی قوم کی اقلیت اگر فنونِ لطیفہ میں مہارت حاصل کر لے تو یہ ترقی اس قوم کی

Marfat.com

اکثریت کے غلامانہ اور ذلت آمیز زندگی بسر کرنے کے لئے ایک معقول جواز ہوگی
بعض حضرات کو یاد ہوگا کہ ایک بار انگلستان کے اخبارات میں یہ بحث چھڑی
کہ "فرض کیجئے کہ ایک کمرے میں یونانی صنعت کا ایک نادر و نایاب اور بے بدل مجسمہ موجود ہے اور اسی کمرے میں قریب ہی ایک معصوم بچہ سو رہا ہے اور اس کمرے کو اچانک آگ لگ جاتی ہے اور صورت ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ ان دونوں میں سے صرف ایک کو بچانا ممکن ہے تو آپ کی کیا رائے ہے کس کو بچایا جائے" کئی اخبارات کے نامہ نگار صاحبان نے جن میں اکثریت صاحب حیثیت، تعلیم یافتہ اور روشن دماغ لوگوں کی تھی جواب دیا کہ "بچے کو تو جلنے دیا جائے اور مجسمے کو بچا لیا جائے" اور اس وحشیانہ اور جاہلانہ فیصلے کے لئے جواز یہ پیدا کیا گیا کہ بچے تو ہزاروں بلکہ لاکھوں روزانہ پیدا ہوتے رہتے ہیں لیکن یونانی صنعت کا ایسا بے بدل مجسمہ دنیا کو دوبارہ نصیب نہ ہو سکے گا۔ ایسا بے رحمانہ اور معصوم کش فیصلہ تو کسی مسلمان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ اس جنون کو موجودہ مہذب دور کی بت پرستی نہ کہا جائے تو اور کس نام سے یاد کیا جائے۔

اسلام انسانیت کے لئے ایک درخشاں مستقبل کا متلاشی ہے اور اس کو حاصل کرنے کی جدوجہد کرتا ہے۔ اگرچہ خدا کی راہ میں مسلمان اپنی جان کو پرکاہ سے زیادہ گراں نہیں سمجھتا لیکن فنونِ لطیفہ کے ایک شہ کار کے لئے حقیر سے حقیر انسانی زندگی کو قربان کرنا اس کے وہم و گمان سے بالاتر چیز ہے۔ فنون لطیفہ کی ایسی پرستش اور یہ اعمال خداوندِ عالم کی ہدایت اور تخلیقِ آدم کے مقصد سے بے خبری اور بے یقینی کا نتیجہ ہے۔ اپنے اس عقیدے کے لئے ان کا جواز یہ ہے کہ یہ نایاب مظاہر فنون انسان نے صدیوں میں پیدا کئے اور چونکہ حسن و جمال نایاب

Marfat.com

ہوتا جا رہا ہے اور انسانی کمالات روبہ زوال ہیں لہذا ہمیں چاہیئے کہ عہد گزشتہ کے ان پیکرانِ جمیل سے جو کہ صنعتِ انسانی کا کمال ہیں۔ ایک حد تک محبت پیدا کریں۔ اس استدلال میں تاریکی اور یاسیت مضمر ہے، مگر اسلام نور و امید کی جلوہ گری کا نام ہے۔ اسلام مروجہ معنوں میں تقدیر پرستی سے باز رکھتا ہے اور نہ ہی اسلام نے کوئی ناگوار صورت حال ہمارے لئے لازم کر دی ہے بلکہ اسلام اصلاح حال کی مسلسل جدوجہد کو جزو زندگی اور لازمۂ حیات قرار دیتا ہے

اسلام کا مقصد اعلےٰ انسانیت کی ترقی ہے۔ اسلام حصول ترقی کے راستے ایسے اوامر اور نواہی سے روشن اور معین کرتا ہے جو انسان کی روزمرہ زندگی کے ہر شعبے، اس کی معاشرت اس کی سیاست اس کے دل و دماغ اور اس کی روح کے ہر جذبے پر حاوی ہیں اور یہی اوامر و نواہی ایک مکمل ضابطۂ معاشرت اور نظام سیاست میں مربوط ہیں۔ اسلام کا نظام ایک عملی نظام ہے اور ایسی عجیب و غریب کامیابی کے ساتھ عمل پیرا رہ چکا ہے کہ جس نے مورخین کو حیران ششدر کر دیا ہے۔

اکثر غیر مسلم مصنفین نے تو اسلام کی بے مثال کامیابی کو قریبی سلطنتوں کے انحطاط، بزور شمشیر فتوحات اور اس زمانے کی سریع الاعتقادی پر محمول کیا۔ لیکن ان کے پاس اس بات کا کیا جواز ہے کہ خود مسلمانوں نے جب تک اسلام کے کسی خاص حکم کی متابعت کی وہ اس حکم کے حلقۂ عمل میں کامیاب ہوئے اور جب انہوں نے شریعت کے کسی حکم سے منہ موڑا تو اس حکم کے حلقۂ اثر میں جو کامیابی مقدر تھی وہ اس سے محروم رہ گئے۔ ان مصنفین کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے کہ مسلمان جن احکامات کے پابند قرار دیئے گئے اگر کسی غیر مسلم نے ان احکامات کی پابندی کی تو انہیں بھی زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی اور

Marfat.com

کامرانی میسر آئی۔ درحقیقت قرآن مجید کے احکام اور حضرت سرکار دو عالم صلعم کے ارشادات تمام نوع انسانی کے لئے ہیں۔ اسلام قوانین فطرت کا ایک مرقع ہے ان قوانین کی خلاف ورزی افراد و اقوام کو نقصان دیتی ہے۔ کیونکہ ایسے قوانین انسانی تجربے سے منکشف نہیں ہو سکتے تھے اور تاریخ کے اوراق میں شاذ و نادر کوئی صاحب، فہم و فراست ہی ان کا سراغ لگا سکتا تھا۔ لہذا ایک پیغمبر کی معرفت الہامی صورت میں منکشف ہوئے ورنہ وہ تو ہمارے قوانین طبعی کی طرح شک و شبہ کی گنجائش سے بالاتر قوانین فطرت ہیں۔ دوسرے مذاہب ان لوگوں کے لئے جو جسمانی ریاضتوں اور بھوک کے عذاب سے اس دنیا میں استحقاق پیدا کریں دوسری دنیا میں کامیابی کا وعدہ ہے لیکن اس کے برعکس اسلام ان تمام لوگوں کو جو بعض قوانین کو زندگی کا نصب العین بنا کر ان پر عمل پیرا ہوں اس دنیا اور آخرت دونوں میں برابر کامیابی کی خوشخبری دیتا ہے۔

مسلمان دنیا اور آخرت کی تقسیم کو بے معنی سمجھتے ہیں، کیونکہ زمینوں اور آسمانوں کا مالک خداوند برتر و قدوس اس دنیا اور آنے والی دنیا دونوں کا مالک اور شہنشاہ ہے۔ اور ان تمام لوگوں کی عافیت جو سچے معنوں میں مسلمان بن جائیں اور خدا کی رضا حاصل کرنے کا حق اسی طرح ادا کریں جیسے حضور رسالت مآب صلعم نے اپنے ارشاد "موتوا قبل ان تموتوا" (مرنے سے پیشتر مر جاؤ) میں ارشاد کیا تھا۔ موت کے بعد نہیں اسی زندگی میں شروع ہو جاتی ہے۔

اسلام نے اسی دنیا میں جس کامیابی کا وعدہ کیا ہے، اس سے مراد کسی انسان کی ایسی کامیابی نہیں جس سے اوروں کو ناکامی اور نامرادی کا سامنا کرنا پڑے اور نہ ہی اس سے مراد کسی قوم کا ایسا عروج ہے جس کی بنیاد کسی دوسری قوم کے زوال پر استوار کی جاتے۔ اسلام بنی نوع انسان کے لئے ایک ہمہ گیر کامیابی کا پیغام ہے

Marfat.com

دنیا کی ہر مسجد سے دن میں پانچ بار حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح کی صدا سنائی دیتی ہے۔

فلاح عربی زبان میں کاشت کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ مسلمانوں میں ایک دوسرا لفظ زکوٰۃ رائج ہے جس کے اصطلاحی معنے اس کے لغوی مفہوم کو پوشیدہ کئے ہوتے ہے۔ اس لفظ کے معنی نمائش کر بڑھانا اور سیدھا بڑھانا ہے۔ زکوٰۃ کا اصطلاحی مفہوم وہ اسلامی ٹیکس ہے جس کی تلقین قرآن کریم میں عبادت کے ساتھ بہ تکرار کی گئی ہے۔ زکوٰۃ درحقیقت قوم کی نشوونما اور بالیدگی کا باعث تھی۔ سرکار دوعالم صلعم کا ارشاد ہے کہ ٹیکس امیر سے وصول کیا جائے گا اور غریب پر تقسیم کیا جائے گا۔ جب تک زکوٰۃ باقاعدگی سے وصول کی جاتی تھی تو مسلمانوں کی حالت اس درجہ قابل اطمینان تھی کہ زکوٰۃ تقسیم کرنے والوں کو باوجود مسلسل تلاش وجستجو کے کوئی نادار مسلمان اور مستحق نہ ملتا تھا جسے زکوٰۃ کی رقم دی جاتی۔ چنانچہ زکواۃ کی اس رقم کو رفاہ عامہ پر صرف کیا جاتا تھا۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ قد افلح من زکھا۔ وقد خاب من دسھا۔ (وہ یقیناً کامیاب ہے جو اسے (روح انسانی کو) نشوونما دے اور وہ یقیناً ناکام ہے جو اس کی بالیدگی کو روکے اور دبائے۔

اس کے بعد! قد افلح من تزکیٰ ۵ وذکر اسم ربہ فصلیٰ ۵

وہ یقیناً کامیاب ہے جو بالیدگی حاصل کرتا ہے اور اللہ کا نام لیتا ہے اور دعا کرتا ہے۔

اس بات کا امکان ہے کہ بعض لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ اس طرح کی باتیں محض بلند اعتقادات پر مبنی ہیں جن کا انسانی زندگی سے کوئی واسطہ

Marfat.com

نہیں، لیکن اسلام عمل ہی کا نام ہے اور یہ احکام اسلامی تاریخ میں ایسے نہیں جو شرمندہ عمل نہ ہوتے ہوں۔ زکوٰۃ کی شکل میں دنیا کے سامنے اسلام نے امداد و خیرات کا وہ عظیم الشان نظام پیش کیا جس کی بدولت صدیوں تک دنیا نے اسلام کے جملہ معاشری مسائل کی طرف سے اطمینان حاصل رہا۔ قرآن مجید ہمیں مطلع کرتا ہے کہ حقیقی مذہب کسی بھی قیاس یا وضع کا نام نہیں بلکہ عمل ہی کا نام ہے۔

الذین امنوا وعملوا الصلحت

(جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک کام کئے)

کلام مجید میں اس ارشاد کی بار بار تاکید ہے "وہ لوگ جو ایمان لائے اور کچھ نہیں کرتے" ان لوگوں کے لئے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں" جو لوگ ایمان لانے کے باوجود گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کا وجود ناقابل تصور ہے کیونکہ اپنی ذات کو خداوند عالم کی رضا طلبی اور اس کے قانون کی متابعت کے لئے سراپا وقف کر دینا ایک عمل کا نام ہے کوئی جمود نہیں۔

اسلام کے دور عروج میں دینی اور دنیوی تعلیم میں کوئی بھی امتیاز نہ تھا۔ بلکہ تمام تعلیم مذہب کے حدود میں شامل تھے۔ اس دور کا ایک مغربی مصنف لکھتا ہے کہ "یہ اسلام ہی کا عظیم کارنامہ تھا کہ اس دین نے دوسرے علوم کی تعلیم کو مساجد میں قرآن حدیث اور فقہ کی تعلیم کا مقام عطا کیا اور انہی مسجدوں میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ، کیمیا، طبعیات، نباتات، طب اور فلکیات کی تعلیم بھی دی جاتی تھی اور دور اول میں مسجد ہی مسلمانوں کی یونیورسٹی تھی اور ہر لحاظ سے یہ لقب ان مسجدوں کے لئے زیبا ہے۔ مسجد کی حدود میں۔ علم پر کوئی پابندی نہ تھی۔ مسجدوں کے دروازے اور مسلمانوں کے دل علم کے حصول اور اشاعت کے لئے کھلے ہوتے تھے۔

Marfat.com

چونکہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے تمام علوم کے شرف اور اتحاد کو عملی طور پر قبول کیا اس لئے اس زمانے کے اسلامی تصانیف کے پڑھنے والوں کو آج بھی ان مصنفین کی مسلمہ متانت و سنجیدگی اور ان کے عمل و فضل کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

اسلام دین اور دنیا میں کوئی تفریق روا نہیں رکھتا۔ ان کے نزدیک ایک سچا دین انسان کے تمام اعمال پر حاوی ہوتا ہے۔ قرآن میں نیکی اور بدی کی واضح تمیز موجود ہے۔ انسان کے ارتقا کے لئے ہمیشہ نیکی مفید اور برائی مضر رہی ہے۔ اسلام کی بنیاد عقل مسلم پر ہے۔ اسلام میں سینٹ اگسٹائن جیسے شخص کے لئے جو یہ کہتا ہے کہ "میں تو اس لئے مانتا ہوں کہ یہ ایسے ایک ناقابل فہم چیز ہے" کوئی گنجائش نہیں۔

قرآن کریم نے صریح الفاظ میں ہر ایسے مذہب کو باطل قرار دیا ہے جسے عقل مسلم تسلیم نہ کرے اور بار بار لوگوں کو مذہبی امور میں فکر و عقل کی دعوت دیتا ہے۔

تاریخ عالم کا تجربہ ایک طرف تو یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان کی ترقی کے لئے ایک حد تک آزادی فکر لازمی ہے اور دوسری طرف اس بات کی بھی تلقین کرتا ہے کہ جو قومیں خدا سے منکر ہو جاتی ہیں وہ قعر ذلالت میں گر کر ہمیشہ کے لئے گم نام ہو جاتی ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا آزادی فکر اور خدا پر ایمان اجتماع ضدین ہے۔

مغربی مفکرین کا ایک گروہ اس بات کا معتقد ہے کہ آزادی فکر اور خدا پر ایمان یکجا جمع نہیں ہو سکتے۔ لیکن مسلمانوں نے عروج اسلام کی ابتدا میں ثابت کر دیا کہ خدا پر ایمان مستحکم رکھنے کے باوجود ہر مضمون اور موضوع پر

Marfat.com

آزادی فکر کا دامن انہوں نے نہیں چھوڑا۔

( اسلام نے سوائے ذاتِ باری تعالےٰ کے کسی دوسری ہستی کو اس قدر مقدس نہیں سمجھا کہ تنقید سے بالاتر قرار دیا جائے۔ صرف ایک ہی ذات فوق العادت اور ماورای فہم ہے جس کی وحدت پر ایمان لانے کے بعد اس ذات سے تعلق چون وچرا کے تمام دروازے بند کر دیتا ہے۔ وہ سب کے لئے ایک ہے۔ سب کے لئے رحمٰن اور رحیم ہے۔ اسی نے انسان کو عقل کی نعمت عطا کی۔ مسلمان مفکرین کے نزدیک فکر اور عقل ہی خدا کے دو بڑے عطیے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں نیکی کے حاصل کرنے اور گناہ سے بھاگنے میں اس عطیہ کے استعمال کی تاکید کی گئی ہے اور یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کو شریعت کی رہنمائی کا شرف حاصل ہے۔ اسلام میں خدا تک پہنچنے کے لئے ایک مسلمان کو کسی واسطے کی ضرورت نہیں۔

( ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزع من العباد ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالمًا اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا و أضلوا (

"اللہ تعالےٰ علم کو یکسر چھین کر ختم نہیں کرتا۔ اس طرح کہ وہ اسے بندوں سے چھین لے۔ بلکہ وہ علما کو اٹھا کر علم کو بھی اٹھا لیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں چھوڑتا تو لوگ جاہلوں کو رہنما بنا لیتے ہیں۔ ان سے پوچھا جاتا ہے تو بغیر جانے بوجھے فتویٰ دیتے ہیں اس طرح خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔")

( ان الملائکۃ لتضع اجنحتھا لطالب العلم۔
(بے شک فرشتے علم کے طلبگاروں پر اپنے پر پھیلا دیتے ہیں) )

Marfat.com

ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون

(کیا علم رکھنے والے اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں)

فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنا کم

(عالم کی فضیلت عابد پر اتنی ہی ہے جتنی کہ میری تمہارے ادنیٰ ترین فرد پر)

حضور سرکار دو عالم کا ارشاد ہے کہ ایک شخص نمازیں پڑھے، روزے رکھے زکوٰۃ دے۔ حج کرے اور دوسرے تمام فرائض مذہبی کی پابندی کرے لیکن اس کا اجر اس کے فہم و فراست کے اعتبار ہی سے ہوگا جو اس نے استعمال کی ہے حضورؐ کا ارشادِ گرامی یہ بھی ہے کہ ایک بے عمل عالم اس گدھے کی مانند ہے جس پہ کتابیں لادی جائیں۔)

(قرآن کریم اور حضور رسول کریم صلی علیہ وسلم نے مسلمان اور جہالت کے اجتماع کا کبھی تصور ہی نہیں فرمایا۔ درحقیقت اسلام اور جہالت یکجا ہو ہی نہیں سکتے۔ اسلام کے دور اول میں جس طرح نادار مسلمان عنقا تھے اسی طرح بے علم مسلمان بھی تلاش کے باوجود نہ مل سکتے تھے۔)

(اسلام کا مذہب پر یہ عظیم احسان ہے کہ اس نے مذہب کو اپنے حقیقی میدان عمل یعنی روز مرہ زندگی سے روشناس کرا دیا۔ کلام مجید میں جس نورِ الٰہی کا اشارہ ملتا ہے وہ ہر اس شخص پر روشن ہے جو اللہ کی ہدایت کی پیروی کرتا ہے کیونکہ وہی نور ہماری روز مرہ زندگی میں اللہ تعالےٰ کی بزرگی و برتری پر ایمان کی صورت میں ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اسلام کے پیشِ نظر کسی آئندہ زندگی کا دور و دراز مقصد نہیں بلکہ اس کی غرض وغایت تو آج اس دنیا میں اور اسی وقت بنی نوع انسان کی خدمت ہے۔ عرب کے بت پرست حضور سرکار دو عالم صلعم سے ان کے پیغام کی صداقت کی دلیل کے طور پر معجزہ طلب کرتے تھے

Marfat.com

وَقَالُوا مَا لِهٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا اَوْ يُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا

(اور وہ کہتے ہیں یہ کس قسم کا خدا کا رسول ہے کہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے۔ کیوں ڈرانے کے لئے اس کے ساتھ کوئی فرشتہ نہیں بھیجا گیا، یا پھر اس پر کسی خزانے کے منہ کیوں نہیں کھول دیئے گئے یا پھر اس کو کوئی ایسی بہشت کیوں عطا نہیں کی گئی جس سے وہ کھا سکے۔ بدکار لوگ کہتے ہیں تم ایک مجنوں کی متابعت کر رہے ہو۔)

خداوند عالم نے ان بدکاروں کو جن الفاظ میں جواب دیا ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر کی صداقت کا ثبوت معجزات نہیں بلکہ پیغمبر کا کام تو انسانوں کی عقل کو آراستہ اور ان کے ذوقِ جستجو کو بیدار کرنا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ

(ہم نے تم سے پہلے ایسے ہی پیغمبر ارسال کئے تھے جو تمہاری طرح کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے)

اس بات سے یہ ظاہر ہوا کہ پہلے جتنے پیغمبر بھی گزرے ہیں جن کو لوگ فوق العادت ہستیاں تصور کرتے ہیں۔ انسان ہی تھے جو لوگوں کو خدا کے نام اور خدا کی طرف آنے کی دعوت دیتے تھے۔ اسلامی تعلیم کے پیش نظر معجزات کسی پیغمبر کے مامور من اللہ ہونے کا ثبوت نہیں اور نہ ہی وہ قدرت کے قوانین کی خلاف ورزی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ قدرت کے قوانین تو ذات باری تعالٰے نے وضع اور رائج کئے ہوئے ہیں۔ لہذا سب قوانین خدا ہی کے ہیں۔

معجزات تو انسانی ترقی کی منزل مقصود کے ایسے مقامات کی شہادتیں ہیں

Marfat.com

جن پر ایسے قوانین جو عوام کی نظر سے پوشیدہ ہوتے ہیں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ حضور رسالت مآبؐ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ بھی کئی معجزات منسوب ہیں لیکن کوئی مسلمان بھی ان معجزات کو حضورؐ کی نبوت کے ثبوت کے طور پر پیش نہیں کرتا۔ حضورؐ کا پیام اور اس کی کامیابی یعنی کلام مجید اس کی تبلیغ اور اس تبلیغ و اشاعت کے ثمرات حضور نبی اکرمؐ کی صداقت کے ایسے قطعی اور روشن شواہد ہیں جو معجزات کی ضرورت سے بلند تر ہیں۔

(اگرچہ اس دور میں جہالت اور توہم پرستی نے بے بنیاد روایات اور بے معنی اعتقادات کا قائل اور حامل بنا رکھا ہے۔ لیکن جہاں قوم کے مسلمات نے انسانی دل و دماغ کو ایسی بلندی عطا کی ہو وہاں نامعقول معتقدات کا نشوونما پانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ دراصل روایات اور توہمات کا بیشتر حصہ تو گزشتہ سائنس کا سرمایہ ہے۔ اسلام اس بات کا متوقع ہے کہ عہد ماضی کی اس غلط سائنس کو علوم جدید کی روشنی میں بدل دیا جائے۔ اگرچہ مسلمان ہر معاملے میں خود مختار ہے۔ لیکن اپنی جسمانی، دماغی اور روحانی صحت اور عافیت کے لئے اس پہ ایک ضابطہ کی پابندی لازم ہے۔ اس پابندی کو مدِ نظر رکھ کر مسلمان کا فرض ہے کہ اپنے زمانہ کی سائنس کا غور و خوض سے مطالعہ کرے اور اس میں جو بات اسے معقول نظر آئے اسے قبول کرے اور ایسا کرتے وقت ایک مسلمان کو ان غلط قیاسات اور بے معنی اعتقادات کو جو اس سے منسوب ہو چکے ہیں ترک کر دینے میں ہرگز کوئی باک نہ سمجھے۔ جدید سائنس کے حقائق کو مان لینے اور بے معنی قیاسات اور غلط تصورات کے چھوڑ دینے سے مسلمان کے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی۔

مسلمان کا ایمان اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ اور بقول گبن کے "ایک ابدی حقیقت اور ایک لازمی افسانہ

Marfat.com

سے عبارت ہے، جس کا اسے بھی خواہ مخواہ اقرار کرنا ہی پڑا کہ اس افسانے نے واقعات کی روشنی میں اپنا پورا پورا جواز پیدا کیا۔

مسلمانوں میں آج کل دقیانوسی قصوں اور روایات کے پردے ہٹا کر تعلیمات اسلامی کے حسین پیکر کو دیکھنے کی ایک دن بدن بڑھتی ہوئی آرزو پیدا ہو رہی ہے لیکن یہ خارجی پردے جو اسلام کے روئے منور پر ڈال دیئے گئے ہیں عیسائیت کی طرح اسلام کی حقیقت کو مسخ نہیں کر سکتے۔ اسلام کا باطن آج بھی بآسانی عیاں اور واضح ہے۔ کلام مجید میں دن اور رات کے تغیر۔ خاک و باد و آب و آتش کے خواص اور نمود و انحطاط اور موت و حیات کے اسرار کے مطالع کی تاکید ہے یہ شواہد ہیں۔ اس قانون اور نظام کے جسے نہ انسان بنا سکتا ہے اور نہ بدل سکتا ہے اور اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس دنیا میں انسان کی حکومت نہیں ہے اور اس کی آزادی رائے اکتشاف اور کامیاب کوشش ایک قطعی سلطانیت میں مفروضہ اختیارات کا حکم رکھتی ہے۔ یہ قطعی بادشاہیت صرف اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو دنیا کا خالق پروردگار اور رب العالمین ہے۔ انسان درحقیقت اپنی طبعی حالت اور اسباب ربوبیت کی فراوانی پر کہ وہ حالت میں اس کا ساتھ دیتے ہیں کبھی غور نہیں کرتا۔ قوت تخلیق کے حیرت ناک مرقع میں گھرا ہوا انسان ایک ایسے عالم میں بھیجا گیا ہے جہاں ایسے ضابطۂ قانون کے تحت زندگی گزارنی پڑتی ہے جس کی کبھی مخالفت نہیں ہوتی۔ وہ ضروری طور پر اس ضابطہ کے ماتحت ہے کیونکہ ان قوانین کی جسے اس نے خود نہیں بنایا۔ بغیر کسی مسئلہ پر غور کرنے، زبان ہلانے، انگلی اٹھانے یہاں تک کہ بغیر سانس لینے کے متابعت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ ان میں سے کسی چیز پر قادر نہیں۔ انسان ایک کیڑے کی طرح اپنی محدود دلچسپیوں کی دنیا میں اس قدر مبتلا ہے کہ ان امور پر اس کو غور و فکر کی فرصت ہی نہیں ملتی اور اپنے محدود دائرہ

Marfat.com

کی پرستش کرتے ہوتے ایک ایسے خدا کا طلبگار ہے جو مقصد تخلیق اور دوسری مخلوقات کی ضروریات کو چھوڑ کر اس کے مخصوص مقاصد کے حصول میں تعاون کرے اس میں شک نہیں کہ اگر ہم ایک خالق اور مقصد تخلیق کے قائل ہو جائیں تو ہمیں اپنے خدا سے کسی خاص سلوک کی توقع نہ رکھنا چاہیئے بلکہ اسی مقصد تخلیق اور مشیت خداوندی کی اطاعت اور مطابقت ہی میں اپنی کامیابی کی توقع رکھنی چاہیئے۔

کلا ان الانسان لیطغیٰ ۝ ان رآہ استغنیٰ ۝ ان الی ربک الرجعیٰ ۝

کوئی آدمی اس سے سر نہیں چڑھتا ہے اس لئے کہ اپنے آپ کو بے پرواہ دیکھے بے شک تیرے رب کی طرف پھر جاتا ہے۔

چند سال پیشتر ایک سکاچ پادری کی کتاب نے جو "روحانی دنیا میں قانونِ فطرت" کے نام سے شائع ہوئی ہے انگریزی خوان طبقہ میں ہلچل سی ڈال دی۔ کتاب تو کچھ اچھی نہ تھی لیکن میں نے اس کے عنوان کی مناسبت سے اس کا حوالہ دیا۔ کیونکہ میرے نزدیک اسلام کو زیادہ موزونیت کے ساتھ روحانی، معاشرتی اور سیاسی دنیا میں قانونِ فطرت کے نام سے یاد کیا جا سکتا ہے۔ اسلام خدا کی حقیقی بادشاہت کے ثبوت میں ہماری طبعی زندگی پر حاوی قوانین قدرت کے مطالعہ کی دعوت دیتا ہے اور پھر یہ ثابت کرتا ہے کہ بعینہٖ ایسے ہی قوانین انسان کی روحانی اور اجتماعی زندگی پر حاوی ہیں۔ پیغمبروں کے معجزات اور اولیا کے کرامات کو اسقدر معمولی سمجھتا ہے کہ ان پر اعتقاد کرنا ضروری نہیں۔ مسلمان کے ایمان کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی عالمگیر بادشاہت اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور دوسرے پیغمبروں کے من جانب اللہ ہونے کا اقرار ہے۔ اسلام کی یہی فطری اور معقول بنیاد تھی، جس نے جرمنی کے شہرہ آفاق شاعر گوئٹے سے جب وہ قرآن کریم کا ترجمہ ختم کر چکا کہلوایا۔ اگر یہی اسلام ہے تو ہم میں سے ہر سوچنے والا انسان

Marfat.com

مسلمان ہے۔

اس دور میں ایک فریق جسے اپنا پروپیگنڈہ کرنے میں مہارت تامہ حاصل ہے اسلامی تہذیب پر صرف اس لئے معترض ہے کہ اس تہذیب کی بنیاد اس دور کے تجربہ شدہ اور شہرت یافتہ اصول جمہوریت، اشتراکیت، آمریت پر نہیں بلکہ محض الہیت پر ہے۔ اسلامی تہذیب کی الہیت کوئی ایسی چیز نہیں جس کی یاد صرف عبادت کے وقت تازہ کر لی جائے اور عملی دنیا کے ہر کام میں سے پورے اطمینان کے ساتھ فراموش کر کے پس پشت ڈال دیا جائے۔ بلکہ اسلامی الہیت تو ایک زندہ اور ابدی قانون ہے جس پر ہر زمانے میں عمل ہوا ہے، یورپ کے ایک بہت بڑے مدبر کا قول ہے کہ خدا کا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن میرے نزدیک ان لوگوں کی نظر میں جو حالات اور واقعات کا گہری نظر سے مطالعہ کرتے ہیں۔ مغربی سیاست کی سب سے بڑی خامی یہی ہے کہ وہ تدبیر کی مضبوطی کے خیال میں کرشمہ تقدیر اور دست غیب کی نیرنگی سے منکر ہو جاتے۔ لیکن خدا کا نظر نہ آنے والا ہاتھ محکم ترین انسانی تدبیروں کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ مکافات عمل کا قانون خداوندی اب بھی جاری ہے۔ نیکی کا بدلہ نیک ہے اور بدی کی سزا آخر کار بدی ہے۔ یہ قانون ہماری آنکھیں بند کر لینے کی وجہ سے اپنا عمل نہیں بدل لیتا۔ دور حاضر میں انقلاب روس اور یونانیوں کی ٹرکی کو تباہ کرنے کی کوشش کی ناکامی اسی حقیقت کے ناقابل انکار شواہد ہیں کہ خدا کا دست غیب کس طرح بڑے بڑے مدبرین کی پختہ تدبیروں کو جن کی کامیابی انسان کی نظر میں اٹل ہو چکی ہوتی ہے۔ چشم زدن میں خاک میں ملا دیتا ہے۔

خدا کی بادشاہت کے متعلق جس کی اسلام نے تلقین فرمائی ہے اور جس کے قیام میں وہ ایک حد تک معاون ہوا۔ میں سمجھتا ہوں۔ موجودہ زمانے کی

Marfat.com

روشن متوسط زمانے سے مختلف نہیں ہے معترضین کا استدلال ایک غلط مماثلت پر مبنی ہے۔ الہیت کا وہ نصب العین جو قرون وسطیٰ میں مغرب میں موجود تھا، کلیسائی مراسم اور معجزانہ روایات سے منسوب تھا اور اس الہیت کو اس گناہوں بھری دنیا سے فرار سمجھا جاتا تھا۔ لہذا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ تمام الہیتیں لازمی طور پر قابل عمل ہیں اور دنیا کو ترک کرنے والے لوگوں کے فلسفوں اور مذہبی دیوانوں کے قیاسات سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ آج سائنس نے معجزات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے اور انسانوں نے اس دنیا کی دولت سے فائدہ اٹھانا اور اسی دنیا میں اپنی حالت سنوارنا ہی اپنا فرض سمجھ لیا ہے۔ مگر بہترین لوگ تو وہ ہیں جو ذاتی آرام سے زیادہ دوسروں کی حالت سنوارنے کی فکر کرتے ہیں۔ پس الہیت کا ایسا نصب العین جس کی بنیاد معجزات پر تھی، جو حقیقی انسانی ضروریات سے کوسوں دور تھا۔ وہ نصب العین جو اس دنیا کو شیطان کی سلطنت سمجھتا تھا، اور جو ہر نجات چاہنے والے کو اس سے دور بھاگنے کا مشورہ دیتا تھا۔ درحقیقت ایک ناامیدی کا پیغام تھا اور اسے واقعی دقیانوسی اور حالات حاضرہ میں ناموزوں سمجھنا چاہیئے لیکن الہیت کا وہ نصب العین جس کی بنیاد حق اور صداقت پر ہو ایسے سلوک کا حق نہیں رکھتا۔ سچ تو یہ ہے کہ موجودہ زمانہ اپنی ہلاکت آفریں خود غرضیوں کی بنا پر ایک ایسے نصب العین کا متقاضی ہے اور یہ وہ نصب العین ہے جس کی بنیادیں فطرتِ انسانی پر استوار ہونے کی وجہ سے انسانی افکار کی ترقی اور سائنس کے انکشافات سے متزلزل نہیں ہوسکتیں۔ سائنس کی ترقی عجائبات فطرت کو جتنا جتنا بے نقاب کرتی جاتی ہے اتنی ہی شدت کے ساتھ ایک سچے مسلمان پر اللہ کی قدرت، پروردگاری اور حکمت عیاں ہوتی چلی جاتی

Marfat.com

ہے۔ جب تک قدرت کے قانون قائم ہیں اور افراد و اقوام کے افعال کے اچھے اور بُرے نتائج مرتب ہوتے رہتے ہیں تب تک انسان کو انسانی زندگی میں اپنی رائے اور مقصد سے ایک بلند تر رائے اور مقصد اور ایک بلند تر فیصلے کا وجود تسلیم کرنے کی ضرورت لاحق ہوتی ہے، اور تب تک انسان کو اسی رضا اور مقصد اعلےٰ کے لئے اپنے آپ کو حوالہ کر دینے کی ضرورت قائم رہتی ہے اور تعلیمِ قرآنی کے مطابق اسی رضائے اعلیٰ اور مقصد ارفع کا نام ہی اسلام ہے۔

موجودہ معاشرتی نظام کی بنیادیں متزلزل ہو چکی ہیں اور عہد حاضر نے اشتراکیت نازیزم، فسطائیت، بالشوزم اور دوسرے جتنے نظام پیش کئے۔ اسلام ان کے مقابلے میں ایک مکمل نظامِ سیاست اور معاشرت پیش کرتا ہے اسلام کے نظام کو دوسرے تمام نظاموں پر یہ برتری حاصل ہے کہ یہ تاریخ عالم میں نمایاں کامیابی کے ساتھ عمل پیرا رہ چکا ہے اور اس پر جس شدت سے عمل ہوا، اتنی زیادہ مکمل کامیابی مرتب ہوتی ہے۔ ہر مسلمان کو اس بات کا یقین ہے کہ ہر قوم آخرکار ایک نہ ایک دن اسلام کے بنیادی اصول ضرور قبول کرے گی۔ خواہ وہ اصطلاحی معنوں میں اسلام قبول کرنے کا اعلان نہ بھی کرے کیونکہ اسلامی قوانین فطرتی سماوی قوانین ہیں جن پر انسانی ترقی کا دارومدار ہے انسان اس الہام کے بغیر ایک مدت گزرنے اور تلخ تجربات سے دو چار ہونے اور دوسرے طریقوں کو اختیار کرنے اور ان کی ناکامی اور تلخی سے آشنا ہونے کے بعد ان قوانین کی ضرور کھوج لگائے گا۔ اسلام اقوام اور جماعتوں کے موجودہ تصادم اور تنزل کے بجائے امن و استقلال کی خوشخبری دیتا ہے۔ اس نظام کی اچھائی اور برائی کے جانچنے سے کسی شخص کا محض اسی بنا پر



Marfat.com

انکار کر دینا ہے کہ اس کی بنیاد خدا پر عقیدہ ہے اور یہ کہ یہ نظام ایک پیغمبر کے ذریعے سے دنیا پر ظاہر ہوا، حماقت اور کافرانہ تعصب نہیں تو اور کیا ہے۔

لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اسلامی نظام سے دنیا اس لئے نفرت نہیں کرتی کہ اس تہذیب کی بنیاد وجود خداوند تعالےٰ کا اقرار و اعتراف ہے۔

بلکہ اس کی وجہ مسلمانوں کی وہ حالت و حیثیت ہے جس پر اب ایک زمانہ گزر چکا ہے۔ قرون وسطےٰ کے عیسائی تو اس تہذیب کو نہ جان سکتے تھے اور نہ سمجھ سکتے تھے کیونکہ عیسائی کی رگ جان تو پادری کے ہاتھ میں گرفتار تھی اور یہ پادری آج کے پادری کی طرح ہی رسولِ مقبولؐ کو نعوذ باللہ جھوٹا نبی کہتے تھے اور کسی عیسائی کو یہ وہم و گمان بھی نہیں کرنے دیتے کہ ایسے نبی کا مذہب دنیا کے لئے کسی بہتری اور فائدے کا کوئی امکان رکھتا ہے۔ عیسائیوں اور مسلمانوں میں آج سے کچھ زمانہ پہلے تک لڑائیوں نے ایک حد فاصل قائم کر دی تھی۔ جس کی وجہ سے تعصب و نفرت کو فروغ حاصل ہوتا رہا۔

آج جبکہ وہ مضبوط دیوار درمیان سے گر گئی ہے، بدقسمتی سے مسلمانوں کی حیثیت ایسی نہیں ہے جو اوروں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کر سکے کہ مسلمان کو بھی کبھی انسانی ترقی کا راز معلوم تھا۔

آج مسلمان کی حیثیت اور اس کا عمل اسلامی تعلیمات کا ایک المناک مظاہرہ ہے۔ بس اسپر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر دنیا مسلمانوں کی ذلت و پستی کو اسلام کی کم مائیگی سے منسوب کرے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہماری پستی کا الزام اسلام پر اسی طرح عاید نہیں ہو سکتا جس طرح پادریوں کی عیسائیت میں آزادی فکر بالکل مفقود تھی۔ عیسائی پادری کے پنجہ میں گرفتار تھے۔ وہ دور جب کہ کلیسا اپنے پورے شباب پر تھا۔ آج تاریک دور کے نام

Marfat.com

سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسلام نے انسانوں کو فکر کی آزادی کی دولت عطا کی اسلام میں مذہبی پیشواؤں کی کوئی جماعت نہ تھی اور وہ دور جبکہ اسلام اپنی پوری آب و تاب سے جلوہ گر تھا، ایک درخشاں عہد تصور ہوتا ہے۔

جب مسلمانوں نے اسلام کی تعلیمات سے منہ پھیر لیا اور ملاؤں کا مسلک قبول کیا، یا قرآن کی اصطلاح میں اربابا من دون اللہ کو اپنا حاکم بنا لیا۔ جب وہ لعنتوں میں الجھے۔ جب انہوں نے تلاش علم کے حکم کو فراموش کر ڈالا۔ جب انہوں نے فکر کی آزادی سے انحراف کیا اور جب انہوں نے معقولات کو خیر آباد کہہ دیا تو اس کا نتیجہ ذلت اور رسوائی کے سوا کیا ہو سکتا تھا۔ اپنی تاریخ کے ایک دور میں مسلمانوں نے شریعت اسلامیہ کے ایک حصہ سے جس میں انہیں تلاش علم اور کائنات کے مطالعے کی ہدایت تھی۔ انحراف کیا۔ مگر مغرب کے عیسائیوں نے اسی زمانہ میں پادریوں کی مخالفت کے باوجود شریعت اسلامیہ کے اسی حصہ پر عمل درآمد کیا۔ پس وہ ترقی حاصل کر گئے۔

اسلام نے ایسے مذہبی گروہ کی مخالفت کی ہے، جو خدا اور بندوں کے درمیان ایک واسطہ بن کر ان کی روحوں پر قبضہ کر لے ۔۔۔ کیونکہ اس قسم کی مذہبیت انسانی ترقی کے راستے میں حائل ہے۔ ایسی ملائیت جیسے عیسائیوں میں موجود تھی۔ ایک ایسے دین برحق کے موافق نہیں ہو سکتی جس کا مقصد قرآن کے الفاظ میں غلامی و بربادی نہیں، ترقی و آزادی ہے۔ اس وسیع دنیا کے ہر حصے میں مسلمان پر یہ حقیقت فاش ہو چکی ہے کہ اپنی موجودہ ذلت و پستی کا وہ خود ذمہ دار ہے اور دنیا میں اعزاز و وقار اور سربلندی و اقبال اسے دوبارہ صرف اسلام کی تابعداری ہی سے میسر آ سکتے ہیں۔

آپ کا خیال ہو گا کہ میں اپنا موضوع یعنی تہذیب کو چھوڑ کر مذہب کے میدان

Marfat.com

کی طرف بھاگتا رہا ہوں۔ لیکن اسلامی تہذیب مذہب سے نہایت گہری وابستگی رکھتی ہے۔ اللہ کی عالم گیر بادشاہت کا اعتراف اسلامی تہذیب کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ پس میں اپنے موضوع تقریر کو ان اشارات کے بغیر جو میں اس وقت پیش کر چکا ہوں مکمل نہیں کر سکتا تھا۔ اسلامی تہذیب کے زمانہ عروج یا دور تنزل میں جب کبھی آپ سائنس، فنون، ادب، معاشرت یا کسی دوسرے شعبہ میں اس کے کارنامے ملاحظہ کریں تو خدا کی عالمگیر اور مکمل حکومت کے مذہبی اعترافات سے آپ اسے کبھی خالی نہیں پائیں گے۔ اسلامی تہذیب کا یہی ایک امتیازی نشان ہے اور یہی چیز اسلامی قومیت کو عالمگیر اخوت کا ہم معنی بنا دیتی ہے۔ کیونکہ اللہ کی عالمگیر بادشاہت کو ماننے کا لازمی نتیجہ بنی نوع انسان کی عالمگیر اخوت کا اعتراف اور احترام ہے۔

---

Marfat.com

# دوسرا خطبہ

## اسبابِ عروج و زوال

آج اسلامی تہذیب کے جس پہلو پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ وہ اسکی انسان نوازی ہے جس سے مراد بنی نوع انسان کے لئے اس مذہب کی خیراندیشی اور فائدہ رسانی نہیں بلکہ اس کے نقطۂ نگاہ کی عالمگیری ہے۔

اسلام میں مسلمان اور غیر مسلم کے لئے علیحدہ علیحدہ قوانین اور معیار نہیں ہیں کیونکہ اللہ کی حکومت میں کوئی جانب دارانہ سلوک جائز نہیں۔ قانونِ مقدس سب کے لئے ایک سا ہے اور وہ غیر مسلم جو اس قانون پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ زیادہ خوش قسمت ہے بہ نسبت اس مسلمان کے جو اس کے قوانین نظرانداز کرے، اس پر عمل نہ کرے۔

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیرو ما بانفسہم

خدا نے آجتک اس قوم کی حالت نہیں بدلی ٭ نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

یعنی۔ ان کا عملِ صالح۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ معیار محض اعتقادات کا اقرار اور تکرار ہی نہیں، بلکہ ان پر عمل ہے۔ اس دنیا میں اور موت کے بعد دونوں جگہ انسان اپنے عمل سے ہی پرکھا جاتا ہے۔

Marfat.com

میرے خیال میں آپ لوگوں کے ذہنوں میں تاریخ اسلام کا ایک خاکہ ضرور موجود ہے ۔ تاریخ اسلام کو دنیائے اسلام کی تین مشہور قوموں اور زبانوں کے اعتبار سے تین بڑے بڑے اداروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے ۔ عربی، فارسی اور ترکی، شاید آپ میں سے ہر ایک نے یہ روایت بھی سنی ہو گی کہ اسلام اپنے ابتدائی دور میں تلوار کے زور سے پھیلا ۔ قرآنِ کریم میں لکھا ہے ۔

صفحہ ۱۵ کی آیت) :- لا اکراہ فی الدین ۥ قد تبین الرشد من الغی ۥ فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم ۥ

آیت کا ترجمہ) :- مذہب کے معاملے میں جبر نہیں ۔ بے شک علاحدہ ہو چکی ہے، ہدایت گمراہی سے، اب جو کوئی تسلیم نہ کرے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لائے اللہ پر تو اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ جانتا تھا

ایک جگہ اور ارشاد ہوتا ہے، ملاحظہ کیجیے ۔

اس صفحے کی دوسری آیت کا ترجمہ

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ۥ

اور اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تمہارے خلاف جنگ کرتے ہیں۔ لیکن کسی پر زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے ۔

قرآن کریم کی کئی آیتوں سے اس بات کو ثابت کیا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کو محض ذاتی رائے کے اختلاف کی بنا پر کسی دوسرے شخص سے سختی سے پیش آنے کی ممانعت ہے، مجھے اس تعلیم کے خلاف قرآن کریم میں بھی کوئی عبارت نہیں ملی، بعد میں تاریخ اسلام میں جو کچھ ہوا اسے وقتی طور پر فراموش کیجیے۔ یہ ممانعت اس قدر قطعی تھی کہ اسلام کے دورِ اول میں جب قرآن ہی کے قانون کا

Marfat.com

نفاذ تھا اور بادشاہ سے فقیر تک اُسے خدا کا کلام سمجھ کر ایک محبت آمیز خلوص کے ساتھ اس پر عمل کرنے کو سعادت اور نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ قرآنی احکام کی خلاف ورزی مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن تھا۔

اسلام کے تمام غزوات اور جنگیں جو خود حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے دور میں پیش آئیں محض مدافعانہ تھیں اور ان جنگوں میں مسلمانوں نے دشمنوں کے ساتھ جس رحم دلی اور مروت کا ثبوت دیا اس کی مثال اسلام سے قبل کی تاریخ میں ملنی محال ہے۔ اس دور کے مسلمانوں نے تقریباً آدھی دنیا کو فتح کر لیا اور اسلام کا ایسا حلقہ بگوش بنایا کہ آجتک کوئی طاقت اس ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتی، مسلمانوں کا یہ بے مثال کارنامہ ان کی تلوار کا مرہونِ منت نہ تھا۔ بلکہ ان کے تقویٰ اور رحم دلی کا ثمرہ تھا۔ مسلمان اس دور میں تمام دنیا کے لوگوں سے زیادہ اعلیٰ صفات اور اخلاقِ حمیدہ کا نمونہ تھے

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کی ہمسایہ قومیں کون تھیں؟ مصریوں، شامیوں، میسوپوٹیمیا کے رہنے والوں اور ایرانیوں پر نگاہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں نوے فیصد آبادی غلاموں کی تھی جو سینکڑوں برس سے اس حالت میں مبتلا تھے۔ بعض ملکوں میں تو عیسائیت بھی ان لوگوں کی حالت نہ سنوار سکی۔ عیسائیت حکمرانوں کا مذہب تھا اور ہر طریقے سے ہر ادنیٰ اور اعلیٰ پر مسلط کر دیا جاتا تھا، عوام کے جسم تو امیروں کی خدمت کے لئے وقف تھے اور ان کی روحیں پادریوں کے ہاتھ تھیں۔ اس مذہب کے نصب العین کی ہلکی سی جھلک نے نجاتِ آخرت کی امید پیدا کر رکھی تھی۔ امراء عیاشی میں مبتلا تھے، اور اس تہذیب کے علمبردار تھے جو ترقی نہ تھی بلکہ بدکرداری اور انحطاط کہی جا سکتی ہے۔ عوام کی حالت بدتر تھی۔ ان ہمسایہ ملکوں میں جہاں حضور سرکارِ دوعالم

Marfat.com

نے بادشاہوں کے پاس اپنے سفیر روانہ کئے اور ان کو تو ہم پرستی اور پادری پرستی کے خلاف تلقین فرمائی اور ایک خدا کو ماننے کی دعوت دی، حضورؐ کے سفیروں سے بدسلوکیاں کی گئیں اور نئے مذہب کو نیست و نابود کرنے کے لئے جنگی تیاریاں ہونے لگیں۔ اس طرح ان ملکوں میں ایک ہلچل پیدا ہو گئی۔ عوام کو اسلام کے خلاف بھڑکایا اور ڈرایا گیا اور اس مذہب کو (نعوذ باللہ) شیطنت کاری کہا گیا اور مسلمانوں کو دوسری قوموں کے لئے موت کا پیغام سمجھا گیا لیکن بہت وقت نہ گزرا تھا کہ مسلمان ان ملکوں میں فاتحانہ داخل ہوتے اور ان کے حسن وسلوک نے ان تمام اقوام کو اپنا حلقہ بگوش بنا لیا۔

آج تک دنیا کی تاریخ میں مفتوح ہمہ تن فاتح کے رحم و کرم پر ہوتا تھا۔ خواہ دونوں کا مذہب ایک ہی کیوں نہ ہو اور خواہ وہ کیسی ہی مکمل اطاعت کیوں نہ کرے۔ غیر مسلموں کا نظریہ جنگ یہی ہے، لیکن اسلام اس نظریے کا حامی نہیں اسلام کے قانونِ جنگ کے مطابق جب مفتوح اسلام قبول کر لیتے تھے تو ہر طرح سے ان کی حیثیت فاتح کے برابر ہو جاتی تھی لیکن جو اپنے قدیم مذہب پر رہنا پسند کرتے تھے تو انہیں اپنی حفاظت کے لئے کچھ ٹیکس ادا کرنا ہوتا تھا یہ ٹیکس ادا کرنے کے بعد انہیں مکمل آزادی حاصل ہو جاتی اور مسلمانوں پر ان کی ہر طرح کی حفاظت فرض ہو جاتی۔

اسلام اور تلوار کے متعلق ایک بالکل غلط توجیہ پیش کی گئی ہے۔ تلوار سے مراد قتل و غارت اور تباہی و بربادی بالکل نہ تھی، بلکہ محض جنگ تھی۔ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے والوں کے لئے صرف دو راستے تھے۔ جنگ یا اسلام قبول کرنا۔ جب تک ان دونوں میں سے ایک صورت قبول نہ کر لی جاتی، دشمن مفتوح خیال نہ کیا جاتا اور اس کے خلاف جنگ جاری رہتی۔

Marfat.com

مسلمانوں نے مصر، شام، میسوپوٹیمیا، ایران اور شمالی افریقہ کے مفتوحین کے ساتھ باہمی رشتے ناطے کیئے اور یہ ان کے لئے ایک ایسا اعزاز تھا جو اس سے پہلے کسی فاتح نے ان کو نہیں بخشا تھا۔ اسلام نے ان مفتوحین کو نہ صرف سیاسی آزادی عطا کی بلکہ ان کی ذہنی آزادی کو بھی برقرار رکھا۔ اسلام ہی کی عنایت سے انسانی فکر و عمل پر سے پادری کا قبضہ ہٹ گیا۔ اور سوائے ایرانیوں کے ان تمام مفتوحین نے عربی کو اپنی زبان گردانا اپنے آپ کو عربوں کی اولاد سمجھا اور آج تک اسلامی سلطنت کو زمین پر خدا کی بادشاہت کا قیام سمجھتے ہیں۔

ان لوگوں پر جنہوں نے کبھی آزادی نہیں دیکھی تھی۔ اس آزادی کا نتیجہ وہی ہوا جس کی توقع تھی۔ تہذیب پھولنے پھلنے لگی، آئندہ آنے والی نسلوں نے حیرت انگیز ترقی کی۔ سائنس، فنون اور ادب میں ان ممالک کے کارنامے آج تک ناقابل فراموش ہیں اور تاریخ کے صفحات پر پھیلے ہوتے ہیں۔ تاریخ کا یہ دور مسلسل جنگوں کے باوجود نہایت ہی دلچسپ رہا۔ اس دور پر کوئی رائے قائم کرنے سے پہلے یہ لازمی ہے کہ مغرب کے مؤرخین کی ہر بات کو صحیح نہ سمجھا جائے، اس دور کے دشمنانِ اسلام کے پراپوگنڈے سے خبردار رہنے کی بے انتہا ضرورت ہے

مجھے جوانی کے زمانے میں شام کے ان عیسائیوں سے ملاقات کرنے کے کافی مواقع ملے جن کے آباؤ اجداد نے اسلامی فتوحات کے زمانے میں اپنا قدیم مذہب نہ چھوڑا۔ ان لوگوں کے نزدیک اسلام کا دور اول بہترین زمانہ اور حضرت عمر ابن الخطابؓ (خلیفہ دوئم) عیسائی مذہب کے بہت بڑے محسن سمجھے جاتے ہیں۔ مشہور قومی قصے اور کہانیاں بسا اوقات گزشتہ حالات کے سمجھنے میں تاریخ سے بھی زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں لیکن اگر تاریخ کے مطالعہ ہی سے محنت اور استقلال کے ساتھ حقیقت کی جستجو کی جائے تو ثابت

Marfat.com

ہو گا کہ عیسائیوں کے ساتھ رواداری اور حسنِ سلوک سے پیش آنا گو مسلمانوں کے لئے بے حد دشوار اور مشکل بات ہو گئی تھی تاہم ان کے خلاف دورِ اول کے مسلمانوں میں مذہبی دیوانہ پن اور شدید مخالفت کا جذبہ موجود نہ تھا بلکہ اس طرح کا جذبہ صلیبی جنگوں کے بعد پیدا ہوا۔ بیشتر عیسائی اسلام کی کھلے بندوں بے عزتی اور توہین کو اپنا مذہبی فریضہ اور اس نفرت کے ردِ عمل میں مسلمان حکمران کے ہاتھوں قتل ہونے کو شہادت سمجھے تھے۔ مختلف ملکوں میں بعض دفعہ عیسائیوں کا یہ مذہبی دیوانہ پن ایک متعدی مرض کی صورت اختیار کر لیتا تھا۔ مسلمان حکمرانوں نے جس معقول اور خاموش انداز سے اس دیوانگی کا مداوا کیا۔ وہ اسلامی تاریخ کا ایک ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے، چونکہ مجھے آگے چل کر دوسرے خطبے میں اسلامی رواداری پر مفصل بحث کرنی ہے اس لئے یہاں وہاشا کی کتاب "عربی ہسپانیہ" سے ایک اقتباس پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مسلمانوں کے کسی دوسرے دور کے مقابلے میں نویں صدی کے وسط میں کلیسا کے متعلق جو ہمیں وسیع معلومات حاصل ہیں اس کی وجہ مذہبی جنون کی وہ وبا ہے جو قرطبہ میں اس دور میں ظاہر ہوئی۔ عیسائیوں کو مسلمانوں کی عبادت گاہوں میں داخل ہونے اور حضور سرورِ دوعالم کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کرنے کی ممانعت تھی، اور یہ ایسا جرم تھا جس کی سزا یا تو قبولِ اسلام تھی یا موت ایک ہسپانوی مصنف فلاوذ کہتا ہے یہ شہیدوں کا ایک ہولناک جرم تھا اور اگرچہ وہ اس جرم کا ارتکاب کر کے اپنے زعم میں اپنے دین کا مرتبہ بلند کر دیتے تھے۔ لیکن مسلمان قاضی بڑے ضبط و تحمل سے کام لیتے اور ان مذہبی دیوانوں کی زبان سے رسول اکرم صلعم اور ان کے ماننے والوں کی توہین اپنے کانوں سے سن لینے کے بعد فیصلہ صادر کرتے تھے"۔ ایک اور کتاب کی تحریر سے

Marfat.com

پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں دو سر پھرے قرطبہ کی جامع مسجد میں داخل ہوئے اور صرف اپنے مذہب کا پرچار ہی شروع نہیں کیا بلکہ "حضور سرور دو عالم کو (نعوذ باللہ) جھوٹا اور ان کے ماننے والوں کو جہنمی ثابت کرنے کے لئے وعظ شروع کیا۔ ایسے ناقابل معافی جرم کے مرتکب ہونے کے بعد اگر کوئی یہ بتائے کہ یہ دیوانے مبلغ قتل کر دیئے جاتے تو کوئی تعجب کی بات نہیں مسلمان حاکموں اور سنجیدہ عیسائیوں نے ان مذہبی پاگلوں کو اس طرح کی ہلاکت مول لینے سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی اور خاص طور پر اس سلسلہ میں بشپ ریکا فریڈ کی کوششیں قابلِ ستائش ہیں۔ اس نے عیسائیوں کو ایسی موت مرنے سے روکا کیونکہ مسلمان ان کو مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہ کرتے تھے۔

بشپ نے ایسے عیسائیوں کو جو اس کی نافرمانی کرتے، سزائے قید بھی دی عبدالرحمٰن دوئم نے اسے اندلس کا اسقف اعظم مقرر کیا تاکہ وہ اس ضمن میں قرطبہ میں بھی اپنے رسوخ سے کام لے۔ وہاں بھی ریکا فریڈ نے بہت سے اہم مذہبوں کو حتیٰ کہ قرطبہ کے بشپ تک کو قید کر دیا تاکہ اس شرارت کا خاتمہ ہو"

اس طرح کے مذہبی پاگل پن کی اور مثالیں بھی ایشیائی ممالک کی تاریخ میں دستیاب ہوتی ہیں۔ جہاں مسلمانوں نے ایسی حرکتوں کو زیادہ صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ مسلمانوں نے مشرق و مغرب میں عیسائیوں کے ساتھ خاص طور پر زیادہ رواداری کا سلوک کیا ہے۔

مشہور پارسی مستشرق، جی کے نریمان نے اپنے علمی انکشافات سے ثابت کیا ہے کہ ایران میں عربوں کے ہاتھوں زردشتوں کے قتل اور وہاں سے فرار ہونے کا افسانہ تاریخی طور پر کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ زردشتی آج تک ایران میں موجود ہیں۔ شام میں عیسائی خلفائے راشدین اور بنی امیہ کے دورِ حکومت کو

Marfat.com

اسلامی فیاضی کا زرین زمانہ کہکر یاد کرتے ہیں تو مجھے خود اس بات پر تعجب ہوتا ہے کہ خاندان بنی امیہ کے چند خلفا کا دامن چند ایسے المناک ظالمانہ خونریزیوں کے سبب داغ دار ہے جن پر ان کے عروج کی بنیادیں قائم ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام اس خاندان کا بہت حد تک مرہون منت ہے انہوں نے اسلام کی سادگی، معقولیت اور عربی کردار کو برقرار رکھا۔ انہوں نے دمشق میں بادشاہ اور رعایا کے درمیان مروت و یگانگت کی وہی فضا قائم رکھی جو خلافت مدینہ کا طرۂ امتیاز تھی۔ اس دور میں خلیفہ جمعہ کو منبر پر کھڑے ہوکر خود بنفس نفیس خطبہ دیا کرتا تھا۔ ایک مشہور کتاب الفخری میں ایک ذہین اموی خلیفہ کی پریشانیوں اور مشکلات کی ایک چھوٹی سی کہانی ان الفاظ میں لکھی گئی ہے۔

قیل لعبد الملک لقد اسرع الیک الشیب قال شیبنی عمود المنابر والخوف من اللحن وکان اللحن عندھم فی غایۃ القبح "

"کسی نے عبد المالک سے پوچھا کہ آپ کے بال وقت سے پہلے کیوں سفید ہو گئے ہیں۔ خلیفہ نے جواب دیا، مجھے منبر پر عربی میں غلطی کر جانے کے خوف نے بوڑھا کر دیا"۔ کیونکہ ان خلفاء کے نزدیک غلط عربی بولنا حد درجہ ناخوشگوار امر تھا۔

خلفائے راشدین کے بعد دوسرا بلند مرتبہ امیر ابن عبد اللہ کو حاصل ہے وہ بھی بنی امیہ کے خاندان کا چشم و چراغ تھا۔ وہ اس خاندان کی تباہی و بربادی کے بعد مغرب کی طرف بھاگا اور ایک ایسے خاندان کی بنیاد ڈالی جس نے ہسپانیہ کو برسوں تک مغرب کے لیئے علم و ترقی کا علم بردار بنائے رکھا۔

تاریخ کے طالب علم کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ بنو عباس کی خلافت بنو امیہ کی سنیت اور فاطمیوں کی شیعیت کے درمیان ایک مفاہمت کی

Marfat.com

صورت تھی ۔ بنی امیہ کے نزدیک تو عباسی بھی شیعہ ہی تھے ۔ جب آپ تاریخ ہسپانیہ میں شیعوں کا ذکر دیکھیں تو یاد رکھیں کہ وہ لوگ ایسے نہ تھے جن کو ہم شیعہ کہتے ہیں ۔ بلکہ وہ تھے جنہیں ہم سنی سمجھتے ہیں ۔ وہ بنی عباس کے مقلد اور بنی امیہ کے خلاف تھے ۔ یہ بات بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ بنی عباس کی خلافت پر ایک نہیں بلکہ کئی غداریوں کا الزام عائد ہوتا ہے ۔ ایک طرف تو انہوں نے اہل بیعت یقین دلایا کہ تخت خلافت اُن کو پیش کر دیا جائے گا اور دوسری طرف بہت سے سرگرم شیعوں کو جو بنی امیہ کے حق میں تھے لیکن موروثی خلافت کے خلاف تھے اکسایا کہ وہ اُن مسلمانوں میں سے جو اپنی خدمات کی کے لئے ممتاز ہوں ۔ خلیفہ کے انتخاب کے اصول کو دوبارہ زندہ کریں ۔ لیکن کوئی وعدہ بھی پورا نہ کیا ۔ بلکہ خود ایک نئے خاندان کے بانی بنے اور بنی امیہ کے افراد کو سوائے ایک کے جو بھاگ کر ہسپانیہ چلا گیا تھا سب کو قتل کر دیا ، کیونکہ یہ خاندان شام بلکہ مصر اور شمالی افریقہ میں بہت ہر دلعزیز تھا اور اس کا ہر فرد بنی عباس کا زبردست حریف بن سکتا تھا ۔ اس نے اہل بیعت کو اُن کے خلافت کے حقدار ہونے کی بنا پر سخت ایذائیں دینی شروع کیں ۔ اس لئے ان دو فرقوں کی لڑائیوں کو مذہبی اختلافات کا نام دینا غلطی ہے ۔ اصل میں یہ تو شمالی اور جنوبی عرب قبائل کا ایک جھگڑا تھا ، جو زمانۂ جاہلیت سے چلا آتا تھا ۔

بنی امیہ کے آخری فرد کے ساتھ عربی کردار کی سادگی ہسپانیہ چلی گئی ، اور اور مشرق کی خلافت بنی عباس کے قبضے میں آئی ۔ یہ ایرانی رنگ میں رنگی ہوئی تھی ۔ دارالخلافہ شام سے عراق منتقل ہو گیا اور اس طرح وہ عالیشان بغداد معرض وجود میں آیا جو آج کے بغداد سے بے حد مختلف تھا ۔ یہ اعلیٰ شہر کی منصوبہ بندی کا مہتم بالشان نمونہ ، صحت و صفائی اور پولیس کے انتظامات اور

Marfat.com

بازاروں کی روشنی کے لحاظ سے ایک بے نظیر شہر تھا - بغداد اور سلطنت کی دوسری حدود کے اندر اگلی تین صدیوں میں تہذیب اسلامی اپنے انتہائی عروج تک پہنچ گئی اور ہسپانیہ کے علاوہ ہر جگہ ایرانی شان و شوکت نے عربی سادگی کا گلہ گھونٹ دیا۔ ایک مشہور مغربی مصنف مسٹر گاتے بی سٹرانج کے قول کے مطابق تاریخ عالم کے اسی دور میں قرطبہ، قاہرہ، بغداد اور دمشق وہ شہر تھے جن کے بازاروں اور گلیوں میں روشنی کا انتظام اور پولیس کا اہتمام موجود تھا۔ اس احترام کا وہ انداز اور طرز تخاطب جسے خلفائے راشدین اور بنی امیہ کی بے حرمتی سمجھ کر رد کرتے تھے خلفائے بنی عباس نے پہلے خود اختیار کیا اور بعد میں دوسروں کو اختیار کرنے کے لئے مجبور کیا۔

اسی زمانے میں حرم سرائوں کا رواج ہوا۔ عورت کی پہلی سی شریفانہ اور آزادانہ حیثیت ختم ہو گئی اور اس کے بجائے اس نے معاشرے کے اعلیٰ طبقے میں ایک شاطر اور سازشی کی حیثیت حاصل کر لی۔

اسی دور میں اسلام کی وسعت اور ہمہ گیری کو ایک خاص طبقے میں محدود کرنے کا میلان ابھرا جس کے سدباب کے لئے معقولیت پسند علماء و فضلا صف آرا ہوتے۔ خلیفہ کو یہ رجحان پسند اس لئے تھا کہ اس طرح اسے وہ مقام حاصل ہوتا تھا جو اس کی حقیقی اسلامی حیثیت سے بہت زیادہ تھا۔

مسلسل آرام طلبی کے طویل دور نے عوام کو سپاہیانہ زندگی سے دور کر دیا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اس سلطنت کے وسیع علاقے میں کبھی کبھی چھوٹی موٹی لڑائیاں بھی لڑی جاتی رہیں لیکن عوام پر ایسی لڑائیوں کا کوئی خاطر خواہ اثر نہ ہوتا تھا۔ وجوہات کیا تھیں؟ ان کا تذکرہ میں قانون جنگ کے ضمن میں آئندہ کروں گا۔ کئی صاحب نظر مسلمانوں نے جن میں قرآن کریم کے سمجھنے کی صلاحیت تھی

Marfat.com

اس حالت کو ناقابل اطمینان سمجھ کر لوگوں کو خطرات سے آگاہ کیا لیکن اس دور کے علما جو علم و فضل کے کسی حد تک سرکاری اجارہ دار بنے ہوتے تھے، خلیفہ کی بے جا خوشامد کرتے ہوئے اسے ہر بلا سے محفوظ بتاتے۔ انہوں نے اسے اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا کہ خلیفۃ اللہ کا خصوصی کرم ہوتا ہے اور وہ اس کی خود حفاظت کرتا ہے اور یہ کہ اس کی سلطنت کا جاہ و جلال ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گا۔

سرحدوں کی حفاظت کا کام جنگجو قبائل خصوصی طور پر ترکوں کے حوالے کر دیا گیا۔ وہی خلیفہ کے ذاتی محافظ بھی مقرر کئے گئے۔ یہ لوگ اپنے اصلی مقام سے بڑھ کر برائے نام حکمرانوں پر مکمل طور پر قابض ہو گئے۔ یہ نہایت ذہین سادگی پسند لیکن قوی تر تھے۔ انہوں نے اپنے جذبہ نفرت اور حقارت کو مامون اور ہارون الرشید کے تخت پر قبضہ کرنے والے نالائق، عیش پرست، کمزور اور ڈرپوک شہزادوں کے خلاف کبھی نہ چھپایا اور ان شہزادوں کو یکے بعد دیگرے انتہائی ذلت کے ساتھ کبھی معزول کیا اور کبھی قتل، انہی کے دم قدم سے اس مٹتی ہوئی سلطنت کو نئی زندگی عطا ہوئی جو ان کے بغیر ختم ہو رہی تھی انہوں نے حکومت کے مرکزی صوبوں کے نظام کو بڑی خوبی سے برقرار رکھا اگرچہ اس دور میں دور دراز ملکوں پر خلیفہ کی حکومت برائے نام تھی۔ اس کے باوجود چونکہ وہ مسلمانوں کا خلیفہ تھا اس لئے مقامی حکام کے تقرر کی توثیق ضرور کرتا۔ عوام اس تقریب کو مذہبی حیثیت دے چکے تھے۔ ایران خود مختار ہو گیا۔ مصر ایسے خاندان کے قبضے میں چلا گیا جو فاطمی یعنی سرکارِ دو عالمؐ کی اولاد میں سے تھے۔ اگرچہ اس دور کے سنیوں نے ان کو اولادِ رسولؐ نہ مانا۔ بلکہ ایک کربلائی یہودی کی نسل سے تعبیر کیا۔ تاہم اس خاندان نے ایک الگ حکومت

Marfat.com

قائم کر لی اور فلسطین و شام کو دو بار اور حجاز کو ایک مرتبہ فتح بھی کر لیا۔

خلافت عباسیہ کی عمر عام طور پر پورے پانچ سو سال سمجھی جاتی ہے لیکن آخری ساڑھے تین سو برس برائے نام تھے۔ اس عرصہ میں حقیقی طاقت ترکوں کے ہاتھ میں آ چکی تھی۔ اس مملکت کا سیاسی وقار ترکی امیروں میں پہلے سلجوقی امیر طغرل بیگ۔ الپ ارسلان اور ملک شاہ پھر زنگیوں میں عماد الدین اور اسکا بیٹا نور الدین اور آخر میں صلاح الدین ایوبی، ملک عادل اور ملک کامل وغیرہ سے قائم رہا۔ اگرچہ حکمران بدل گئے لیکن عباسیوں کا ڈنکا بجتا رہا۔ اس میں اگر کوئی ردو بدل ہوا بھی تو بہت معمولی، اور یہ وہ دور تھا کہ اسلامی سلطنت کی حدود میں عوام تعلیم، حفظانِ صحت، امن اور آزادی کے لحاظ سے ہر قوم سے افضل تھے۔ اس دور کی اسلامی سلطنت دولت کی فراوانی کے لحاظ سے مغربی ممالک کے لئے قابل رشک تھی اور مغربی تاجر کمپنیاں اسلامی دنیا میں تجارتی مراعات حاصل کرنے کے لئے باہم دست و گریباں تھیں۔ مسلمانوں کے اس دور کی خوش حالی کا اندازہ زمانہ حال کے ایک انگریز مورخ کے ہسپانیہ کے بارے میں ایک اقتباس سے ہو سکتا ہے۔ یاد رہے اس مصنف کو مسلمانوں سے کوئی ہمدردی نہیں، اور یہ اقتباس قطعاً اس کی مسلمانوں کے لئے وکالت کا مظہر نہیں ہے۔

ہسپانیہ کی خوشحالی کے باوجود جس کی ابتدا سولھویں صدی میں نئی دنیا کے ساتھ تجارت سے ہوئی۔ یہاں کی مصنوعات اور ان کے ساتھ ہی اس کی حقیقی خوشحالی کو کیتھولک بادشاہوں کے عہد میں زوال آیا اور یہ زوال پذیری اس وقت تک جاری رہی اور جب تک کہ فلپ ثالث نے از اہل کی حمایت مذہب میں شروع کی ہوئی تباہی کی تکمیل میں ہسپانیہ سے چن چن کر مسلمانوں کو

Marfat.com

نکال نہ دیا۔"

دوسرے ممالک یہاں تک کہ یورپ میں بھی اس دور میں کاشتکار بیچارہ محض غلام تھا۔ پیشہ وروں کو معاشرے میں نہایت حقیر سمجھا جاتا تھا اور تاجروں کو خوشامد اور شان و شوکت کے طفیل بعض مراعات حاصل ہونے لگیں لیکن اسلامی سلطنت میں تاجر کاشتکار اور پیشہ ور ہر طرح سے آزاد تھے۔ اس میں شبہ نہیں کہ غلام اس وقت موجود تھے لیکن مسلمانوں کے دورِ حکومت کی خوش قسمت ترین مخلوق تھی۔ کیونکہ حضور سرکارِ دو عالم کے ارشاد مبارک "غلاموں کو اپنی طرح کھانا کھلاؤ اور اپنی طرح کے کپڑے پہناؤ، کیونکہ جو غلام نماز پڑھتا ہے وہ تمہارا بھائی ہے" کی تعمیل ہر طرح سے ہوتی تھی اور خدا کے احکام کی متابعت میں تشکرانہ کی ہر تقریب پر اور احکام شریعت کی خلاف ورزی کے کفارے میں اکثر غلام آزاد کر دیئے جاتے تھے۔ غور کیجئے کہ اگر مسلسل جنگوں میں مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں غلام ہاتھ نہ آتے تو اسلامی ممالک میں غلامی کا خاتمہ ہو جاتا لیکن مسلسل اور موروثی غلامی کا اسلامی ممالک میں کوئی تصور ہی نہیں ملتا۔ غلام اور کنیز گھر کے دوسرے افراد کی طرح سمجھے جاتے اور لاولد آقاؤں کی جائداد کے وارث بن جاتے۔ اس طرح مسلمان بادشاہوں کے غلاموں کو سلطنتیں نصیب ہوئیں جن مسلمانوں کی اولادِ نرینہ نہ ہوتی وہ اپنی لڑکیاں غلاموں سے بیاہ دیتے اور اس عمل سے اپنے خاندان کی عزت اور ناموس کا اس کو پاسبان بنا دیتے۔ غلام اور مالک کے تعلقات اس قدر خوشگوار تھے کہ مالکوں کی محبت اور غلاموں کی وفاداری ضرب المثل بن گئی۔ جب آخری دور میں مالِ غنیمت میں آنے والے غلاموں کی تعداد میں کمی آگئی اور بردہ فروشی بعض مقامات مثلاً کاکیشیا میں جہاں اس کا قدیم سے رواج تھا محدود ہو گئی تو کئی مسلمانوں کو شکایت

Marfat.com

پیدا ہوگئی کہ غلاموں کو آزاد کرنے اور احکامِ قرآن کی تعمیل کی سعادت سے وہ غلام میسر نہ آنے کی بنا پر محروم ہوگئے۔ یہ یقیناً اسلام کے ان مقاصد سے قطعی ناواقفیت کا ثبوت ہے جس کے تحت غلامی کے قلع قمع کی ہدایت کی گئی ہے یہ محض ایک دلیل ہے جسے میں نے سوڈان میں ظالمانہ غلامی کے جواز میں پیش ہوتے اپنے کانوں سنا ہے۔ بردہ فروشی محض ظلم نہیں بلکہ شقاوت اور سفاکی تھی جس کے لیئے اسلام میں کوئی جواز نہیں۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ تمام عالم اسلام میں غلامی کے پس پردہ کوئی زیادتی نہ ہوتی ہوگی لیکن اس قدر ضرور کہونگا کہ یورپ والوں نے اسلام میں غلامی کے بارے میں جو کچھ سمجھا اور کہا ہے وہ سراسر جھوٹ اور افترا ہے جس طرح اسلامی اور عیسائی غلامی میں کوئی چیز مشترک نہیں بالکل اسی طرح اسلامی غلامی امریکہ میں کاشت ہونے والی غلامی سے یکسر مختلف ہے۔

مسلمان گھرانوں میں رنگ نسل کا امتیاز کبھی نہ تھا۔ اسلامی منڈیوں، مسجدوں اور محلات میں کالے اور گورے کو مکمل مساوات کا درجہ حاصل تھا اور ان میں دوستانہ مراسم تھے۔ اسلام کے بعض مشہور بادشاہ اور اولیا کوئلے کی طرح سیاہ رنگ کے تھے۔ مثلاً یمن کا عہد عباسیہ کا درویش بادشاہ حیاشی اور مصر میں محمد علی بانیٔ خاندان خدیویہ کے زمانے کا مشہور مورخ احمد الجبرتی، اگر کسی کے دل میں شبہ پیدا ہو کہ اسلام کے وسیع خاندان میں گورے چٹے لوگ نہیں تھے تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ سرکیشیا اور اناطولیہ کے پہاڑی لوگوں کے گورے رنگ کا مقابلہ دنیا بھر میں کوئی نہیں کر سکتا اور ان قوموں کو ابتدا سے ہی مسلمان ہونے کا شرف حاصل تھا۔ اسلامی تہذیب میں دولت اور مرتبے کا فرق تو تھا لیکن اس تفاوت کو مغرب کے موجودہ جماعتی تفاوت یا ہندوستان میں ذات پات

Marfat.com

کی تمیز سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہ تھا۔

اسلامی تہذیب کی ایک امتیازی خصوصیت اس دور میں اس کی صفائی اور پاکیزگی تھی۔ جبکہ یورپ ہر طرح کی گندگی اور آلودگی میں تقدس کا متلاشی تھا۔ ہر شہر میں حمام، پینے اور کپڑے دھونے کے لئے چشمے موجود تھے۔ مسلمان جہاں بھی پہنچا پاک اور صاف پانی کی بہم رسانی پر سب سے پہلے توجہ دی۔ اسلام میں صفائی اور مذہب کچھ اس طرح لازم و ملزوم ہیں کہ اندلس میں ۱۵۶۶ء میں حمام کا استعمال جرم قرار دیا گیا۔ کیونکہ اس طرح لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ سیبولی کے ایک مالک کو کام کے دوران میں نہانے پر شدید سزا دی گئی تھی۔ میں نے خود اناطولیہ میں ایک یونانی عیسائی کو دوسرے کی بابت یہ کہتے سنا کہ "یہ تو نیم مسلمان ہے۔ اپنے پاؤں بھی دھوتا ہے"۔

بازاروں میں فروخت ہونے والی اشیاء اور ذخائر تمام اسلامی شہروں میں حکومت کی نگرانی میں فروخت ہوتے۔ گوشت اور دیگر ضروری اشیاء خوردنی مکھیوں اور گرد و غبار سے محفوظ رکھنے کی خاطر حکماً کپڑے سے ڈھکی رہتی تھیں۔

معاشرے کے مختلف طبقوں میں ایک دوسرے سے میل ملاپ اور نشست و برخاست اور شادی عام تھی، میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں ایک حقیقت ہے جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے۔ یہ تہذیب اب تک زندہ ہے۔ جب میں پہلی بار مصر، شام اور اناطولیہ گیا تو اس جیتی جاگتی تہذیب کو وہاں موجود پایا۔ جب میں نے الف لیلے پڑھی (جس کی کئی کہانیوں کا تعلق خلافت عباسیہ کے دور سے ہے اور جو کئی صدیوں بعد قاہرہ میں جمع کر کے شائع کی گئیں) تو میں نے ان میں ہو بہو دمشق، یروشلم، حلب قاہرہ اور دوسرے

Marfat.com

شہروں کی اس روزانہ زندگی کا عکس پایا جو گذشتہ صدی کے آخری دس برس میں ان شہروں میں میرے مشاہدے میں آئی، لیکن جب یہ میرے دیکھنے میں آئی اس وقت روبہ انحطاط تھی۔ ان ملکوں میں جس بات نے مجھے خاص طور پر متوجہ کیا وہ یہ تھی کہ وہاں باوجود تنزل اور غربت کے زندگی کا ایسا لطف موجود تھا۔ جو مغرب میں عنقا ہے۔ یہ لوگ ہماری طرح زندگی کے تفکرات اور آلام سے بے نیاز تھے۔ وہ ہماری طرح دولت کے پرستار تھے نہ موت سے خائف، اور مزید برآں ان کی سخاوت اور فراخ دلی حیرت انگیز تھی۔ اس کے باوجود مسلم آبادیوں میں کسی شخص کا ہمسایہ بھوک اور موسم کی اذیت سے کبھی ہلاک نہ ہوا۔ ان لوگوں کے پاس یقیناً کوئی ایسی دولت تھی جو یورپ کو میسر نہ تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے پاس وہ ساز و سامان نہ تھا جس کی فراوانی پر یورپ کو ناز تھا۔ یہ بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی کہ کبھی انہیں باطنی راحت کے ساتھ وہ مادی مسرت و خوشی بھی میسر تھی، جس پر آج یورپ فخر کرتا ہے اور جس پر مجھے رشک آتا تھا۔ مدتوں کے مطالعے اور تقریباً بیس سال کے غور و فکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ شریعت کے نصف احکامات فراموش کرنے کی پاداش میں مادی خوشحالی سے محروم ہو چکے ہیں۔ اور آج بھی ہر آدمی اس اندرونی مسرت کو حاصل کر سکتا ہے۔ اگر وہ اُن کی طرح بقیہ نصف شریعت پر عمل کرے۔

اس سلسلے میں اب میں آپ کو یہ بتاتا ہوں کہ تہذیب کس طرح انحطاط پذیر ہوئی ہم نے دیکھا ہے کہ تہذیب خلافتِ عباسیہ کے زوال کے بعد ترک غلاموں کے مضبوط ہاتھوں کی وجہ سے زندہ رہی۔ عباسی خلفا کی ملازمت میں داخل ہوتے وقت ان کی حیثیت غلاموں سے زیادہ نہ تھی۔ اگرچہ ان کے سرداروں نے بہت جلد امیر الامرا اور سلطان اور ملک کے خطابات حاصل کیے۔ آپ کو

Marfat.com

تعجب ہوگا کہ کس طرح اسلامی تہذیب کی باگ ڈور ایک مہذب قوم کے اختیار سے نکل کر ایک وحشی قوم کے ہاتھ میں منتقل ہو جانے کے باوجود یہ صدیوں تک نہ صرف قائم اور بحال رہی بلکہ روز افزوں ترقی پذیر رہی۔ یہ وحشی پکے مسلمان تھے۔ اگر وہ کبھی خلیفہ کی برملا بے عزتی بھی کرتے تو ان کا مقصد خلافت کی توہین نہ ہوتا، وہ تو صرف اس بے کار اور بدکار انسان سے بدسلوکی کرتے جس کی شخصیت اور عمل ملتِ اسلامیہ کی توہین اور سلطنت اسلامیہ کے لئے باعث شرم بن جاتی۔

ابن خلدون نے اپنی مشہور کتاب "مقدمہ" میں کسی ہم عصر شاعر کا یہ شعر نقل کیا ہے۔ خليفة في قفص بين وصيف و بغى يقول ما قالا له كما تقول الببغاء۔

"خلیفہ ایک غلام لڑکے اور ایک عورت کے ہاتھ میں پنجرے کے طوطے کی طرح ہے جو کچھ اسے پڑھایا جاتا ہے وہی دہراتا ہے"

لیکن خلیفہ خلافت کا نام نہ تھا گو خلیفہ بداعمال اور سیہ کار تھے لیکن اس کے باوجود منصب خلافت کو ہر ایک اہم سمجھتا تھا اور خاص طور پر سادہ لوح ترکی سپاہی کے نزدیک تو زیادہ مسلم و محترم تھا۔ اسلامی تہذیب کا دوسرا محافظ مسلمان عالم تھے۔ جن کا ترکی نگران بے حد احترام کرتے تھے۔ حسب ضرورت اس زمانے کی پچاس یونیورسٹیوں کے نمائندے، فاضل شخصیتیں اور علما ایک کونسل کی صورت میں جمع ہو جاتے۔ آج کل کی طرح اس دور کے علما صرف برائے نام عالم نہ تھے بلکہ ان کے لئے حقیقی لقب "فقہا" ہونا چاہیئے۔ لیکن خود فقہہ اس دور میں بالکل ابتدائی حالت میں تھی اس لئے وہ علما ہی کہلاتے تھے۔

اس زمانے کی مسلمان یونیورسٹیاں علم اور انکشافات میں دنیا کی رہنمائی کرتی

Marfat.com

تھیں۔ ان یونیورسٹیوں کا نصاب تعلیم ہر قسم کے علوم پر مشتمل تھا۔ ان یونیورسٹیوں نے اس دور کے حالات کے مطابق علوم کی نشر و اشاعت اور علم پروری کو بڑے عروج تک پہنچا دیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس دور کے حالات اور مشکلات کے پیش نظر وہ یونیورسٹیاں آج کل کی طرح ترقی یافتہ تو نہ تھیں مگر اس بات میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ یونیورسٹیاں بے شک اپنے دور کی بے نظیر درسگاہیں اور ایسے روشن ادارے تھے جن کا تعلق مذہب سے تھا۔

جرمن پروفیسر جوزف ہیل نے اپنی مختصر کتاب میں جو انہوں نے عربی تہذیب کے متعلق لکھی ہے جسے کچھ عرصہ پہلے ایس خدا بخش صاحب نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ ان یونیورسٹیوں کے بارے میں لکھا ہے۔

یونیورسٹیوں میں بھی مذہب کو سب سے بلند مرتبہ حاصل تھا۔ کیونکہ سب سے پہلے مذہب نے علم کے حصول کے راستے کھولے تھے۔ قرآن کریم، علم حدیث اور فقہ کو ان یونیورسٹیوں میں امتیازی حیثیت حاصل تھی اور یہ فخر اسلام ہی کو حاصل ہے کہ ان درسگاہوں نے دوسرے علوم کو نہ تو حقیر جانا اور نہ ہی انہیں ناقابل التفات سمجھ کر رد کیا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے ان علوم کو اپنی مقدس درس گاہوں یعنی مسجدوں میں جو محض دینیات کے لئے مخصوص تھی جگہ دی۔ پانچویں صدی عیسوی تک یہ مسجدیں ہی مسلمانوں کی یونیورسٹیاں تھیں۔ اور اس میں وہ اسلامی خصوصیت تھی جس کے تحت تعلیم کو آزادانہ طور پر پھیلانے کی ہدایت کی گئی تھی۔ اسناد کے لئے امتحانات پاس کرنے یا سند حاصل کرنے کی کوئی پابندی نہ تھی بلکہ اس کا انحصار اس شخص کی اس شعبۂ علم میں فضیلت اور اہلیت حاصل لینے پر تھا۔

پروفیسر ہیل آگے چل کر کہتے ہیں کہ معلمین کے درس میں عالم فاضل بھی معمولی

Marfat.com

طالب علموں کے ساتھ شریک ہوتے تھے اور اسی موقعہ پر اس معلم کے مبلغ علم کی آزمائش ہوتی۔ اگر کوئی معلم اپنے مضمون پر حاوی نہ ہوتا یا اپنے بیان کے تائید میں دلائل اور شواہد پیش کر کے شاگردوں کی تنقید کا معقول اور قطعی جواب نہ دے سکتا تو اسے ایک ہی سبق کی تکمیل سے پیشتر اس منصب اعلیٰ سے کنارہ کش ہونا پڑتا۔

اس دور کی اسلامی یونیورسٹیوں کے اساتذہ علم وفن میں بے مثل تھے اور انہی مسلمان معلمین کے ذوقِ علم اور فیض کی بدولت آج کا مغرب علم وفن کا گہوارہ بنا ہوا ہے۔ ان اساتذہ میں جو کیمیا کے ماہر تھے انہوں نے علم کیمیا میں سنی سنائی باتوں اور زورِ بیان کو نا قابل قبول قرار دیا۔ انہوں نے اس بات کو مسلمات بنا دیا کہ جب تک کسی امر کی تائید میں دلائل نہ پیش کئے جا سکیں اس کی صحت قابل قبول نہیں اور جب تک کوئی شخص اپنے دعوے کا ثبوت پیش نہیں کرتا تو ہم اس کا دعویٰ درست مانتے نہیں ہیں۔

اس دور کے علما مذہبی دیوانے یا گم کردہ راہنما نہ تھے، بلکہ ان اسلامی یونیورسٹیوں کے اساتذہ اپنے دور کے نہایت ہی روشن فکر اور روشن دماغ بزرگ تھے حضور سرورِ دوعالمؐ کی مقدس تعلیمات کی متابعت اور مطابقت میں یہی علما عوام کی آسائش اور آسودگی کے ذمہ دار تھے اور یہی لوگ کلام مجید کے عطا کردہ حقوق انسانی سے ذراسی بے توجہی یا روگردانی پر خلیفہ تک کو ٹوک دیتے تھے۔ ان اسلامی درسگاہوں کے اساتذہ اور علما مذہبی دیوانگی کا سدباب کرتے۔ مذہبی اختلافِ رائے کی صورت میں ظلم و جبر کی خواہش کو دباتے اور کئی دوسرے طریقوں سے اسلامی تہذیب کو روبہ زوال ہونے سے بچاتے۔ ان علما و اساتذہ نے ایسے بادشاہوں کو جو غیر اسلامی جنگوں کو اپنی سلطنت کی وسعت کے لئے

Marfat.com

جائز سمجھتے، مجبور کیا کہ وہ صرف اپنے زرخرید غلاموں ہی کی مدد سے جنگ کریں اور عوام کو ایسی جنگوں میں اپنی مدد کے لئے بلانے سے روکا۔ اسلامی جنگی قوانین کی رو سے دشمنوں کے کھیتوں کو برباد کرنے اور مویشیوں کو ہلاک کرنے سے بھی منع کیا اور ان لوگوں سے کسی قسم کا تعرض کرنے کی ممانعت کی جو ان کے خلاف صف آرا نہ تھے۔ عوام پر علما کا اتنا گہرہ اثر تھا کہ ان بادشاہوں کو کبھی شریعت کی خلاف ورزی کرنے کی جرٔت نہ تھی اور اگر وہ ایسی جرأت کرتے تو ان کو اس کی سزا دی جاتی۔ ان سے کفارہ دلوایا جاتا اور انہیں توبہ کرنے پر مجبور کیا جاتا۔

چنگیز خان کے خوفناک طوفان نے نہ صرف عظیم الشان درس گاہوں کو خاک میں ملا دیا بلکہ کئی اکابر علما کو موت کی نیند سلا دیا۔ یہ دردناک واقعہ اس وقت پیش آیا، جبکہ ترکی حکمرانوں کی افواج عیسائیوں سے جنگ کے لئے مغرب کی طرف منتقل ہو چکی تھیں۔ اور اسی سبب سے دفاعی انتظام کمزور ہو چکا تھا اسلامی حکومت کی سرحد عبور کر چکنے کے بعد کوئی رکاوٹ راستے میں حائل نہ رہی۔ اس کا مسلمانوں کو خمیازہ . . . . ، تباہی و بربادی کی صورت میں بھگتنا پڑا اور اس تباہی سے انہیں اس کا احساس ہوا کہ انہوں نے عسکری تربیت سے اغماض برت کر شریعت کے ایک کھلے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس احساس نے لوگوں کے دلوں میں اس قدر شدت پیدا کر دی کہ ہر مسلمان عسکری تربیت کی ضرورت کو مذہبی فریضہ سمجھنے لگا اور یہ احساس اس وقت تک غالب رہا جب کہ یورپ نے اسلامی سلطنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اسلامی سلطنت چنگیز خان کے حملے کے بعد دوبارہ زندہ ہوئی اور اس نے ترقی کی اور اس حد تک ترقی کی کہ یورپ اس کے خوف سے ایک بار پھر لرز اٹھا۔ یورپ کے اس خوف نے قدیم صلیبی دشمنوں کو نئی صورت میں دوبارہ کھڑا کر دیا اور یوں اسلام

Marfat.com

زوال کی وجہ شریعت سے انحراف
یورپ کی اسلامی دشمنی

کے زوال کا ایک نیا سبب پیدا ہوگیا ہے یورپ کی اسلامی دشمنی کو عالم اسلام کے زوال کا ثانوی سبب اس لئے قرار دیا کہ بنیادی سبب تو شریعت سے انحراف ہی قرار دیا جا سکتا ہے اور یہی اسباب اقوام و ملل کے عروج و زوال کے موجب ہیں۔

اسلامی سلطنت اس دور میں ترقی تو ضرور کر رہی تھی۔ لیکن اس ترقی کی اصل وجہ وہ طاقت اور قوت تھی جو اسے گذشتہ زمانے میں حاصل ہو چکی تھی اور ایسے علما جو "علم حاصل کرو خواہ چین ہی میں ملے"۔ پر عمل پیرا تھے ناپید ہو چکے تھے ان علما کی مسندیں ایسے لوگوں نے سنبھال لی تھیں جو اس عالم کے شان دار لقب سے ملقب اور خصوصی احترام کے طلبگار تو ضرور تھے۔ لیکن تلاش علم کے فرض کو وہ اسلام کے اندر قید سمجھتے تھے جس کا ایک محدود تصور وہ اپنے ذہنوں میں قائم کر چکے تھے اور قرآن اور رسول کے عالمگیر، حریت بخش اور سرچشمہ نور مذہب کو اسطرح تنگ و محدود بنا دیا تھا جس طرح ہر وہ مذہب بن جاتا ہے جو خدا اور بندے کے درمیان کسی طرح کے انسانی رابطے اور حد فاصل پیدا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

اسلام وہ مذہب ہے جو آزادئ فکر کا حامل تھا۔ وہ مذہب جہاں جہاں پہنچا اس نے دوسرے مذہبوں کے مبلغوں کی توہمانہ تبلیغ اور انسان کو انسان کی ذہنی غلامی سے آزاد کراتا رہا۔ خدا ہمیں معاف کرے۔ اب ایسے علماء کے رحم و کرم پر تھا، جو نام نہاد فضیلت کا شکار ہو چکے تھے۔

طبیعات کا ذوق تو پہلے ہی سے ختم ہو چکا تھا ان علما نے ان تمام علوم کو جو غیر مسلموں سے حاصل کئے جا سکتے تھے کافرانہ اور ناپاک قرار دے کر مسلمانوں کو ان کے حصول کی ممانعت کر دی تھی۔ حالانکہ پہلے مسلمانوں کا مطمح نظر یہ تھا کہ

Marfat.com

حصولِ علم کے لئے چین تک کا سفر بھی اختیار کرنا پڑے تو کوئی بات نہیں اس جہالت اور علم دشمنی کے ساتھ ساتھ تکبر اور خود بینی حد سے بڑھتی گئی۔

وہ عیسائی قومیں جنہوں نے مسلمانوں کے ذوق وشوق کی پیروی کرتے ہوئے سائنس کا مطالعہ شروع کیا۔ مادی ترقیات کے میدان میں اتنے دور نکل گئے، جتنے کسی زمانے میں مسلمان تمام قوموں سے آگے بڑھے ہوتے تھے جب وہ اسلامی شریعت کے اس حصہ پر عمل پیرا تھے جس میں فکر کی آزادی کا اعلان تھا حصولِ علم اور کائنات کی تخلیق کے مطالعے کی ترغیب تھی۔ عیسائی قوموں نے اس دور میں پادریوں اور تنگ نظر مذہب پرستوں کا طوق اپنی گردنوں سے اتار پھینکا اور آزادی خیال کی نعمت سے مالامال ہوتے تو ان کی مادی ترقیاں حیرت انگیز حد تک پہنچ چکی تھیں جس طرح پہلے مسلمانوں کی فتوحات اپنی شان اور عالمگیری کے لحاظ سے دنیا بھر کے لئے باعث رشک تھیں۔

میں کسی نتیجے پر پہنچنے سے پیشتر اسلام کے عالمگیر تخیل کے بارے میں بڑی مثال پیش کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق اس دور سے ہے جو اسلامی تاریخ میں دورِ ظلمت کے نام سے مشہور تھا جس کا تذکرہ آپ کو "کتاب الفخری" کے پہلے باب میں ملے گا جس میں مصنف اسلامی شریعت کو مدنظر رکھ کر حاکم میں انصاف کی خوبی کی اہمیت پر بحث کرتا ہے۔ جب ہلاکو نے بغداد کو اپنے قبضے میں لے لیا اور نہتے اور مجبور عباسی خلیفہ کی زندگی اس کے رحم وکرم کی محتاج ہو گئی۔ ہلاکو نے تمام علما کو مستنصریہ کے مقام پر جمع کیا اور ان کے سامنے ایک سوال پیش کیا جس کا جواب علما کے ایک فتوے کی صورت میں مانگا اور اسی سوال کے جواب پر خلافت کی قسمت کے فیصلے کا دارومدار تھا وہ سوال تھا کہ :-

Marfat.com

ایما افضل السلطان الکافر العادل او السلطان المسلم الجائر

کیا شریعت کی رو سے ایک ناانصاف مسلمان حکمران بہتر ہے یا ایک منصف کافر

تمام علما حیران و ششدر تھے آخر کار رضا الدین علی ابن طاؤس جو اپنے دور کے عظیم اور محترم عالم تھے اٹھے اور سوال کا کاغذ ہاتھ میں لیا اور اس پر لکھا

السلطان الکافر العادل

کافر بادشاہ لیکن عادل

اور اس پر اپنے دستخط ثبت کر دیئے۔ اس کے بعد دوسرے تمام علما نے اسی کاغذ پر دستخط کر کے اس کی تصدیق کر دی۔ سب معترف تھے کہ ٹھیک جواب یہی ہے جب رسول اکرم صلعم نے اعلان کر دیا کہ خداوند عالم کے نزدیک سب ایک ہی پیمانے سے ماپنے جائیں گے تو مسلمان اور کافر کے لئے الگ الگ معیار کیونکر مقرر کئے جائیں۔ خدا کا فیصلہ اور معیار سب بنی نوع انسان کے لئے ایک ہے تو کسی خاص فرقہ یا قوم سے اسے کوئی امتیازی محبت نہیں۔ خدا کے مخصوص بندے صرف وہی ہیں جو کوئی ہوں کہیں ہوں لیکن قوانین الٰہی پر عمل پیرا ہوں۔ مخصوص اعتقادات اور مخصوص شعائر کی پابندی کوئی معیار نہیں۔ یہ کسی منتر کی طرح دہرائی جانے والی یا عمل میں لانے والے شئے نہیں، جس کی بنا پر انسان کے تمام گناہ دھل جائیں۔ خدا کے نزدیک معیار نیک عمل ہے۔ افراد اور اقوام دونوں کے لئے اعمال صالح کا نتیجہ بہتر ہے اور بُرے اعمال کا نتیجہ بُرا۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے اور اس تعلیم کی سچائی اس سے زیادہ مضبوطی اور سادگی کے ساتھ کبھی بھی ظاہر نہیں ہوتی جیسی اسلامی تہذیب کے عروج و زوال کی تاریخ میں۔

آخری عباسی خلیفہ اور اس کے افرادِ خاندان بڑی بے رحمی سے موت کے

Marfat.com

گھٹ اتار دیئے گئے اور کچھ عرصہ مغل فاتحین کا مغربی ایشیا پر قبضہ جما رہا۔ لیکن ایک نسل سے کم مدت ہی گزری تھی کہ ایران کو ایسی مشکلات کا سامنا ہوا کہ مغلوں کیلئے واپس لوٹنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ رہا۔ ترک سرداروں نے اپنے صوبے پھر سے سنبھال لیئے۔ قونیہ کے سلطان نے ان صوبوں کو دوبارہ اپنے ماتحت لانے کی ناکام کوشش کی۔ اس دور میں عثمانی ترکوں کا ظہور ہوا۔

عثمانی ترکوں کا عروج جس سے اسلامی سلطنت وسیع اور مستحکم ہوئی. خاندان تیموریہ کی تاریخ سے قدرے مشابہت رکھتا ہے۔ عثمانیہ سلطنت اپنے دور عروج میں شان و شوکت کے اعتبار سے، اکبر، شاہجہان اور اورنگ زیب کی سلطنت سے کسی طور بھی کمتر نہ تھی۔ اسی دور میں تیسری اسلامی زبان نے جو پورے طور پر اسلامی ہونے کے باوجود قطعی طور پر ترکی تھی۔ ایک بے بہا ادب پیدا کیا۔ ترکی ادب اپنی لطافت اور خوبصورتی میں بے مثال تھا۔ اس زبان کی بنیاد ایک دلفریب لیکن مشکل زبان پر استوار ہے، اور شاید اس زبان کی یہی مشکل اس دور کے مستشرقین کی عدم توجہی کا موجب ہے۔ عثمانیوں کے زمانہ عظمت میں مسجدوں اور محلات کے ایسے ایسے نادر نمونے وجود میں آئے جو آج صدیاں گزر جانے کے بعد بھی فن تعمیرات میں اپنی شان و عظمت کی ناقابل انکار شہادتیں ہیں۔

اس دور کے ماہرین علوم اسلامی جو ایک مٹتے ہوئے کاروان علم و فضل کی یادگار تھے۔ بروصہ، ایڈریا نوپل اور استنبول میں جمع ہوگئے یہ تینوں شہر یکے بعد دیگر عثمانی ترکوں کے دارالحکومت رہے ہیں۔ ترکی سلاطین جو اکثر بلند مرتبہ شاعر اور فنون کے مربی تھے، خود بھی بڑے پائے کے شاعر تھے۔

عثمانی ترکوں کی شاعری میں ہمیشہ سے ایک خاص کشش اور جاذبیت رہی ہے۔ یہ عام طور پر الم ناک ہے اور یہ قدرتی امر ہے کہ ایسی قوم کے ادب میں جسے

Marfat.com

صدیوں تک ہر موڑ پر موت کا سامنا رہا ہو اس کے سوا اور کس چیز کو تلاش کیا جا
لیکن اس شاعری میں یاس و ناامیدی نہیں اور ترک قوم کی قومی خصوصیات کی بنا
سے اس شاعری میں مطالعہ فطرت کی طرف نمایاں رجحان موجود ہے۔ ترکی ادب
میں چینی ادب کی جانب (جس سے ہم ترجموں کی وساطت سے روشناس ہو
ہوں) ایک میلان موجود ہے اگر مجھ سے یہ پوچھا جائے کہ ترکوں نے اسلامی
تہذیب کو کیا کچھ دیا تو میں بے جھجک کہہ دونگا کہ انہیں خانگی زندگی کی پر مسرت
دل آویزی۔ پہلی جنگ عالمگیر سے قبل ان کی گھریلو زندگی میں وہی شرافت اور
گہرائی موجود تھی جو ان کی نظموں کا امتیازی نشان تھا جو ہر اس قوم میں پیدا ہو جاتا
ہے جو ہر لمحہ کسی عزیز مقصد کے لئے جان دینے کے لئے تیار ہو اور جس انداز
سے انہوں نے اپنی جانیں دیں اور جس حوصلے اور ہمت سے ان کی خواتین نے
ان صدموں کو برداشت کیا ہر ایک پر روشن ہے۔ ان کے ہر عمل میں ایک شان
اور ایک سلیقہ موجود تھا۔ یہ ایسے کمالات تھے جو دنیا کی ہر قوم کے نزدیک قابل رشک ہیں
عثمانی ترک سب سے اوّل سپاہی تھے، پھر شاعر، پھر سیاست دان اور
چوتھے درجے پر عالم دینیات۔ اسی وجہ سے اگر مذہبی معاملے میں انہوں نے دوسروں
پر اعتماد کیا تو ان کا قصور نہیں۔ چونکہ مذہب کی زبان عربی تھی اور اس میں صرف
علما ہی کو دسترس حاصل تھی، انہیں تلاوت کلام مجید سکھائی گئی تھی اور کلام مجید کی
محض تلاوت جس میں ترجمہ اور مفہوم نہ ہو قابل خیر و برکت تصور کی جاتی ہے۔ ترک
سپاہی تھے اور ان کا یہ انداز ہر جگہ موجود تھا۔ ترک اپنے روحانی ماہرین پر بھی اتنا
اعتماد رکھتے جس قدر ان کو اپنے فوجی جرنیلوں پر تھا۔ لوگ اس انحطاط میں بھی اس
طرح مطمئن تھے جس طرح دورِ عروج میں تھے۔ کیونکہ انحطاط بتدریج اور غیر محسوس
طور پر آتا گیا اور سب پر یکساں اثر کیا۔ ان کو اس زوال کا احساس نہ تھا جو درحقیقت

Marfat.com

ان پر آچکا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ تمام شان اور عظمت موجود تھی جو ان کو دورِ عروج میں میسر تھی۔

ابتدائی اور ثانوی سکولوں کا وجود ابھی قائم تھا اور یونیورسٹیاں بھی موجود تھیں۔ لیکن اب ان مکتبوں میں قرآن کریم صرف روانی سے پڑھایا جاتا تھا۔ ترجمے اور مفہوم سے اغماض برتا جاتا تھا۔ یہاں فقہ کے مسائل پر بحثیں ہوتیں۔ اسلامی فقہ کی تعلیم ہر مسلمان کے لئے ضروری تھی۔ لیکن اس انداز سے پڑھائی جاتی کہ ذہن کے لئے ناقابلِ فہم ہوتی۔ انصاف، صفائی، پولیس اور رفاہ عامہ کے محکمے موجود تھے، لیکن ان میں قوت عمل ختم ہو چکی تھی۔ ترکوں کو اس زمانے میں اپنے زوال کا احساس اس وقت ہوا جبکہ یورپی حکمرانوں نے ترکی عیسائی رعایا کے لئے بہتر حالات پیدا کرنے کے لئے ملکی مسائل میں مداخلت شروع کر دی۔ انہیں اپنی فوجی طاقت کی فرسودگی اور کمزوری کا اسوقت احساس ہوا جب زمانہ حاضر کی تمام اسلحہ سے آراستہ فوج سے ان کا مقابلہ ہوا۔ ان کے جوشِ عمل اور معاملہ فہمی کا اعتراف تو ضرور کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے پوری قوت سے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کی

اسلام کے دورِ زوال میں اگرچہ ترکوں کی حیثیت ایک نادان رہنما کی تھی لیکن احیائے ملت کی جدوجہد میں اس کو دانائے راز رہنما کا مقام حاصل تھا۔ گزشتہ پچاس سال کا ترکی ادب قدیم ترکی ادب سے قطعاً مختلف ہے۔ جدید ادب میں اگر ایک طرف نامق کمال اور اکرم کے وجد آور نغموں میں وطن پرستی کی روح جلوہ گر ہے تو دوسری طرف شہزادہ سعد حلیم پاشا مرحوم کی تصنیف "اسلام الشمق" یعنی مشرف بہ اسلام کردہ بھی موجود ہے جس میں شریعت کے اصولوں کو دورِ حاضر کی زبان کے سانچے میں ڈھالا گیا ہے۔ سعد حلیم کا انداز تشریح اور توضیح ملاؤں کے مسلک سے یک لخت مختلف ہے۔ ترکی کا موجودہ ادب ترقی پسند اور تعمیری

Marfat.com

ہے۔ باوجود ان صبر آزما اور انقلابی ہنگاموں کے جن سے ترکوں اور ان کی اسلامی سلطنت کو واسطہ پڑا یہ ادب مستقبل کے لئے ایک امید افزا پیغام ہے۔ ترک غازی آج بھی ہیرو سمجھے جاتے ہیں اور "قانلی کفن" (خونی کفن) آج بھی بہادروں کے کارناموں کا صلہ سمجھا جاتا ہے، لیکن جس جہاد کا آج چرچا ہے وہ دم توڑتی ہوئی سلطنت کے بچاؤ کے لئے نہیں بلکہ وہ انسانی آزادی، انسانی ترقی اور انسانی بھائی چارے اور خدا کی اطاعت کے لئے ہے۔

ترکی کا انقلاب اسلام کی نئی زندگی کا آغاز تھا جس کے آثار آج اسلامی دنیا کے کونے کونے میں جلوہ ریز ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ملائیت اسلام کے زوال کا موجب تھی اور آج شجر اسلام کی بقا کے لئے علم کی روشنی کی ضرورت ہے مسلمان کے لئے علم کا حصول بے حد ضروری ہے چاہے اسے چین ہی کیوں نہ جانا پڑے اس پوشرے کے جہالت اور تاریکی میں پنپنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

---

Marfat.com

# تیسرا خطبہ

# اخوت

میں آج آپ سے اسلامی اخوت کے بارے میں کچھ عرض کروں گا اور اس پر بحیثیت آئین اور نصب العین کے اپنے خیالات ظاہر کرونگا۔ اپنے موضوع کی ابتدا قرآن مجید کی ان سینکڑوں آیتوں میں سے ایک آیت سے کرتا ہوں جو اس موقع پر پیش کئے جاتے ہیں۔

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا و انتم مسلمون ہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا کذلک یُبین اللہ لکم اٰیاتہ لعلکم تھتدون ہ

اے ایمان والو! اللہ کے ساتھ اپنے فرائض کا پورا پورا خیال رکھو اور مسلمان ہونے سے پہلے نہ مرو اور سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور آپس میں جدا نہ ہو۔ اپنے اوپر خدا کی مہربانی کو یاد کرو کہ تم دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں کو جوڑا اور تم لوگ اس کی مہربانی سے بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے تھے۔ اس نے تم کو اس سے بچایا۔ اس طرح اللہ تم کو اپنی

Marfat.com

آیات کھول کر بتاتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

کلام مجید کی ان دو آیتوں میں اس ترقی کی طرف اشارہ ہے جو اسلام کے ظہور کے فیض سے چند مہینوں میں ہوئی اور تمام مسلمانوں کے نام ایک حکم ہے کہ شریعت پر عمل پیرا رہ کر اس راستے پر جمے رہیں اور پھر اس ناپاک صورت حال کے دوبارہ وجود میں آنے کو ناممکن بنادیں جس نے عرب میں قبیلوں اور جماعتوں کو خانہ جنگیوں کی وجہ سے انسانی تہذیب کی مکمل تباہی و بربادی کا سامان پیدا کر دیا تھا۔ حضور سرکار دو عالم صلی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"مسلمان ایک مضبوط دیوار ہیں، جس کے ایک حصے نے دوسرے حصے کو سہارا دے رکھا ہے۔ ملتِ اسلامیہ ایک جسم کی مانند ہے۔ اگر اس جسم کی آنکھ میں تکلیف ہو یا اس کے پاؤں کے تلوے میں کانٹا چبھے تو تمام بدن لازمی طور پر ایک درد و رنج اور بیتابی و اضطراب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔"

حضور سرورِ کائنات ؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جبل عرفات میں جہاں وہ لوگ کثرت سے جمع تھے جو کچھ عرصہ پہلے ایسی بت پرستی میں مبتلا تھے جس نے ان کے ضمیروں کو مردہ کر دیا تھا، فرمایا۔

اے لوگو! میری بات غور سے سن لو اور سمجھ لو کیونکہ میں نہیں سمجھتا کہ اس کے بعد پھر کبھی ایسے موقع اور اس مقام پر میں تم لوگوں کے درمیان موجود رہونگا۔ آپس میں ایک دوسرے کے لئے تمہاری جان، تمہارا مال اور تمہاری آبرو اسی طرح قابل احترام ہے۔ جس طرح آج کا دن یہ مہینہ اور یہ شہر، یاد رکھو تم کو خداوند عالم کے روبرو حاضر ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی۔

"خداوندِ عالم نے وراثت کی رو سے ہر حقدار کو حق دیا ہے۔ اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔ لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پہ پیدا ہوا۔ زنا کار کے

Marfat.com

لیے بہتر ہے اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔"

جو اولاد اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرے اور غلام اپنے آقا کے سوا کسی اور سے اپنی نسبت کرے۔ اس پر خداوند عالم، فرشتوں اور تمام بنی نوع کی لعنت ہوگی۔

اے لوگو! تمہاری بیویوں پر تمہارے اور تم پر تمہاری بیویوں کے حقوق ہیں ان کو اپنی حیثیت کے مطابق اچھا کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے لطف و مروت اور حسن سلوک سے پیش آؤ۔ کیونکہ وہ تمہارے پاس خدا کی طرف سے امانت ہیں، اور خدا ہی کے حکم سے تم پر حلال کی گئی ہیں اور اللہ کی مقررہ حدود کا احترام کرو، اور ان سے تجاوز نہ کرو۔

سود باطل قرار دیا جاتا ہے۔ مقروض اصل زر ہی واپس کرے گا اور میں سب سے پیشتر اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔ اپنے غلاموں کو وہی کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو، اور اگر وہ ایسا قصور کر بیٹھیں جو تم معاف نہ کر سکو تو ان کو الگ کر دو کیونکہ وہ بھی اسی خدا کے بندے ہیں جس کے تم ہو۔ ان سے قطعاً بدسلوکی نہ کرو۔ زمانہ جاہلیت کے تمام خون باطل کر دیئے گئے اور سب سے پیشتر میں اپنے خاندان کی جانب سے ربیعہ بن الحراث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔ اے لوگو! خوب سن کر سمجھ لو کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت نہیں، تم سب ایک آدمؑ کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے بنا تھا۔ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ کسی کو دوسرے کا حق غصب نہیں کرنا چاہیئے۔ اپنے آپ کو نا انصاف بننے سے بچاؤ۔

جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ پیغام ان تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں۔

اس خطبہ کے اختتام پر حضور سرورِ کائناتؐ نے ان کثیر التعداد لوگوں کے جوشِ عقیدت

Marfat.com

سے مسرور ہو کر جو چند سال یا چند ماہ پیشتر اسلام کے دشمن تھے بلند آواز سے فرمایا۔ "اے خداوندِ عالم میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا اور اپنی امانت ادا کر دی۔" اس ارشاد کے جواب میں ہزاروں صدائیں ہر طرف سے بلند ہو گئیں "ہاں آپ نے پیغام پہنچا دیا۔" حضور نے ارشاد فرمایا، اے خدا گواہ رہو۔

حضور رسالت مآبؐ نے کبھی محض اصولوں کی تعلیم و تلقین کو ہی کافی نہیں سمجھا بلکہ آپ نے ہمیشہ اپنی تعلیم پر خود عمل کر کے نمونہ پیش کیا اگرچہ حضور صلعم حقیقی معنوں میں عرب کی شہنشاہی حاصل کر چکے تھے، لیکن اس کے باوجود آپ نے نہ کسی مسند شاہی کو زینت بخشی اور نہ ہی شاہی فرامین جاری کئے۔ حضور اپنی ملت کے ایک فرد تھے اور آپ کی رہنمایانہ حیثیت ایک ایسے امام کی سی تھی جو اپنی تعلیمات پر خود چل کر مثال قائم کرے۔ جب حضور نے اسلامی اخوت کا اعلان فرمایا تو اپنے آپ کو اس میں شامل رکھا۔ حضورؐ سب مسلمانوں کے بڑے بھائی تھے اور ہیں۔ غرض حضورؐ کی شخصیت اسلامی تعلیمات کا پیکر مجسم تھا۔

اخوت کے متعلق مسلمانوں کو کسی دوسرے مذہب یا عقیدہ یا قوم سے کسی قسم کی شرمساری کی حاجت نہیں۔ مسلمان آج اس گئے گزرے زمانے میں بھی اخوت سے متعلق اپنے کارنامے اور کمالات نمونہ کے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے پیرو ربوبیت الٰہی اور اخوت کا اعلان تو ضرور کرتے ہیں لیکن اس اعلان و اعتقاد ایک کشمکش میں مبتلا دنیا کے لئے کبھی کسی عملی فائدہ کا موجب نہیں ہوا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ دوسری قوموں نے اس منتہائے نظر توڑپتی اور سسکتی دنیا کی عملی امداد سے اس درجہ ظالمانہ بے اعتنائی برتی ہے کہ انسانی ظلمت کدہ کے اس رنج و غم کے اسیر نے مذہب کو ایک ظلم و جبر سمجھتے ہوئے خود مذہب ہی کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا اور اپنا عقیدہ ان انسانیت پر ست کلیات پر مضبوط کر لیا ہے

Marfat.com

جو ایک غلط مماثلت کی وجہ سے مذہب کی بجائے کفر اور الحاد سے وابستہ ہے اور ان نئے بتوں کو دنیا والوں نے آزادی، مساوات اور اخوت کے نام دیئے، اور انسانیت کا دل مارکس کے مادی صحیفہ کا شکار ہو گیا ہے۔

آزادی، مساوات اور اخوت، ان میں سے کوئی شے عمل کے قابل ہے۔ انسانی معاشرے میں آزادی اور مساوات ہمیشہ صرف اضافی حقیقتیں سمجھی جاتی رہی ہیں کیونکہ ان کا مکمل ظہور ناممکن ہے۔ کسی فرد یا قوم کی آزادی ہمسایہ افراد و اقوام کی آزادی سے محدود رہیگی۔ آزادی اور مساوات کے مفہوم کا تعین بھی بے حد مشکل ہے۔

حقوق انسانی کو معاشرے میں انسانوں کے وجود سے الگ کوئی چیز ماننا اسلامی نقطہ نظر سے ایک نامعقول سی بات نظر آتی ہے۔ کوئی انسان اپنے حقوق ماں کے پیٹ سے ہی ساتھ نہیں لاتا بلکہ عطیات اور ایک فطری شعور ساتھ لاتا ہے۔ معاشرے میں حقوق عطیات کے استعمال اور خواہشات کے دبانے سے پیدا ہوتے ہیں اور فرائض کی نسبت سے متعین ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی خارجی موجود نہیں۔ تمام انسانوں کے لئے تمام طرح کی مساوات کا مطالبہ بعید نامعقول ہے، اور اس پر عمل کرنے کا بندوبست انسانیت کو مفلوج کر دینے کی کوشش ہے تمام افراد کے لئے مساوات کا مطالبہ ایک ایسا مطالبہ ہے جس کی وسعت و نوعیت کے متعلق ایسی اختلاف رائے ہے جس پر دنیا محض بحث و نزاع نہیں بلکہ لڑائی تک کے لئے آمادہ ہے۔ اگر ایک شخص برطانوی دستور کو مکمل آزادی سمجھتا ہے تو دوسرے کو عروس آزادی کے درشن روسی نظام کے علاوہ کہیں اور نظر ہی نہیں آتی۔

آج آزادی اور مساوات کے لئے ایک عالمگیر نوعیت کی جنگ جاری ہے جس کی گرم جوشی و انہماک میں اخوت کو اس درجہ فراموش کیا جا رہا ہے کہ یہ

Marfat.com

مفقود و نابود ہو رہی ہے۔ حالانکہ اخوت اس وقت آسانی سے میسر آ سکتی تھی جب نیک نیتی اور خیر اندیشی سے قانونی ضابطہ کو مذہبی پابندیوں کے ساتھ اپنے لئے لازم کر لیا جاتے، لیکن اگر آپ کو اخوت کے عملی وجود کی جستجو ہے تو نہ تو گزشتہ تاریخ عالم میں اس کی کوئی مثال مل سکے گی اور نہ ہی موجودہ دنیا میں یہ لفظ کہیں شرمندہ تعبیر نظر آتے گا۔ اگر دنیا کو یہ دولت کبھی میسر رہی تو صرف اسلام کے دامن ہی میں۔ یہ حالات انسان کو اس نتیجے کے لیے مجبور کرتے ہیں کہ انسانی برادری کی صورت میں کسی جمہوریت کا قیام الہیت کے اقرار و اعتراف کے بغیر ممکن نہیں۔ نبی ناصری نے انسانی برادری کا ایک نصب العین پیش کیا جس کی بنیاد عملی طور پر الہیت پر ہے جو یہودیوں میں رائج تھی۔ لہذا اس پر کبھی عمل نہ ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ الہیت عیسائیت میں کبھی معاشرے کی بنیاد تو کیا نظام حکومت کی بنیاد بھی نہ بنی۔ حضور سرورِ دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخِ عالم میں سب سے پیشتر نہ صرف انسانی ہمدردی کا علان فرمایا بلکہ اس انسانی ہمدردی پر تمام معاشرے کی بنیاد رکھی اور اسے زندگی کے بنیادی اور عملی قانون کا مرتبہ عطا کیا۔ انسان کی حقیقی ترقی کی بنیاد اخوت ہی ہے۔ اور اسلام کے تمام قواعد کا میلان اسی طرف ہے۔ معاشرتی تفریق قائم رہی اور انفرادی آزادی پر وہ پابندیاں بھی قائم رہیں جو ایک منظم جماعت کے لئے لازمی ہے۔ لیکن اسلام نے افراد و اقوام میں کردار، مقام، دولت اور طاقت و اختیار کے قسم قسم کے اختلافات کے باوجود مستقل باہمی برادرانہ تعلقات استوار کئے حضور نے ارشاد فرمایا "جو غلام نماز پڑھتے ہیں تمہارے بھائی ہیں" یہ کوئی زبانی باتیں نہ تھیں بلکہ مسلمانوں نے غلاموں کے ساتھ درحقیقت بھائیوں جیسا سلوک کیا۔ اقوامِ عالم کے باہمی تعلقات سے بھی اسلامی برادری اور قوم پیدا

Marfat.com

ہوئی جو خدا کے فضل وکرم سے آج بھی موجود ہے۔ حضور نے مسلمان اقوام کے دلوں میں جارحانہ قومی جذبات کو یہ ارشاد فرما کر مٹایا "وہ ہم میں سے نہیں جو ظلم میں اپنے قبیلے کا ساتھ دیتا ہے اور وہ ہم میں سے نہیں جو دوسروں کو ظلم میں شمولیت کی دعوت دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں جو اپنے قبیلے کی ظلم میں مدد کر رہا ہو اور اسی دوران میں مر جائے"۔

اسلام نے ایک ایسی عالمگیر ملت کی بنیاد رکھی جس کی وجہ سے محدود و فرد تر قومیت کا نشہ مسلمان قوم سے کافور ہو گیا جس کی بدولت اپنے ملک کی حفاظت کے لئے سچ اور جھوٹ کے لئے جنگ کرنا ان کو زمانہ جہالت کی ایک مجنونانہ حرکت نظر آنے لگا۔ حضور نبی اکرمؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "راستی پر عمل کرنے والا حبشی ناراستی پر عمل کرنے والے قریش سے فرمان روائی کا زیادہ حقدار ہے"۔ نسب، دولت اور قوت کے مقابلے میں حضور نے خدمتِ ملت اور خدمتِ خلق کو قوم کے لئے عزت واحترام کا معیار بنا دیا۔

دوسروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو جیسا سلوک تم دوسرے سے چاہتے ہو۔ تم اس اصول کی راستی کا احمقوں کو کس طرح قائل کرو گے۔ اور اکثر لوگ اس طرح کی معاشرتی صداقتوں کو اپنے ذاتی مفاد کی خاطر سمجھنے سے قطعاً عاری ہوتے ہیں۔ سوائے اس کے کہ ان کو احساس دلایا جائے جب وہ اوروں پر ظلم کریں۔ بالکل اسی طرح دوسرے بھی محسوس کرتے ہیں، جب ان کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے۔ اس لئے قصاص کا قانون جسے بعض لوگ کسی حد تک ظلم سمجھتے ہیں۔ یہ اصول جس کی مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے ظالمانہ نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو زیادتی یا قصاص کو جرم کی نوعیت تک بڑھانے کی سخت ممانعت ہے۔ مسلمانوں کو سزا دینے میں کوئی معیار بنانے کی ممانعت کی گئی ہے اور کسی مجرم کو اس کے جرم

Marfat.com

سے زیادہ سزا دینا تاکہ اوروں کو عبرت حاصل ہو کی سخت ممانعت ہے۔

ایاکم والمثلۃ و لو بالکلب العقود

تم پر افسوس ہے اگر تم ایک جنگلی کتے کو بھی عبرتناک سزا دو۔ قصاص لیتے وقت بے لاگ انصاف ہی سزا کی ایک مثال ہے جو بنی نوع انسان کے لئے درحقیقت قدر قیمت کا حامل ہے۔

جیسے کہ قرآن حکیم میں احکام الٰہی درج ہیں۔ محض اس اصول کی توضیح ہیں۔ کہ "دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھو جیسا سلوک تم خود چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ ہو" اسلامی تعلیم کا یہ اصول اس قدر صاف اور واضح ہے اور اسطرح آسان ہے کہ فرد اور جماعت دونوں کو مختلف حالات میں اس پر عمل کرنے کی ضرورت اور طریقہ پر کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ سود جماعتی مفاد کے لئے ہلاکت کا پیغام اور جذبہ اخوت اور مروت کے لئے موت ہے۔ اس لئے کہ ایک بھائی کے احتیاج کا ناجائز فائدہ اٹھانا رزالت ہے اس لئے ارشاد فرمایا۔

یمحق اللہ الربوا و یربی الصدقات واللہ لا یحب کل کفار اثیم۔

خداوندِ عالم سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بار آور بناتا ہے۔ اللہ کسی ایسے گنہگار کو پسند نہیں کرتا جو ناشکر گزار ہو۔

دولت کو بخیل کی طرح سمیٹے چلے جانا بنی نوع انسان سے ظلم کے مترادف ہے۔ اس لئے مسلمان کو دولت خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ اس کی اپنی ضروریات سے کچھ بچے تو اس کو خرچ کرے۔ میں نے سود کے متعلق جس آیت کا حوالہ دیا ہے اسمیں ایک حقیقت پوشیدہ ہے جسکے متعلق اکثر لوگوں کو علم نہیں اور وہ بات یہ ہے کہ دولت حاصل کرنے کیلئے تگ و دو انسانی تہذیب و خوشی کو زیادہ کرتی ہے اور تہذیب و مسرت کا حاصل کرنا صرف دولت کی مناسب گردش یعنی لوگوں میں سے دولت کے لئے حرص و ہوا کو کم کرنے اور

Marfat.com

ان کے فیاضی کے جذبے کو ابھارنے سے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔
آج کئی مسلمان حرمت سود کو ایک دقیانوسی قانون قرار دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں نے اس دور کی شان وشوکت کو حقیقی نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ اس زمانے کی کاروباری زندگی کے کئی طریقے جن کو اسلام ناجائز سمجھتا ہے۔ بظاہر بے ضرر معلوم ہوتے ہیں جس کی مذمت ہر معقول اور شائستہ انسان کرتا ہے۔ بدترین سود کے بدل کے طور پر موجودہ مالیاتی نظام نہایت غنیمت نظر آتا ہے لیکن اس کا معاشرتی اثر ہمیشہ مروت اور انسانیت کے جذبے کے برعکس ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی بربادی پر جسے بمشکل ایک صدی گزری ہے۔ آج سوشلزم کمیونزم اور سینڈیکلزم کیوں آمادہ ہیں اور جس کے حامی آج اس جلدی میں ہیں کہ معقول اقدامات کئے جائیں تاکہ متاثر اکثریت کو نجات حاصل ہو جاتے اور اس کی کیا وجہ ہے کہ جب بولشویکوں کو روس میں اقتدار حاصل ہوا تو انہوں نے سب سے پہلے سود کو ختم کرنے کی کوشش کی اور سود کی ممانعت ہر قسم کے اشتراکی نظام میں کیوں لازمی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ سود سرمایہ دارانہ نظام زندگی کی بنیاد ہے اور ان لوگوں کی نظروں میں جو سود کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ سود تمام معاشرتی دھاندلیوں کی بنیاد ہے۔ اسلامی شریعت نے سود کو حرام اور تجارت کو حلال گردانا۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ کلام مجید میں جو تجارت حلال اور جائز قرار دی گئی ہے وہ آج کل کی بے اندازہ منافع اندوزی کی تجارت نہیں جو میرے نزدیک سود سے کسی طرح کم نہیں اور اس تجارت کا فروغ بھی عوام کی بیچارگی اور بے بسی پر موقوف ہے۔ شراب اور جوا معاشرتی گناہ اور عیوب ہیں۔ نشہ آور اشیاء کا استعمال ممنوع ہے اور اسی طرح وہ کھیل جن میں کامیابی کا امکان محض اتفاقی ہوتا ہے ممنوع ہیں اس میں شک نہیں کہ اسلام نے

Marfat.com

شخصی ملکیت کی اجازت دی ہے لیکن یہ نظریہ کہ جائداد محض افراد کی ملکیت ہو اور اسے اپنی مرضی کے مطابق خرچ کریں اور وصیت کے ذریعے جسے چاہیں دے سکیں ایک معاشرتی گناہ سمجھتے ہوتے مردود قرار دیا گیا ہے۔ مال اور دولت خدا کی ایک امانت ہے اور شریعت کی صاف اور واضح شرائط کے تحت انسان اس کا مالک ہے اور مسلمان کی آمدن میں ایک خاص حصہ مفلسوں اور محتاجوں کا ہے اور اس کا ایک خاص حصہ ہر سال قوم کے لئے وقف کرنا چاہئیے۔ جب کوئی صاحب جائداد مسلمان وفات پاتے تو اس کی جائداد ایک خاص نسبت سے اس کے رشتہ داروں میں تقسیم ہونی چاہئیے۔ مسلمان کی دولت میں اسلام نے مردوں اور عورتوں کے مخصوص حصے مقرر کئے ہیں۔

جارحانہ قومیت کا تخیل انسانیت کے لئے زہر قاتل ہے۔ اسی وجہ سے اسلام نے اس جذبہ کو مٹایا۔ اسلامی اخوت نے نسل و رنگ کے امتیازات کو بالکل مٹا دیا اور اخوت کے قانون نے انسانوں کے درمیان ذلت، نفرت اور تکبر کے جذبات کو نیست و نابود کر دیا ہے۔ البتہ پیشوں کا اختلاف قائم رہتا ہے۔ اسلامی تہذیب ایک مکمل نظام ہے جو انسان کے خیال و عمل کے ہر میدان پر حاوی اور مادیات اور روحانیات پر یکساں مسلط ہے۔ تاریخ عالم میں اس نظام نے عمل پیرا ہو کر ایک بے مثال کامیابی اور کامرانی حاصل کی۔

اپنے گزشتہ خطبے میں اسلامی تہذیب کے زوال کی تاریخ پر تبصرہ کرتے ہوتے میں نے اسلامی شریعت کے بعض احکامات کی خلاف ورزی کو اس زوال کا سبب قرار دیا۔ اگرچہ اسلامی نظام اس دور میں کہیں بھی مروج نہیں لیکن اس گئے گزرے زمانے میں بھی کم از کم اخوت کے اعتبار سے تو مسلمان قوم دوسری اقوامِ عالم سے آج بھی اس قدر مہذب ہیں جس قدر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

عمر بن عبدالعزیز، ہارون الرشید، صلاح الدین یا سلیمان کے عہد میں تھے۔ اسلام نے دنیا کی تاریخ میں ہر حیثیت اور انداز کے انسانوں کو جن کا تعلق مختلف جماعتوں اور قوموں سے تھا اور ہے۔ ایک ایسی عظیم ملت واحد پیدا کی ہے۔ جس کی محبت نسبت اور یگانگت کا رشتہ مخالف فوجوں کے حملوں، عیارانہ اور شاطرانہ چالوں سے مرعوب نہ ہو سکا۔

جمعیۃ الاقوام (LEAGUE OF NATIONS) تمام قوموں کے باہمی اتحاد اور اتفاق کے لئے ایک بین الاقوامی امن و ترقی کا نظام مہیا کرنے کی خاطر وجود میں آئی۔ یہ ادارہ اس بلند مقصد کا ایک نہایت ہی حقیر نمونہ نظر آتا ہے جو مقصد اسلام نے عالم انسانیت کے سامنے مسلمانوں کے عمل سے پیش کیا۔ جمعیۃ الاقوام قسم قسم کی دشواریوں سے دوچار ہے۔ اس ادارہ کو ظالمانہ یا جارحانہ قومیت اور سامراج کو اس لئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس میں ایسی اقوام شامل ہیں جو اس طرح کے انسانیت سوز اصولوں کے حامی اور پرستار ہیں۔ اس وجہ سے یہ توقع رکھنا کہ لیگ ان تمام اصولوں کو مان کر موجودہ مشکلات کے باوجود انسانی دکھ کا کوئی علاج پیش کرے گی ایک خوش فہمی سے زیادہ نہیں۔ انسانیت کے مصائب و آلام کا مداوا تو اس اصول کے عملی اعتراف سے ہو سکتا ہے کہ اقوام کو بھی افراد جیسے حقوق حاصل ہوں اور ان کے لئے بھی وہی اخلاقی معیار اور قوانین معین کئے جاتیں جن افراد کے معیار کو پرکھا جاتا ہے۔ لیگ آف نیشن کا منتہائے نظر اور اس کا مقصدِ اعلےٰ اسلامی اخوت جیسا نظام ہونا چاہئیے۔ کیونکہ مسلمانوں میں دلوں کا اتحاد موجود ہے۔ کسے معلوم نہیں کہ اسلامی دنیا کی سیاسی بے بسی اور بے اطمینانی کے باوجود تمام دنیا کے مسلمانوں کے دل آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ اور اسی جذبے کا عمل ہے کہ بعض غیر مسلم چلا اٹھتے ہیں کہ مسلمان قومیت پرستی

Marfat.com

کے دعووں کے باوجود وطن پرستی کے قائل نہیں۔ ان میں تو مذہبی جوش کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے ۔ یہ بدقسمت لوگ جو مسلمانوں پر اس طرح کے اعتراضات کرتے ہیں چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنے بلند اور برتر بین الاقوامی اصولوں کو چھوڑ کر جارحانہ قومیت اختیار کریں۔ لیکن خدانخواستہ اگر مسلمانوں نے کبھی ایسی حرکت کی تو وہ کلام مجید کے الفاظ میں "بہترین شعار کے بدلے بدترین شعار حاصل کریں گے" جس طرح کہ قدیم زمانے میں بنی اسرائیل نے کیا۔ اسلام ان مسائل میں یورپ سے تیرہ سو سال آگے ہے ۔

اسلامی اخوت کا قیام اور اس کی ہمہ گیر خصوصیات چند اصولوں پر مبنی ہیں۔ یہ ایسا بے مثال جذبہ ہے کہ جس کی وجہ سے گورے اور کالے، سرخ اور سفید کا امتیاز ختم ہو گیا اور سب کو مکمل اتحاد کی دولت عطا ہوتی ۔ اس جذبہ کی بدولت غریب و امیر، نادار و مالدار، آزاد اور غلام، حاکم و محکوم کے مطالبات کا آپس میں ایک ربط قائم ہے ۔ اس جذبے کا زبردست مظاہرہ ہماری روزانہ اور ہفتہ وار نمازیں ہیں۔ جس میں روزانہ یا ہفتہ میں ایک بار ہر جمعہ کے دن مسلمان وسیع پیمانے پر جمع ہوتے ہیں ۔ جہاں ایک ہی صف میں غریب و امیر کھڑے ہوتے ہیں اور امام کا انتخاب دولت و منصب و جاہ کو مدِ نظر رکھ کر نہیں کیا جاتا بلکہ تقویٰ اور پرہیزگاری اور علم کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے ۔ دوسرا اہم رکن حج ہے جو اسلامی تہذیب کا اہم جزو ہے جس کو عام طور پر اسلام پر پھبتی کہنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو حج کی مثال دیتا ہے، اور اسلام کو موجودہ زمانے کی رفتار سے پیچھے ثابت کرنے میں اس کو ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے ۔ حج میں بادشاہ، گدا، امیر و فقیر، آقا اور غلام سب ایک ہی طرح کے موٹے لباس میں ملبوس ہوتے ہیں اور ایک ہی طرح ایک قسم کے شعائر ادا کرتے ہیں۔ اس موقعہ

Marfat.com

ی قطعی مساوات پائی جاتی ہے جو موت ہی شاہ گدا کے درمیان پیدا کرسکتی ہے۔
حسب حیثیت مسلمان پر کم از کم ایک حج کرنا فرض ہے۔ حج پر جاتے وقت
ان وصیت کرتا ہے۔ گھر، بار، کاروبار ہر چیز سے منہ موڑ لیتا ہے طویل
ہر آزما سفر بغیر کسی منافع کے لالچ کے کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے لیکن
س کا مقام ہے کہ دنیا میں کئی ایسے لوگ موجود ہیں جو اس مقدس سفر کو جو مسلمان
لئے ہزاروں برکتوں اور سعادتوں کا سرمایہ دار ہے ایک رنج رائیگاں سمجھتے

اس کے بعد رمضان شریف کے روزوں کا درجہ ہے۔ یہ ایک سالانہ تربیت
ینہ ہے جس میں ہر مسلمان کو سوائے بیمار اور مسافر کے صحیح معنوں میں صبح
شام تک روزہ رکھنا پڑتا ہے اور بادشاہ و گدا سب پر روزہ فرض ہے
س مہذب دور میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کو
کفر کفر نہ باشد ) ایک عبث فعل کہتے اور سمجھتے ہیں لیکن ہر وہ انسان جو
زندگی کے نشیب و فراز پر ذرہ بھی غور کرسکتا ہے وہ یہ جانتا ہے، کہ
مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لئے اس طرح کی تربیت اشد ضروری
ران کو ایک لمحہ کے لئے بھی روزے کی افادیت سے انکار نہیں۔ ہر
زندگی کی کشمکش میں وقت آنے پر سپاہی کا انداز اختیار کرنے کے لئے
نا چاہیئے اور خاص طور پر ان لوگوں کو جو بنی نوع انسان کی ترقی کے خواہاں
وقت تیار رہنا چاہتے ہیں۔ دراصل یہ تمام ہنگامی قوانین۔ حضور سرکار
علیہ السلام کے اس ارشاد پر، موتوا قبل ان تموتوا ۔ یعنی موت سے
جاؤ۔ کی ایک عملی تفسیر ہے اور درحقیقت دین اسلام خداوند عالم کی
طرح کلام مجید وحی کیا گیا ہے۔ انسانی ارادہ اور راستے کی قربانی کا نام

Marfat.com

ہے۔ نماز کی طرف ذرا دھیان دیجئے جاتے نماز (مصلی) بالکل قبر سے مشابہ
رکوع اللہ کی شہنشاہیت کو تسلیم کر کے سر نیاز خم کرنا ہے۔ سجدہ اشارہ
موت ہے جس کے معنی قیامت کے دن خدائے بزرگ و برتر کے حضور
پیش کرنا ہے۔

ماہ رمضان شریف میں مسلمان اپنا تمام نظام حیات تبدیل کر دیتے
شام تک امیر و غریب سب بھوک کی صعوبت برداشت کرتے ہیں او
آذان ہو جاتی ہے تو مسلمان بادشاہ پانی کا ایک گلاس خدا کا شکر ادا کر

حج کے سفر پر مسلمان گویا سفر آخرت کے لئے کمربستہ ہوتا ہے وہ
چھوڑ دیتا ہے، اپنے قرض چکا دیتا ہے۔ اپنی وصیت کرتا ہے اور
تمام مصیبتوں سے نجات حاصل کر لینے کے بعد گھر سے چل پڑتا ہے۔

زندگی اپنی رعنائیوں اور دلآویزیوں سے بنی نوع انسان میں دشمنی او
پیدا کرتی ہے اور موت ادنٰے اور اعلٰے۔ شاہ اور گدا سب کا امتیاز
سب کو یکساں کر دیتی ہے اور موت ایک طرح کا اعلان ہے کہ خدا
ہم سب ایک ہیں اور مغرور، دولت، قوت، شان اور شوکت جو
میں ہمارے لئے وجہ امتیاز بنے ہوتے ہیں۔ قبر کی سرحد پر آ کر ختم
ہیں۔ موت بے شک زندگی کی ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے اور
جو اس حقیقت پر پردہ ڈالتا ہے وہ یقیناً راہ راست سے ہٹا دیتے
لیکن اس کا یہ مقصد نہیں کہ موت کے انتظار میں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ
اقدام اس دنیا کے حقوق سے غفلت برتنے کے مترادف ہے جس
دوسری حکومتوں کی طرح صرف اللہ کی ہے۔ اسلام ہمارے لئے
پیش کرتا ہے جس کی پیروی انسان کو موت کے خوف سے نجات

Marfat.com

اورموت ہمارے سامنے اصلی خدوخال میں پیش ہوتی ہے۔ اسلام کا راستہ امید اور مسرت کا راستہ ہے، غم اور قنوطیت کا راستہ نہیں۔ یہ حقیقتیں عام لوگوں کے لئے سادہ اور مضبوط ہیں اور دانش و بینش رکھنے والوں کے لئے بے حد حکمت آموز اور تمام انسانوں کے لئے انسانی برادری کی مضبوط ترین بنیاد۔

اسلام جیسا کہ میں نے ابھی اخوت کے بارے میں کہا تھا۔ دوسری تمام دنیا سے آج بھی اس قدر آگے ہے جس قدر اس زمانے میں تھا جبکہ اسلام کا آفتاب شوکت و عظمت کی بلندی پر چمک رہا تھا۔ اس بات سے میرا یہ مقصد نہیں کہ مسلمانوں میں اس معاملے میں کوئی زوال واقع نہیں ہوا۔ بلکہ میری مراد ہے کہ آج بھی مسلمانوں میں جو اخوت باقی رہ گئی ہے اس کا تھوڑا سا حصہ بھی دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو نصیب نہیں۔ زوال یقیناً ہوا اور جہاں کہیں بھی اور جس طرح کا زوال بھی مسلمانوں میں نظر آئے اس کا سبب حضور سرکار دوعالم کی شریعت سے انحراف ہے اور اخوت کے معاملے میں مسلمانوں کے زوال و انحطاط کی اصلی وجہ زکوٰۃ نہ دینا اور اس کے نظام کا انہدام ہے۔ زکوٰۃ عربی لفظ ہے۔ جس کے معنی ہیں کاشت کے ذریعے پیداوار بڑھانا۔

جس دور میں زکوٰۃ پابندی سے وصول اور تقسیم کی جاتی اور جو کچھ بڑھ جاتا اسے بیت المال میں جمع کیا جاتا ہے جو کہ ایک طرح کا بنک تھا جو تمام ملت کی ضروریات کو پورا کرتا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اس زمانے میں کوئی نادار مسلمان نہ تھا۔ اور ان ممالک میں جہاں آج بھی زکوٰۃ باقاعدہ وصول اور تقسیم کی جاتی ہے۔ مثلاً نجد میں۔ وہاں نادار مسلمانوں کی قلت ہے۔ اور جن ممالک میں اس نظام کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ وہاں ناداروں کی فراوانی ہے۔ یہ غفلت اور اس کے نتائج میں مسلمانوں کی زبوں حالی۔ عوام کا قصور نہیں۔ بلکہ گذشتہ دور کی ان خودسر حکومتوں کا گناہ ہے جنہوں نے تمام

Marfat.com

امور میں عوام کو نظر انداز کر دیا تھا، اور اس طرح ایک زمانے تک انہیں سبقت علم سے محروم کر دیا اور اس طرح ان کی عادت ہو گئی کہ وہ ایسے معاملات میں بھی سرکاری عمال پر بھروسہ کریں جن کا خود انجام دینا فریضہ اسلامی تھا مسلمانوں کی ترقی اور عظمت کے خواہاں لوگوں کا اولین فرض ہے ضروری تحفظات کے ساتھ زکوٰۃ کے نظام اور بیت المال کو از سر نو استوار کرنے کی کوشش کریں۔

یہ لوگ درحقیقت بہت عمدہ کام سر انجام دیں گے اگر اسلام کے مکمل نظام مالیات کا مطالبہ کریں اور بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کا سرے سے کوئی مالی نظام ہی نہیں اور نہ ہی ان میں کوئی کاروباری صلاحیت ہے اور نہ ہی سر اکبر حیدری سے پہلے کوئی ماہر مالیات گزرا ہے اور اکبر حیدری بھی انگریزی تعلیم و تربیت نے پیدا کیا۔

مسلمانوں میں بڑے بڑے ماہر مالیات گزرے ہیں اور اسلام کا نظام مالیات ایک مکمل نظام ہے۔ بلکہ درحقیقت مشکل یہ ہے کہ آج کے کاروباری لوگوں کے لئے مسلمان تاجروں اور ماہرین کے طریقوں کو سمجھنے کی سعی بھی ایک مشکل کام ہے کیونکہ مسلمانوں کے اشغال کا محور۔ ذات اور ریاست کے لئے بے جا نفع خوری کی بجائے رفاہ عامہ یعنی قوم کی خوشحالی اور بہبود تھا۔ اسلامی تہذیب کی بلندی اور استقلال میں یہ نظریہ دکھل بڑا دخیل تھا اور اس جذبہ کا آہستہ آہستہ مٹ جانا ہی اسلامی تہذیب کے زوال کا سبب ہوا۔ اسلامی مالیات پر مغربی مستشرقین نے کچھ کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ جن میں ایک امریکی پروفیسر کی کتاب خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس پروفیسر کا خیال ہے کہ اسلامی نظام مالیات کو تہذیب انسانی اور دنیائے علم میں ایک بلند مقام حاصل ہے اور وہ قدیم اسلامی نظام جو شریعت کے قانون کے ماتحت وجود میں آئے اور ایک عظیم الشان سلطنت میں ان پر عمل

Marfat.com

ہوتا رہا۔ ان مسلمانوں کے لیئے دلچسپی کا موجب ہو گا جن کے دل و دماغ میں دورِ حاضر کے نظامِ مالیات و تجارت نے ایک خلش پیدا کر رکھی ہے۔

کسی مضبوط جماعت کی تعمیر یا کسی روبہ زوال جماعت میں نئی زندگی پیدا کرنے کا یہی ایک آسان موثر ترین اور مجرب نسخہ ہے لیکن یہ طریق ہر شخص سے قربانی طلب کرتا ہے۔ جب ہم اپنے اعمال و کردار کو شریعت کے قانون کے ماتحت بنالیں تو پھر ہم کو وہ تمام مال و دولت اور عطیات جو ہم کو خداوند عالم نے عطا فرمائے۔ اپنی ذاتی منفعت کے لیئے نہیں بلکہ خدا کی رضا کے مطابق خرچ کرنا ہو گا۔ دورِ حاضر کے خداؤں کا فرمان ہے کہ "جس قدر ممکن ہو سکے مال بچاؤ اندوختہ کے لیئے کوئی کام اختیار کرو۔ رقم سود پر دے ڈالو اور کچھ نہ ہو سکے تو بنک میں جمع کرو" لیکن قرآنِ مجید کا فرمان اس کے برعکس ہے۔ جو کچھ بچ رہے وہ خرچ کرو. یعنی اپنی اور اہل و عیال کی ضروریات کے بعد زکوٰۃ معقول و مقررہ خیرات و صدقات ادا کرنے کے بعد جو کچھ بچ جاتے اسے اس طرح خرچ کرو کہ تمہارے بھائیوں کو اس سے فائدہ پہنچے اور مستحق لوگوں کی حوصلہ افزائی ہو اور بنی نوع انسان کی سرداری کا احساس و شعور اس سے پرورش پائے۔ اسلام نے سود کو قطعاً حرام قرار دیا ہے۔ یہ ایک مجبور و مایوس بھائی کے خون چوسنے کے برابر ہے۔ اس نے اسراف کی بھی اسی شدت سے ممانعت کی ہے۔ اسراف کے معنی ہیں خدا کی عطا کی ہوئی دولت و نعمت کا اس طرح ضائع کرنا کہ کسی کو اس سے کوئی فائدہ نہ پہنچے۔ اس میں شک نہیں کہ آج اسلامی شریعت کے بعض احکام حیرت انگیز نظر آتے ہیں اور دنیا اس کی مصلحت اور حکمت کے سمجھنے سے قاصر ہے کیونکہ ان احکام کی مصلحت کو سمجھنے کی خاطر اس اصول کا سمجھنا ضروری ہے کہ یہ احکام ایک ایسی جماعت کے واسطے وضع کیئے گئے ہیں، جس کی بنیاد مقابلہ اور مسابقت نہیں

Marfat.com

بلکہ برادری اور اخوت ہے۔ یہ احکام اس جماعت کے لیئے وضع ہوئے ہیں جس میں کسی کو فاقے سے مرنے نہیں دیا جاتا، اور یہ اصول جب تک جس جماعت میں رہے زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے زیادہ سے زیادہ آرام کی ایسی مثال قائم ہوگئی کہ آج تک تاریخ جس کا جواب نہ پیش کر سکی۔ میرے نزدیک آجکل کے مسلمانوں کے لئے اسلام کے مالیاتی نظام کا مطالعہ بہت اہم ہے۔

مسلمانوں کے زوال کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں نے حصولِ تعلیم کے حکم سے منہ موڑ لیا۔ ہندوستان میں تو اس ارشاد سے سرتابی ایک افسوسناک حد تک پہنچ چکی ہے۔ مگر دوسرے اسلامی ممالک مثلاً مصر اور ترکیہ میں موجودہ جدید تعلیمی دور سے پہلے بھی ایک عالمگیر تعلیم کا نظام موجود تھا، اور ہر فرد کے لیئے سکول موجود تھے۔ یہ ایک قدیمی نظامِ تعلیم تھا جو ایک زمانے میں تو ضرور رہنمایانہ حیثیت رکھتا تھا۔ لیکن امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اس نظام پر غفلت، جمود اور غنودگی طاری ہوتی چلی گئی لیکن اس کی بدولت ہر مسلمان اسلامی تعلیمات اور مذہبی فرائض سے کچھ تھوڑی واقفیت پیدا کر چکا۔ ہندوستان میں تو آجکل یہ نظام بھی مفقود ہے۔ یہاں کئی ایسے مسلمان موجود ہیں جن کو قطعاً مذہب سے کوئی واقفیت نہیں اور ممکن ہے انہیں کلمہ پڑھنا بھی نہ آتا ہو، اور اس پر طرہ یہ کہ مسلمانوں نے تقریباً تمام ممالک میں مغربی علوم کی ترویج واشاعت کی مخالفت کی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان علم کی تگ و دو میں دوسرے ممالک سے پیچھے رہ گئے اور دوسروں کو جب اپنے اوپر مسلط دیکھا اور اس کی وجہ نہ سمجھ سکے تو تمام عالمِ اسلام رنج و غم میں مبتلا ہوگئی اور مسلمان افلاس، غربت اور ناداری میں مبتلا ہوگئے اس صورت کا ایک معقول عرصے میں علاج ہو سکتا ہے اور خداوندِ عالم کا شکر ہے کہ آج کئی مسلمانوں کو اس کا علاج سوچنے کی فکر ہے لیکن

Marfat.com

تک موجودہ حالت قائم رہے گی دیکھنے والوں کے لئے اخوت اسلامیہ کی
بے مثال مشعل کی روشنی جس نے تاریخ کے اوراق کو روشن کر دیا ہے ماند پڑتی
رہے گی۔

مسلمان بادشاہوں کی رقابتیں اور سیاسی اپوزیشن اور اختلاف آرا اور نسل و
ن کے امتیازات اخوت اسلامی پر کبھی اثر انداز نہ ہو سکے نہ ہوں گے غیر مسلموں
لئے یہ کارنامہ ایک معمہ ہے۔ جب ایک اجنبی اپنے آپ کو مسلمان بتا کر
م علیکم پکارتا ہے اور دوسرے مسلمان کو مخاطب کرتا ہے تو دل میں مسرت و
ت کے جذبات ابھر آتے ہیں اور ایک سرور انگیز لہر دوڑ اٹھتی ہے اس
ن روح پرور کے احساس سے غیر مسلم کا دل ہمیشہ محروم رہے گا۔

مسلمانوں کا آپس میں اختلاف شدید اصولی اختلاف نہیں مسلمانوں کے
لافات کا تعلق مقاصد سے نہیں ذاتیات سے ہے۔ منزل سے نہیں راستے سے
ہے۔ ہر مسلمان کی اصل منزل مقصود اسلام ہے اور منزل اسلام توحید الٰہی کے
رے کی بنیاد پر مبنی نوع انسان کی اخوت کا ظہور ہے۔ ہمارا اختلاف تو محض
زل مقصد کے طریقوں کی وجہ سے تعلق رکھتا ہے۔ انشاء اللہ باقاعدہ اسلامی تعلیم
ترویج یعنی قرآن مجید کے معارف کا علم اور اسلامی تعلیمات کا زمانہ حال کی
ضروریات سے مقابلہ ہمارے اختلافات کو دور کر دے گا اور اسلامی اخوت
حدود سے متعلق جس کی آغوش رحمت میں مسلمان اور غیر مسلم سب جو اس زمین
خداوند عالم کی شہنشاہت کے خواہاں ہیں شامل ہیں۔ تمام غلط فہمیاں دور
ہو جائیں گی۔

---

Marfat.com

# چوتھا خطبہ

## سائنس - ادب و فنون

میرے اس خطبے کا موضوع سائنس فنون اور ادب میں مسلمانوں کا
ہے ۔ مسلمانوں نے سائنس اور فنون میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے
کا مختصر جائزہ لیتا ہوں لیکن اس جائزے میں کلام مجید سے جو کہ اسلا
شاہکار بلکہ اعجاز ہے بحث نہیں کروں گا ۔ اس لئے کہ کلام مجید نہ صر
اسلام کی تہذیبی ترقی کا سرچشمہ ہے بلکہ مسلمانوں کی تہذیبی ترقی کا دارو
بھی اسی کتاب اللہ پر ہے ۔

سائنس ہی کو لیجئے ۔ ایک طرف تو کلام مجید نے انسانی عقل اور شع
اپیل کی اور فطرت کو معجزات سے اونچا مقام دیا اور دوسری طرف حضور س
دو عالم نے علم کے حصول کی فضیلت پر زور دیا ۔ حدیثوں سے اس کو مسلم

"تلاشِ علم ہر مسلمان مرد و عورت کا مذہبی فریضہ ہے۔"

"علم حاصل کرو خواہ تم کو چین جانا پڑے۔"

"خدا کی مخلوق کے مطالعہ اور غور و فکر کا ایک لمحہ پورے ایک سال
عبادت سے افضل ہے۔"

اس طرح خدائی احکامات اور حضور سرکار دو عالم کے ارشادات

Marfat.com

اسلامی تہذیب کی بنیاد خدا کے نام اور آزادی فکر اور تحقیق و اکتشاف پر رکھی۔ کلام مجید اور درحقیقت کسی دوسری الہامی کتاب میں کسی سادہ مرقع کی تلاش ایک موہوم امید اور رنج رائیگاں کے سوا کچھ نہیں۔ وحی الٰہی تو انسان کی پہنچ سے بلند تر قوانین سے تعلق رکھتی ہے اور طبعی قوانین تو انسان خود تجربہ اور تحقیق سے دریافت کر سکتا ہے اور سچ پوچھئے تو انسانی ترقی اور تمدن علم حاصل کرنے کی ایسی کوشش کا نام ہے۔ جب عقل کل، عقل محدود کو خطاب کرتی ہے تو انسانی حدود کو مد نظر رکھنا پڑتا ہے، وگرنہ اس کا پیغام ہمارے عقل و ادراک سے زیادہ بلند ہوگا اور گنہگار بندے اس سے دور بھاگتے ہیں۔

اگر کلام مجید کے بعض مقامات کا ان کے سیاق و سباق سے الگ کر کے مطالعہ کیا جائے تو سائنس کے خلاف نظر آئیں گے۔ حقیقت میں وہ حقائق ایک خاص زمانے کی زبان میں بیان کئے گئے ہیں، جس طرح آج کی زبان اس دور کا کوئی آدمی نہیں سمجھ سکتا۔ اس کے برعکس بعض مقامات سے انسانی علم کی انتہائی بلندیوں کا پتہ ملتا ہے۔

اس سلسلے میں صرف تین حوالے پیش کرتا ہوں۔

ومامن دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم مافرطنا فی الکتاب من شیٔ ثم الی ربھم یحشرون ○

زمین میں کوئی جانور اور کوئی پرندہ ایسا نہیں جو اپنے پروں پر اڑتا ہے۔ مگر وہ تمہاری طرح کی ایک امت ہے، ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی ہے اور وہ پھر اپنے رب ہی کی طرف دوبارہ جمع کئے جائیں گے۔

سبحن الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون ہ

تعریف اس ذات کے لئے ہے جس نے تمام جوڑے پیدا کئے۔ ان چیزوں

Marfat.com

کی قسم کے جو زمین اُگاتی ہے، اور از قسم خود ان کی ذات کے، اور از قسم ان چیزوں کے جن کا ان کو علم نہیں ہے۔
سائنس کے جدید ترین انکشافات میں ایک چیز یہ بھی ہے کہ دنیا میں ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے گئے ہیں، یہاں تک کہ پہاڑ اور بجلی میں بھی یہ بات موجود ہے لیکن میرے لئے تو اس کے باوجود کہ میرے فہم سے بلند ہے۔
اہم ترین الفاظ تو یہ ہیں "اور تمہیں ایک ہی روح کے انداز پر پرکھا جائیگا" بنی نوع انسان کی روح یا شاید تمام مخلوقات کی روح۔ کلام مجید نے بے شک علم اور خاص طور پر طبعات (Physics) کے لئے ایک ذوق اور تشنگی پیدا کر دی، اور جس طرح کہ اس زمانے کے بعض مصنفین نے تسلیم کیا ہے۔
کا طریقہ جو درحقیقت اس دور کے اہم انکشافات کی بنیاد ہے۔ کلام مجید ہی کا بتایا ہوا ہے۔ اس بنا پر قرآنِ مجید ہی کو اس دور کی سائنسی ترقیوں کا سرچشمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔
مسلمان خدا کا نام لے کر اس وقت علم کی تلاش کے لئے نکلے جبکہ عیسائی قدیم دنیا کے علوم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر برباد کر رہے تھے۔ انہوں نے سکندریہ کے کتب خانہ کو تباہ کیا اور کتنے فلسفیوں کو جن میں خوبصورت ہیپشیا بھی شامل ہے تہ تیغ کیا۔ عیسائیوں کے نزدیک تو علم شیطان کا ایک جال تھا جس میں کافر ہی پھنس سکتے تھے۔ ان کے ہاں "علم حاصل کرو خواہ چین ہی میں ملے" کی طرح کی کوئی روشن ہدایت موجود نہ تھی۔ پادریوں نے یونانی اور رومی علوم کے نادر مخطوطات کو علانیہ طور پر جلایا۔ مغربی رومی تو بربریت پر اتر آتے تھے۔ لیکن مشرقی رومی بادشاہوں نے بے شک اپنے کتب خانے بھی قائم کئے اور بعض علماء کی قدردانی بھی کی۔ مگر یہ سب شاہی علامات

Marfat.com

کی چار دیواری تک ہی محدود تھے۔ لیکن محلات کی چار دیواری سے باہر کی وسیع اور عریض دنیا پر پادریوں کی حکومت تھی۔ تاریخ اسلام ہمارے لئے علم دوستی کا ایک اور منظر پیش کرتی ہے۔ خلیفہ المامون نے قسطنطنیہ کے عیسائی بادشاہ پر بعض ماہر علماء سے فائدہ اٹھانے اور بعض کتابوں کے حاصل کرنے کے لئے حملہ کیا۔ اور اس طرح یہ علما اور یہ کتابیں قسطنطنیہ کے محلات سے نکل کر بنی نوع انسان کے لئے فیض کا باعث بنے اور ان علما اور مسلمان علما کی مشترکہ کوششوں سے ان قدیم نوادر کا ترجمہ شروع ہوا اور اس طرح قدیم زمانے کے یہ بیش بہا جواہرات نہ صرف ضائع ہونے سے بچ گئے بلکہ جدید دنیا کو وراثت میں ملے۔

کیمسٹری میں جو دراصل تین چوتھائی کیمیا ہی تھی۔ مسلمان سائنس دان لگاتار تجربات میں مصروف تھے، اور اس سے زیادہ یہ کہ اپنے تجربات کو ضابطہ تحریر میں لاتے اور دوسروں سے اس کا موازنہ کرتے۔ اس دور سے پہلے ایسا سائنسی علم جو مغرب میں موجود تھا اس کو سائنس دان اپنے سینے میں ایک راز کی طرح پوشیدہ رکھتے تھے اور ان کا مقصد تھا کہ وہ ان رازوں کو جان کر صاحب کمال گنے جائیں۔ اور ان کی شہرت ہو۔ لیکن اس کے برعکس مسلمان دانوں نے اپنے تجربوں کے نتیجے شائع کرتے اور باہمی تبادلۂ خیالات اور مشوروں کو اہمیت دیتے۔ اس طریقے سے جسے سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی اختیار کیا ہر مسئلہ کو بتدریج سمجھنے میں مدد ملتی اور چھوٹی سی تفصیل پر ہی ہم نتائج کی دنیا آباد نہ کر لیتے اور ہر مرحلے پر اپنے مشاہدات اور تجربات کو ضبط تحریر میں لاتے رہتے۔ موجودہ علم کیمیا کی تمام حیرت انگیز انکشافات کی بنیاد وہی مواد ہے جو مسلمان سائنس دانوں نے جمع کر کے اپنے سودوں میں یادگار چھوڑا۔ تیسری صدی ہجری کے ایک مسلمان ماہر علم کیمیا لکھتا ہے۔

"کیمسٹری میں سنی سنائی باتوں اور بے دلیل دعووں کے لئے کوئی گنجائش نہیں

Marfat.com

اور یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جب کسی کلیہ کے لئے دلیل اور ثبوت مہیا نہ ہو سکیں تو وہ بے دلیل دعویٰ ہے۔ جو اگر ایک طرف درست ہو سکتا ہے تو دوسری طرف اس کو جھٹلایا بھی جا سکتا ہے، اور جب کوئی اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دلیل پیش کرتا ہے تو اس کا دعوٰے درست گردانا جاتا ہے۔

پہلی سات آٹھ صدیوں کے مسلمانوں کا یہ انداز تھا۔ وہ سب تجربہ مشاہدہ کے حامی اور ثبوت کے طالب تھے۔

طبیعات میں بھی مسلمان سائنس دان اپنے تجربوں اور ان کے نتائج کو ضبط تحریر میں لانا اپنا طریق کار بنا چکے تھے۔ ان مسلمانوں میں بڑے عظیم ریاضی دان اور مہندس پیدا ہوئے اور یہ حقیقت ہے کہ الجبرا کے موجد وہی تھے۔ عربی، فارسی اور ترکی زبانوں کی لغت کو اٹھا کر دیکھا جائے تو اس بات کے لئے کافی ثبوت ملتا ہے کہ وہ مسلمان علم نباتات میں بھی کافی دسترس رکھتے تھے کہ مقام افسوس ہے کہ آج اس علم میں مسلمانوں کی بے توجہی سے اتنا زوال آگیا ہے کہ اگر آج کسی عرب سے کسی درخت کے متعلق پوچھا جائے، تو کہدیگا یہ تو ایک قسم کی گھاس ہے یا پھر اسے خود اور پورا بتا کر اپنی جان چھڑا لے گا۔ عوام صرف انہی درختوں کے نام جانتے ہیں جن کا یا تو کوئی استعمال معلوم ہو، یا جن کی خوشبو ان کے دماغ کو معطر کرے۔

طبعی تاریخ یعنی نیچرل ہسٹری میں مسلمانوں نے ارسطو کو اپنا پیشرو مانا۔ گو آج ارسطو ہمارے لئے ایک نابینا رہنما ہے لیکن اس زمانے میں ارسطو لوگوں کے لئے مشعل راہ تھا۔ مسلمانوں نے طبعی تاریخ میں بھی مشاہدات کئے اور ان تجربات کو تحریر میں لاتے۔ اس طرح انہوں نے نہ صرف سائنٹفک معلومات میں اضافہ کیا۔ بلکہ ارسطو کی غلطیوں کی بھی اصلاح کی۔

Marfat.com

مسلمانوں نے جغرافیہ کی بے حد خدمت کی۔ عرب، تجارت، سیر و سیاحت اور جہاز رانی میں اپنے دور کے امام تھے۔ ان عرب مسلمانوں نے اپنے سفر اور سیاحت کے حالات اور مشاہدات تفصیل کے ساتھ قلم بند کئے۔ جن ملکوں سے ان کے تجارتی مراسم تھے۔ ان ملکوں کے نہ صرف نقشے مرتب کئے بلکہ وہاں کی آبادی، سیاسی، معاشرتی اور تجارتی تفصیل بھی ضبط تحریر میں لاتے۔ ان ملکوں کی نباتات اور حیوانات اور درآمد برآمد کی مفصل معلومات کا نہ صرف ایک نادر اور عجیب ذخیرہ مہیا کیا۔ بلکہ ان ممالک کے حالات کا مطالعہ اپنے ہاں کے سکولوں کی تعلیم میں داخل کیا۔

عملی اور نظری طب میں مسلمانوں کے کمالات تسلیم کئے جا چکے ہیں۔ یونانی طب و حکمت جو عربی میں منتقل اور عربوں کے تجربات اور مشاہدات عملی سے مالا مال ہوئی سیکڑوں برس مشرق اور مغرب میں رائج اور مسلم رہی۔ مسلمان طبیبوں نے ہی سب سے پہلے تازہ ہوا کی خوبیاں اور صفائی کے فائدے بیان کئے۔ مسلمانوں نے ہی سب سے پہلے شفاخانوں کی بنیاد رکھی جن میں مریضوں کو مرض کے اعتبار سے جدا جدا وارڈوں میں رکھا جاتا، اور ان شفاخانوں میں تازہ ہوا اور صفائی کو علاج کا درجہ عطا کیا، اور یہاں مریض کے آرام و آسائش کو سب باتوں سے افضل جانا۔

اٹھارویں صدی میں ترکوں نے یورپ والوں کو قدیم زمانے کے اس نظریہ سے دوبارہ روشناس کرایا کہ تبدیلی آب و ہوا اور معدنی چشموں کا پانی صحت کے لیے نہایت مفید ہوتا ہے۔ اسی صدی میں ترکوں کی وساطت سے یورپ والوں نے ٹیکے لگانے کا علم سیکھا۔ یہ نظریہ بھی ان مفید تصورات میں سے تھا جو سٹوارٹ وارٹلے مانٹیگو ترکی سے اپنے ساتھ لایا۔ ترکوں کی بدولت

Marfat.com

کے متعلق لوگوں کی زبانوں پر جو جھوٹی داستانیں ان کو جھٹلانے کے لئے یہ ثبوت کافی ہے۔

مسلمانوں نے فلکیات میں جو کام کیا اس کا غالب حصہ علم نجوم پر منحصر ہے لیکن ان کی رصدگاہیں ایک معقول حد تک قابلِ اعتماد آلات سے مزین ہوتیں اور اپنے تجربات اور مشاہدات کو بڑی احتیاط سے ضبط تحریر میں لاتے تھے۔ ہسپانیہ اور سمرقند کی رصدگاہیں مسلمانوں کی بہترین اور مشہور ترین رصدگاہیں تھیں۔

یہ فلکیات کے ماہر اپنے تجربات اور مشاہدات کا، سیاحوں، جغرافیہ دانوں اور ریاضی دانوں کے تجربات سے مقابلہ کرتے تھے اور یہ ان کی متفقہ مشاہدات کا نتیجہ تھا، کہ ایک طرف ہسپانیہ کی اسلامی یونیورسٹیوں میں کرۂ ارض کے نمونے تک موجود تھے اور دوسری طرف برونو کو مذہبی احتساب کے ماتحت کوپرنیکس کے نظریہ گردش زمین کا معتقد ہونے کے جرم میں جلایا گیا اور اس سے پیشتر گلیلو کو بڑی بے دردی سے اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ اس امر کا تحریری اعلان کرے کہ انجیل کی تعلیم کے مطابق زمین ساکن ہے اور کہا جاتا ہے کہ گلیلو نے بادل ناخواستہ اس اعلان باطل پر مجبوراً دستخط کیا تو اس کے ساتھ ہی دبی زبان سے یہ اعلان بھی کیا کہ "زمین گردش تو ضرور کرتی ہے" ہسپانیہ کی اسلامی یونیورسٹیوں کی تعلیم ہی کی بدولت کولمبس کے زمین کے گول ہونے کے تصور کو قبول کیا اگرچہ بعد میں اس کو بھی مذہبی تعزیر کے سبب اس خیال سے مجبوراً توبہ کرنی پڑی۔ جب ہم اس بھولی ہوئی تاریخی حقیقت کو یاد کرتے ہیں کہ ہسپانیہ کی اسلامی یونیورسٹیوں نے خلیفہ عبدالرحمان ثالث کے زمانہ حکومت میں اور مشرقی یونیورسٹیوں نے المامون کے زمانہ اقتدار میں اور صرف ان دو بادشاہوں کی مثال اس لئے

Marfat.com

دے رہا ہوں کہ ان کے بارے میں یہ تذکرہ صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ عیسائی اور یہودی طلبا کے لیے بھی مسلمانوں کے دوش بدوش علم و حکمت کی تحصیل کے دروازے کھلے ہوئے تھے - بلکہ ان کے قیام اور کھانے کے اخراجات بھی ان اسلامی یونیورسٹیوں کے ذمے تھا اور یہی وجہ تھی کہ سینکڑوں عیسائی طلبا جنوبی یورپ اور مشرقی ممالک سے پادریوں کے پنجۂ اقتدار سے بھاگ کر اسلامی تحصیلِ علم کے دامن میں پناہ حاصل کرتے - اب ہم بڑی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ یورپ کی موجودہ ترقی کس طرح اسلام کی مرہونِ منت ہے عیسائی کا تو اس دور کی ترقی پر اتنا احسان ضرور ہے کہ وہ علما پر قسم قسم کے مظالم توڑتا اور ان کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاتا تھا، بلکہ ان کو زندہ جلا دیا جاتا تھا۔

اب ذرا آرٹ کی طرف توجہ کریں - یہ بات سب مانتے ہیں کہ مسلمانوں نے مصوری اور نقاشی کو تمثال طبعی تک محدود رکھا کیوں کہ جان داروں کی تصویروں کے ساتھ بت پرستی وابستہ تھی - کلام مجید اور حضور سرکار دو عالم کے ارشادات بھی اس بارے میں کوئی صریح حکم موجود نہیں - البتہ اس قدر مسلّم ہے کہ حضور پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایرانی مصور کی اس درخواست کو کہ اسے حضور کی ایک تصویر بنانے کی اجازت دی جائے اور وہ تصویر اسے ایران لے جانے کے لیے چھوڑا جائے - حضور اکرمؐ نے اس بات کے خدشے سے کہ کہیں ان کے بعد اس کی پرستش نہ شروع کر دی جائے - اس ایرانی مصور کو اجازت نہ دی -

تصویر کشی اور مرقع نگاری کو تو عیسائش ایران اور اس کے ماتحت ممالک میں اس وقت فروغ حاصل ہوا جبکہ اسلامی تہذیب رو بہ زوال تھی - گو بعض صورتوں میں آرٹ کے متعلق حیرت انگیز نتائج پیدا ہوئے - لیکن ان کو اسلامی کہنا زیادتی ہے - موسیقی اور ڈراما کو بھی مسلمانوں نے عبارت سے دابستہ

Marfat.com

کی بنا پر حقیر سمجھا اور ان کی سرپرستی نہ کی۔ عوام کی خوشی نے موسیقی کو زندگی کا موقع تو ضرور دیا، لیکن اس کو لہو لعب کا ایک جزو ہی سمجھا گیا اور آرٹ کا درجہ اسے بمشکل ہی حاصل ہوا۔ دنیائے اسلام کے معزز ترین موسیقار موذن تھے اور انکی بڑی قدر و منزلت تھی اور جب کبھی ان کو تقریبات میں آمادہ کیا جاتا تھا تو انہیں معقول معاوضہ دیا جاتا تھا اور ان کا گانا عام گویوں سے بہت اعلےٰ ہوتا تھا۔

پہلے زمانے میں تو اسلامی دنیا کے طول و عرض میں ایک روحِ موسیقی اور ایک نغمہ جاری و ساری تھا۔ لیکن یہ ان لوگوں کا نغمہ تھا جو بانسری اور ستار پہ صرف خوشی کے لئے گاتے تھے۔ ان کا گانا ایسا بھاری برکھم آرٹ تھا جسے آج تک یورپ موسیقی کے نام سے یاد کرتا ہے۔

ڈرامے کو مسلمانوں نے اس وجہ سے قابلِ اعتنا نہ سمجھا کہ ان کے نزدیک بھیس بدلنا اور بہروپ بھرنا مسلمان کے شایانِ شان نہیں اور مسلمان ذاتوں کے لئے تو نہایت ہی حقیر فعل ہے اور اس فن کو ایک ذلیل حالت میں یونانیوں اور آر کی سفری ٹولیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ ڈرامے کا نعم البدل اسلامی دنیا میں ایسے کھیل رائج تھے جو عام تقریبات اور خاص مجلسوں میں دکھائے جاتے تھے اور ان کی نوعیت ہمہ گیر تھی اور ان کو اس حد تک مکمل کیا گیا کہ صرف سمجھدار لوگ ہی ان سے لطف حاصل کر سکتے تھے۔ اس طرح کے تماشوں کا وجود خیام کی ایک رباعی میں ملتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "ہم جادوں کے تماشہ کی متحرک تصویروں کی طرح ہیں جو تماشہ دیکھنے والوں کے روشن فانوس کے اندر چکر لگاتی ہیں۔

خیام کا لفظ جس کے معنی ہیں خیمہ بنانے والا۔ ہمیں تہذیب اسلامی کے ایک اور ترقی یافتہ فن کی جانب متوجہ کرتا ہے۔ خیموں کے اندر کشیدہ کاری کی

Marfat.com

صورت میں فن آرائش نے اپنے ہنر، دلفریبی اور رنگینی کے لحاظ سے ایک اونچا مقام حاصل کر لیا۔ خیامین یعنی خیمہ سینے والے اور سینٹ پال ایک عالم یہودی انہی میں سے تھا یہ تاجر اور سوداگر ہی نہ تھے بلکہ اپنے تخیل اور کاری گری کے لحاظ سے فن کے استادوں میں شمار ہوتے تھے۔

میں نے خود ایسے کئی تماشے دیکھے ہیں جو گزشتہ صدی کے آخری ڈھائی میں ایشائے کوچک، شام اور مصر میں رائج تھے۔ گو وہ عوام کے ہاتھوں میں پڑ چکے تھے لیکن میں اس امر کی گواہی دے سکتا ہوں کہ وہ بڑا ہی کمال دکھاتے تھے اور تماشہ دیکھنے والے بڑے سمجھدار اور زندہ دل ہوتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ جو تماشے دیکھنے کا مجھے اتفاق ہوا وہ نہایت ہی پرلطف تھے۔ تہذیبِ اسلامی میں ڈراما کا ظہور انیسویں صدی کے آغاز سے ہوا اس دور میں ترکی اور ایران کے مسلمانوں نے بعض بڑے اچھے ڈرامے لکھے مگر ان کے تمام کردار یہودی اور آرمینیہ کے لوگ ہوتے تھے۔ بعض ایسے ہنگامہ آرا ڈرامے جو ادب میں ایک بلند درجہ رکھتے ہیں۔ دمشق کے ایک عالم شیخ نے لکھے تھے۔ جن کے مضامین اسلامی تاریخ اور اسلامی زندگی سے اخذ کیے گئے ہیں اور مجھے یاد ہے کہ انہی ڈراموں میں ایک شاندار تاریخی ڈرامہ صلاح الدین ایوبی اور ایک شاعرانہ اور پرسوز ڈرامہ عفیفہ تھا۔

اس مغربی تہذیب کے زمانے میں جو مقام ایک مقبول و معروف ایکٹر کو حاصل ہے۔ وہ اسلامی تہذیب کے زمانۂ عروج میں ایک مشہور داستان گو کو حاصل تھا۔ داستان گو ایک بلند پایہ فنکار ہوتا تھا۔ داستان گوؤں کی جماعت نے اپنی داستانوں سے ایک ایسی دلنشین، حیرت ناک، اور نصیحت آموز کہانیوں کی دنیا آباد کر دی، جس کا ہماری روزمرہ زندگی سے

Marfat.com

بڑا گہرا تعلق تھا۔ داستان گوؤں کے فن کے مرتفع کتابی صورت میں مرتب ہوجانے کے بعد مشرق میں ادب سے نئے درجہ تک پہنچ گئے۔ اگرچہ کچھ پڑھے لکھے لوگوں نے ان داستانوں کو خالص عربی انداز کی افسانہ نگاری کے مرتبہ تک پہنچانے کی کوشش کی جس کو مقامات کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ مقامات کے معنی قریب قریب "سمر" کے ہیں۔ "سمر" ان قصوں اور کہانیوں کو کہتے ہیں جو عوام کی تفریح اور خوشی کے لئے تخلیق ہوتیں اور ان دونوں لفظوں کے معنی ہیں، تفریح کے لئے راتوں جاگنا۔ مگر مقام کے معنی ہیں امرا کی محفلوں میں رات بھر تفریح کے لئے بیٹھنا اور سمر کا مطلب ہے قہوہ خانوں یا گلی کوچوں میں رات بھر سامانِ تفریح مہیا کرنا۔ جب مجھے پہلی بار دمشق جانے کا اتفاق ہوا تو مقامہ اور سمر دونوں طرح کی تفریحات وہاں رائج تھیں۔ الحریری نے اپنی مشہور و معروف کتاب "مقامات" کا تصور اور اپنے بدمعاش ہیرو کا کردار الحجازی سے لیا، جو سفری داستان گوؤں میں بلند مقام رکھتا تھا۔ بہترین اور مشہور ترین سلسلہ تو الف لیلہ و لیلہ کے نام سے مشہور ہے جسے اہلِ مغرب عربی ادب کا ناقابلِ فراموش کارنامہ سمجھتے ہیں۔

الفرڈ بلنٹ نے اپنی مشہور تصنیف "گھوڑی کی چوری" میں ابوزید کے قصوں کے سلسلے ہی کے ایک حصے کا ترجمہ کیا ہے۔ مگر اسی طرح کے اور بھی کئی سلسلے ہیں جن میں سے بعض اب عربی میں شائع ہو گئے۔ مثلاً عہدِ جہالت کے مشہور و معروف ہیرو شاعر عنترہ جسے عرب کا ہرقلیس مانا جاتا تھا، یا اسی طرح سیف بن ذی یزن گویا اس انداز کی تصانیف جو دریائے نیل کو قاہرہ سے آیا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اگر یہ روایات جھوٹی نہیں ہیں تو بلاشبہ عنترہ کی تصنیف ایک ادبی شاہکار

Marfat.com

ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مصر کے کسی بادشاہ کے محل میں ایک شرمناک حرکت عمل میں آئی اور قاہرہ کی تمام گلیاں اور بازار اس واقعہ کے متعلق جستجو اور اس کی تشہیر کے شوق میں عوام سے کھچا کھچ بھر آئیں، تو بادشاہ وقت نے اپنی عزت بچانے کی خاطر اور عوام کی توجہ اس واقعہ سے ہٹانے کی غرض سے اپنے زمانے کے مشہور و معروف مصنف سے ایک دلچسپ قصہ مرتب کرنے کی فرمائش کی۔ تاکہ وہ قصہ داستان گوؤں میں تقسیم کیا جائے۔ اس سلسلے میں عرب کے ہیرو شاعر عنترہ کا قصہ منتخب کیا جس کی نظم کا مطلع یہ ہے۔

هل غادر الشعراء من متردم

ام هل عرفت الدار بعد توهم

اس نظم کا شمار عرب کے سات بہترین قصائد میں ہوتا ہے۔ جو خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکایا گیا۔ عنترہ نے اپنے قصہ کو ایک طویل سلسلہ کی صورت میں ترتیب دیا، جس کی ہر کڑی نہایت ولولہ انگیز تھی اور اس کا اختتام ایک صبر آزما مقام پر ہوتا تھا۔ مصنف اس نظم کی ایک قسط روزانہ داستان گوؤں کو دیتا اور وہ ہر روز ان لوگوں کو جو ان کی داستان سننے کے لئے بے تاب ان کی مشعلوں کے گرد جمع ہو جاتے تھے سنا کر مسحور کر دیتے۔ یہ سلسلہ اس قدر دلچسپ ثابت ہوا کہ بہت جلد محل کی رسوا کن داستان لوگوں کے ذہنوں سے محو ہو گئی اور عوام اس نئی داستان کی دلچسپیوں میں کھو گئے۔ ایک شخص کے متعلق کہا جاتا ہے جس نے عنترہ کی یہ داستان اس کی تصنیف سے سیکڑوں برس بعد قاہرہ اور دمشق کی گلیوں میں سنائی۔ وہ شخص رات بھر اس کی فکر میں نہ سو سکا کہ عنترہ کا اپنے دشمن ایرانیوں کے ہاتھ میں پڑ کر کیا حال ہوا ہو گا اور وہ کس طرح بھاگ نکلا ہو گا۔ داستان گو نے اس قصے کو ایک ایسے صبر آزما مقام پر ختم کیا جس طرح

Marfat.com

آج کل کے ترقی یافتہ دور کے افسانہ نگار کرتے ہیں۔ ایک شخص اس داستان سے اس قدر متاثر ہوا کہ وہ آدھی رات کو داستان گو کے مکان پر گیا اس کو جگایا انعام پیش کیا اور اپنے تسکین شوق کی خاطر کہانی کی اگلی قسط سنی پھر گھر آیا اور چین سے سو سکا۔

یہ داستانیں اور کہانیاں جن میں متداول روایات اور ادب کی سرحدیں مل جاتی تھیں۔ مسلمانوں کے لئے تفریح کا سامان مہیا کرتی تھیں مگر مسلمانوں نے ان کو حقیر جانا اور اسے جاہلوں اور بے وقوفوں کے لئے مخصوص سمجھا مگر آج ہم ان داستانوں کو اس حقارت سے نہیں دیکھ سکتے کیونکہ یہی چیزیں آج مغرب میں ادب کی ایک نہایت ہی اہم صنف افسانہ نگاری کا سرچشمہ ہیں۔

تہذیب اسلامی کے فن تعمیر کے کمالات کے بارے میں کیا عرض کروں۔ قرطبہ کے بڑے بڑے کلیساسے لے کر سمرقند کی دیوار تک، الحمرا سے تاج محل تک دجلہ کے اس پار ایک پہاڑی پر واقع ایک ولی اللہ کے مقبرے سے قاہرہ اور قیروان کے گنبدوں اور پدرشلم میں چٹانوں کی چھت تک (جسے ایک جرمن ماہر تعمیرات نے موجودہ دنیا کی بہترین عمارت قرار دیا) یہ تعمیرات بھی ان ملکوں کی طرح جو مسلمانوں کے زیر نگیں رہیں مسلمانوں کی تعمیری صلاحیتوں کے گوناگوں نمونے پیش کرتی ہیں۔ وہ تمام تعمیریں اسلامی ہیں اور ہر عمارت میں ایسے نمونے موجود ہیں جو دنیا کی دوسری قوموں کو حیران کرنے کے لئے کافی ہیں۔ مسجدیں، محلات، قلعے، مدرسے، شفاخانے تفریح گاہیں اور باغات کسی چیز کی کمی نہیں اور در حقیقت اسلامی فن تعمیرات نے حسن جمال کے شیدائیوں کے لئے ایک ہمہ گیر اور غیر فانی جنت نگاہ مہیا کر دی ہے۔ اپنے زمانہ عروج میں مسلمان بھی حسن و جمال کے شیدائی تھے۔ نقشے کا حسن، ڈیزائن کی عمدگی اور

Marfat.com

رنگوں کی دلفریبی سب کچھ ان کے مدِنظر تھی۔ چونکہ بت پرستانہ صورتیں گوارہ نہ تھیں اس لئے انہوں نے حسن فطرت پر بہت زیادہ توجہ دی۔ مسلمانوں کی تعمیرات میں ایک لطیف خوش ترتیبی اور فطرت کے ساتھ ایک ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ اسلامی عمارتیں اپنے ماحول سے پوری طرح مطابقت رکھتی ہیں۔ ان کی محراب دار عمارتوں کا حسن اور چھتے ہوئے بازاروں کی خوبصورتی چٹانوں یا ساحل سمندر کے مشابہ ہے جن میں سازوسامان کی چمک دمک سمندر کے اندر کی چیزوں کے برابر نظر آتی ہیں۔

سائے میں سادگی اور وقار، دھوپ میں رنگینی، مضبوطی، نزاکت، شان و شوکت، حسن اور سنجیدگی دنیا بھر میں اسلامی تعمیرات کی یہی خصوصیتیں امتیازی ہیں۔ اس تاریک دنیا کو عرب خلفا، ترک سلاطین اور مغل بادشاہوں سے بہتر تعمیرات کے مربی، باغات کے رسیا اور مناظر کے شیدائی کبھی دوبارہ نصیب نہ ہوں گے۔ تاج محل کی حقیقت سے سب آگاہ ہیں، لیکن اشبیلیہ کے بادشاہ معتمد کی کہانی سے شاید آپ میں سے اکثر واقف نہ ہوں کہ اس نے اپنی ملکہ کی خوشنودی کے لئے کیا اہتمام کیا۔ ایک بار سفر کے دوران میں ملکہ اعتماد نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چمکتی ہوئی سفید برف کے طوفان کی خوبصورتی کی تعریف کی معتمد نے قرطبہ کی تمام بلند پہاڑی کو بادام کے درختوں سے ڈھانپ دیا تاکہ ہر موسم بہار میں ملکہ پھولوں سے لہلہاتے جنگل میں پہاڑ پر برف کے طوفان کے نظارے سے لطف اٹھا سکے۔ ترکی اور ایران کے باغات کے حسن کی یاد انسان کے دل سے کبھی فراموش نہیں ہو سکتی۔ میں باغات کو تعمیرات میں اس لئے شمار کرتا ہوں کہ قدیم یونانی باغات کی مانند مسلمانوں کے باغات بھی عمارت کے انداز پر ترتیب دیئے جاتے تھے۔

Marfat.com

مسلمانوں نے خوش نویسی میں نہایت بے نظیر اور دلفریب انداز پیدا کیا، خوش نویسی کے ان حسین نمونوں کا وجود قطعاً فن مصوری کے قیود کا مرہون منت ہے۔ پچی کاری کا حسین فن اور پتھروں میں خوبصورت پھول پتی کی نقاشی بھی، جو تعمیراتِ اسلامی کے لئے باعثِ افتخار ہیں مصوری پر پابندی کی بدولت معرضِ وجود میں آئی۔

عرب میں اسلام سے پہلے ادب کی ایک ہی صنف یعنی شاعری کا وجود تھا۔ زمانہ جاہلیت کی عربی شاعری نہایت بلند پایہ تھی اور بعض مستشرقین سبعہ مذہبیات کی بدولت عہدِ جہالت کے چند شعرا کو اسلامی دور کے ہزاروں شاعروں پر ترجیح دیتے ہیں اور حقیقت بھی ہے کہ چرواہے کی بانسری کو ایک دلفریب ارکسٹرا پر ترجیح دینے کی اس سے بہتر کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ میں بھی ذاتی طور پر ان لوگوں سے متفق ہوں۔ عہدِ جہالت کی شاعری میں ایک سوز و گداز ہے جس کا میں نے بڑا اثر قبول کیا۔ لیکن وسعت اور ثقافت کے اعتبار سے زمانہ جاہلیت کے شعرا کا امرء القیس، عنترہ، کعب بن زبیر، الطیب المتنبی یا کسی دوسرے بڑے اسلامی شاعر سے کوئی مقابلہ نہیں۔ اسلامی تہذیب میں شاعری صرف چند لوگوں کے لئے خداداد عطیہ نہ تھا بلکہ تمام لوگوں کے لئے مسرت اور تفریح کا سرمایہ تھا۔ شاعر اس قدر کثرت سے تھے کہ اعلیٰ پایہ کے عربی، ایرانی اور ترکی شاعروں کی فہرست ہی تیار کرنے کے لئے کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت ہے۔

مسلمانوں نے زمانہ قدیم کی یونانی اور لاطینی کتابوں کے جو ترجمے کئے اور ان کی جو شرحیں لکھیں گو وہ بجائے خود عظیم الشان کارنامے ہیں جن کی بدولت انسانیت کی بے حد خدمت انجام پائی اور انہی ترجموں کی بدولت قدیم علم

Marfat.com

کے چراغ ہزاروں سال تک یورپ میں روشن رہے - اگرچہ ان ترجموں کی فہرست بہت طویل ہے، لیکن میرے نزدیک اسلامی تہذیب کا ان پر کوئی اثر نہیں۔
اخلاق کے موضوع پر اسلامی تصانیف کی اس قدر کثرت ہے کہ اخلاقیات اسلامی ادب کی ایک مخصوص صنف قرار پاگئی ہے جس کا نفسِ مضمون اور اندازِ بیان تقلیدی ہے۔ عرب ہمیشہ اس کے شوقین رہے ہیں۔ رنگین الفاظ اور شاندار زیر و بم کے وہ ہمیشہ شوقین رہے ہیں۔ فن خطابت اور علم منطق پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کا مطالعہ آج بھی لطف اور فائدے سے خالی نہیں۔
مسلمانوں نے فلسفے پر کثرت سے دلچسپ کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جن میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی کتابیں آج بھی عمیق مطالعے کے لئے ضروری ہیں۔
تاریخ تو ایسا موضوع ہے جسے مسلمانوں ہی نے پروان چڑھایا۔ اسلام سے پہلے تاریخ جیسا کہ یورپ میں اس کا مفہوم تھا خاندانوں، اور جنگ کے نقشوں سے زیادہ نہ تھی جس کو طالب علموں کے حفظ کرنے کے لئے آسان صورت میں پیش کیا جاتا۔ مگر مسلمانوں کی بدولت دنیا کا دامنِ علم آج لاتعداد ایسی تاریخی کتابوں سے مالا مال ہے۔ جن میں ایسی تفصیلیں اور جزئیات موجود ہیں جن سے اس دور کے رسم و رواج اور انسانی فطرت سے متعلق معلومات موجود ہیں جن سے مصنفین کی وسعتِ نظر اور آزاد خیالی کا پتہ چلتا ہے۔ ان عرب مورخین میں سے جن مصنفین نے مجھے زیادہ متاثر کیا ہے، وہ عمارہ جو یمن میں ربید اور صنعا کا مورخ ہے۔ دوسرے نمبر پر الفخری اور اس کے بعد ابن الاثیر ہے۔ ان کے بعد ابنِ خلدون کا درجہ ہے جس کا نظریہ تاریخ اس قدر جدید ہے کہ جسے پڑھ کر انسان بھول جاتا ہے کہ وہ کئی سو سال پہلے کی تصنیف دتاریخ سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔

Marfat.com

مصر کے مورخ احمد الجبرد ئی کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا جس کی ضخیم تصانیف بے حد دلچسپ ہیں اس نے مصر پر فرانسیسیوں کے قبضے اور محمد علی کے حصولِ اقتدار کا زمانہ پایا تھا۔ ان مورخین کو یورپ والے لادین مورخ کہتے ہیں۔

ان کے علاوہ مسلمان مورخین کی ایک اور کثیر جماعت ہے جس کی کاوشیں تاریخ اسلام ہی کی ترتیب و تدوین کے لئے وقف رہی ہیں مجھے تو اسماعیل ابوالفدا تو بہت زیادہ عزیز ہے اور زیادہ سرور انگیز تاریخ نویسوں میں سے مجھے مجد الدین مورخ یروشلم سے بے پناہ عقیدت ہے۔

مسلمانوں نے کئی سفر نامے بھی لکھے ہیں۔ سفر نامہ لکھنے والوں میں ابن بطوطہ سب سے زیادہ مشہور ہے، گو افادیت کے لحاظ سے وہ صف اول کے سفر نامہ نویسوں میں شمار کئے جانے کا حقدار نہیں۔

اب ان مخصوص اصنافِ ادب کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہوں جن کا وجود اسلامی ادب کے علاوہ کسی بھی اور ادب میں نہیں ملتا۔ میری مراد احادیث قدسی سے ہے۔ حضور سرکار دوعالم کے ارشادات کے مجموعے معرا بھی موجود ہیں اور با ترجمہ بھی۔

ان تصانیف کی خصوصیت یہ ہے کہ ان احادیث نبوی کو جمع کرنے والوں نے جو جو احادیث سنیں ان کو جانچا، پرکھا اور ایسی ضعیف روایتوں کو رد کر دیا جو ان کے معیار پر پوری نہ اترتی تھیں۔ پہلے جمع کرنے والوں کی سعی کو دوسرے آنے والوں نے پرکھا اور جانچا۔ ہر حدیث کے لئے اسناد مہیا کی گئیں اور اگر کسی حدیث کی تائید میں کوئی خامی نظر آئی تو اسے ضعیف قرار دیکر رد کیا گیا۔ حدیث کی چھ کتابوں کو سنی مسلمان معتبر مانتے ہیں۔ ان میں صحیح

Marfat.com

بخاری اور صحیح مسلم مشہور ترین ہیں۔

اسلامی ادب کی ایک اور مشہور ترین صنف فقہ ہے، جو حکومت، سیاست معاشرت اور روزمرہ کے اعمال و کردار سے متعلق قوانین ہیں، جن میں مثالوں سے سمجھایا گیا ہے۔ اس صنف میں عبادت سے متعلق بھی مفصل بحث ہے۔ مثلاً نماز میں ہاتھ کس طرح باندھے جائیں جتنے کہ میاں بیوی کے درمیان اختلاط کے حدود سے بھی بحث ہے۔ یہ علم اس خاص ملائیت کی تخلیق ہے جس کو میں اسلامی اوارات کے تنزل کا سبب قرار دیتا ہوں۔ فقہا کا منشا یہ تھا کہ اس علم کی روشنی کے بغیر قرآنِ کریم کی کاملیت ثابت کریں، لیکن انہوں نے پوست کو لیا اور مغز کو چھوڑ دیا۔

چھوٹی چھوٹی باتوں میں موشگافیوں کا وہ زور دکھایا کہ ان کے بعض مباحث آج کل کے زمانے میں درخورِ اعتنا ہی نظر نہیں آتے لیکن جیسا کہ بعض لوگوں کا کسی غلطی کی وجہ سے خیال ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

فقہ کو تو ایک ایسے میدانِ علم کا نقشہ سمجھنا چاہیئے جس پر مسلمانوں کی کامیابی کا دارومدار ہے جس طرح کیمیا کی تحقیق کا نتیجہ کیمسٹری جیسے مفید عالم علم کی صورت میں ظاہر ہوا اسی طرح ایک غلط مقصد یعنی مسلمانوں کو باقی دنیا سے الگ رہنے اور دین و دنیا کے درمیان ایک ناقابل عبور دیوار کو دوبارہ قائم کرنے کی کوشش جسے اسلام نے گرا دیا تھا۔ فقہا نے اپنی مغز سوزی سے اسلامی تعلیمات کے سمندر کو اس طویل عرصے میں کھنگال ڈالا اور اس کے موتیوں اور سیپیوں کو الگ الگ کرکے پرکھا۔ فقہ کے قانون کبھی جامد و ساکت نہیں رہے۔ ان میں زندگی اور حرکت ہمیشہ برقرار رہی ہے۔ صرف اس حقیقت کا اعتراف ہی فقہ کو مسلمانوں کی عزیز متاع کا درجہ دینے کے لیے کافی ہے۔

Marfat.com

عربی گرامر نہایت وسیع صنف ادب ہے جسے مسلمان علوم کاملہ میں شمار کرتے ہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں یہ روکھا پھیکا مضمون نہیں۔ یہ اس قدر دلکش مضمون ہے کہ جن مستشرقین نے اس موضوع کے ساتھ راہ و رسم پیدا کی۔ انہوں نے اپنی تمام زندگیاں اس کے مطالعے کے لئے وقف کر دیں۔ تمام قوموں کی زبانوں میں جو اسلام کی حلقہ بگوشی کی سعادت حاصل کر چکے کسی قوم کی زبان میں عربی زبان جیسی گہرائی اور استحکام نہیں پایا جاتا۔ اس لئے ان زبانوں میں سے کوئی بھی اس شدید جائزے کی متحمل نہیں ہو سکتی جو اس زبان کا لیا جا رہا ہے۔ اور پھر طرہ یہ کہ جائزے کا مواد اسی طرح برقرار ہے۔ اس زبان کے ہزاروں کرشمے ہیں کہ دامنِ دل کھینچے چلے جاتے ہیں۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست (نظیری)

سینکڑوں اچھائیاں دماغ میں ابھرتی چلی آتی ہیں۔ اس سلسلے میں نئے مسائل پیدا ہوتے چلے گئے جو حل طلب تھے اور کئی جدید انکشافات کا وسیع میدان سامنے رہتا۔ مسلمانوں میں صرف ترک قوم ہی نے ایک حد تک عربی گرامر کو اختیار کیا۔ اور ان کے اس زیادہ توجہ کا سبب ترکی زبان کے افعال اور خاص طور پر مصادر کا حیرت انگیز نظام ہے۔

اس صنف علم و ادب کو مطالعہ اور فہم کلام مجید سے قریبی تعلق کی وجہ سے مسلمان قوموں میں ایک خاص قدر و منزلت حاصل رہی ہے۔ براونگ نے اپنی نظم "گرامر دان کا جنازہ" میں جو قدر و منزلت ایک ماہر گرامر کو بخشی ہے۔ وہ کسی بھی عربی نحوی کے جنازے پر کسی مسلمان شاعر کی نظم کا نہایت ہی موزوں موضوع ہونے کے قابل ہے۔ عربوں کے علم گرامر کے مبسوط مطالعے

Marfat.com

کے مقابلے میں تو یورپ والے اور خاص کر ہم انگریزوں کے پاس تو گرائمر کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے۔

اگرچہ اس حسین اور وسیع موضوع پر میں نے صرف چند حوالوں پر ہی اکتفا کیا ہے۔ اب آخر میں ادب کی ایک اور صنف کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور یہ صنف خود بہت وسیع ہے اور متعدد شاخوں میں بٹی ہوتی ہے۔ اس صنف سے میری مراد تصوف ہے۔ جس کی بدولت انسان اس دنیا میں براہ راست خداوند عالم سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ دور جدید کے کئی یورپین مصنفین تو خود خدا کے وجود ہی کو محل نظر سمجھتے ہیں مسلمان ایسا نہیں سمجھتے کیونکہ اللہ پر ان کا اعتماد صرف ایمان ہی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے ذاتی تجربہ اور احساس پر مبنی ہے، اور صوفیوں نے ان تجربات کو اس ناقابل تنقید صحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ طبعی علوم کی ریسرچ سوسائٹی بھی اس سے مطمئن ہو جائے گی اس زمانے میں جبکہ اہل مغرب عالم ارواح کے مظاہرے اور اس کے ساتھ رشتہ پیدا کرنے میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ میرے نزدیک یہ طبعی علم اس سے زیادہ توجہ کا مستحق ہے، جو توجہ اسے حاصل ہے، اور میں اس صنف کو ایک طبعی سائنس سمجھتا ہوں جس کا مقصد انسان کے مرتبے میں بلندی اور اس کے ذہن کی گہرائی اور رسائی میں وسعت پیدا کرنا ہے اور یہی مقصد ہر سائنس کا ہے۔ بہترین فلسفہ اور حکمت، عمیق ترین خیالات اور وجد اور نظمیں جو اسلامی ثقافت کی تخلیق ہیں اس صنف ادب میں موجود ہیں۔ میں ذاتی طور پر عربی اور ترکی تصوف سے واقفیت رکھتا ہوں۔ عجم کا تصوف زیادہ مشہور ہے اور زیادہ تر اسی کا پراگندہ کیا جاتا ہے۔ لیکن عربوں نے غالب حصہ کو محض تخیل کی پرواز جان کر رد کیا ہے۔ اہل عرب کے نزدیک عجمی تصوف میں خیال کی سنجیدگی۔ متانت اور

Marfat.com

صحت جو اس بلند مضمون کے لئے نہایت لازمی ہے موجود نہیں، اور اس بات میں کوئی شک کی گنجائش نہیں کہ بعض عجمی صوفی راہ راست سے منحرف ہو کر لوگوں کو گمراہ کرنے کا سبب بنے۔ مگر عربی تصوف نے کبھی ایسی صورتِ حال پیدا نہیں کی۔ درحقیقت ایران اپنی بلند ثقافت اور پرشکوہ شاعری کے باوجود غیر اسلامی تصوف کا مرکز رہا ہے۔ عجمی تخیل حقیقت کو قربان کرنے پر بھی لطف و سرور کا طالب ہے۔ اس کے برعکس عربی اور ترکی دل و دماغ نا امیدی کی تلخیوں کے باوجود حقیقت کے متلاشی ہیں۔ حقیقی تصوف شریعت کی روح ہے اور نیک دل صوفیا نے اس دور میں شریعت کی روح کو زندہ رکھا جبکہ مسلمانوں کی اکثریت کو محض قانونِ شریعت ہی نظر آتا تھا۔

میں ان لوگوں سے جو مغربی علم ارواح جانتے ہیں۔ اس سادہ اور متعین یعنی عربی طرز کے تصوف کے مطالعہ کی سفارش کرونگا۔ اس لئے کہ یہ لوگ موت کے بعد کی زندگی کی شہادت مہیا کرنے کے لئے مردوں کی روحوں سے ربط پیدا کرنے کی حقیر کوشش کرتے ہیں۔ عربی تصوف کا مطالعہ ان پر یہ بات ثابت کردے گی کہ صرف ان ہی مردوں کی روحیں ان سے ربط قائم کر سکتی ہیں جن کو ان کے گناہ بعد مرگ بھی کچھ مدت کے لئے اس دنیا سے مربوط رکھتے ہیں۔ تصوف کی سائنس کا مطالعہ ان میں بلند تر مقصد پیدا کر سکتا ہے اور انہیں کئی ناکامیوں اور مایوسیوں سے نجات دلا سکتا ہے۔

اسلامی ادب اور فنون تو تاریخ اسلام کے تاریک ترین ادوار میں بھی زندہ رہے لیکن طبعی علوم البتہ دو صدیوں کے لئے موت کی آغوش میں چلے گئے۔ انیسویں صدی کے وسط میں اسلامی علوم کی نئی زندگی کا آغاز ہوا۔ پریس کی ایجاد و استعمال کے ساتھ ترکی، شام اور مصر میں تاریخ ادب کے

Marfat.com

اہم اور جدید ابواب کا آغاز ہوا۔ مصر اور شام میں ادب کی تمام اصناف جن کا ذکر اوپر آچکا ہے (یعنی فقہ اور تصوف سے لے کر داستان گوئی تک ہر صنف پر بہار کا عالم تھا۔ یورپ کے اچھے اور برے تمام طرح کے ترجموں کا ایک طوفان امنڈ آیا۔ لیکن جدید دور کی تصانیف اور تالیفات میں سے سب سے زیادہ اثر اور مقبولیت اچھے اور دلکش انداز میں لکھی ہوئی فقہ کی کتابوں کو نصیب ہوئی۔ اس سلسلہ میں سعد حلیم پاشا کے مختصر شاہکار اسلام شمو (اسلامی بناؤ) کی مقبولیت کی کوئی حد نہیں۔ یہ کتاب ترکی زبان میں تصنیف ہوئی اور عربی میں اس کا ترجمہ ہوا، اور اس کا موضوع یہ تھا کہ زمانہ حال کی مملکت کو شرعی اصول پر چلایا جائے یا اسے حکومت الٰہیہ کا جامہ پہنانا چاہیئے، اور مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ ان کو دوبارہ اقبال مندی صرف اسی صورت میں حاصل ہوسکتی ہے کہ وہ صحیح اسلام کی طرف لوٹ آئیں۔ کیونکہ ان کے زوال کا سبب ہی حقیقی اسلام سے انحراف ہے۔

ہندوستان میں بھی ہمیں اسلامی ادب کا احیاء فقہ کے متنازعہ مسائل میں ہی نظر آتا ہے۔ حیدر آباد دکن میں ایک جدید ثقافت کی بنیادیں جو ادب جدید کی ایک نئی زبان یعنی اردو سے وابستہ ہیں جو زبان دنیا کی چھٹی بڑی زبان سمجھی جاتی ہے۔ ایک مسلمان فرمانروا کے ہاتھوں سے مضبوط و مستحکم ہو رہی ہے جس کی خدمت میرے لئے فخر کا باعث ہے۔ اسلامی دنیا میں ہر جگہ ایک دور جدید کی ابتدا اور ایک نئی زندگی کا غلغلہ بلند ہو رہا ہے۔ خدا کرے کہ عالم اسلام کی اس نئی زندگی کی بدولت اسلام کو وہ سربلندی اور عظمت نصیب ہو کہ وہ اس کائنات میں ایک بار پھر اپنے مقاصد کی تکمیل میں کامرانی حاصل کرے۔

---

Marfat.com

# پانچواں خطبہ

## رواداری

رواداری بلند درجے کی خصوصیت ہے جو انسان کو اعلٰے درجے کی ثقافت سے متعارف کرتی ہے۔ مغربی مصنفوں نے مسلمانوں کی تاریخ اور ان کے مذہب پر جو بہتان لگائے ہیں، ان میں ایک مسلمانوں کی عدم رواداری ہے جو ایک نہایت ظالمانہ الزام ہے۔ اگر صحیح حالات کا مطالعہ کیا جائے، اور اس طرح کے الزامات کی نوعیت پر غور کیا جاتے تو معلوم ہو گا کہ الٹا وہی لوگ گردن زنی ہیں جو مسلمانوں پر اس طرح کے سنگین الزام تراشتے ہیں اگر تاریخ عالم کا غور سے مطالعہ کیا جاتے تو ہم کو معلوم ہو گا کہ ظلم و تعصب کس کا شیوہ رہا ہے۔ کیا اس بات سے کوئی انکار کر سکتا ہے کہ ہسپانیہ صقلیہ اور اپولیاس جو مسلمانوں کا قتل عام ہوا اور مسلمانوں کو اس طرح چن چن کر موت کے گھاٹ اتارا گیا کہ آج وہاں پر اسلام کا کوئی نام لیوا باقی نہیں۔ کیا اس بات کو کوئی جھٹلا سکتا ہے کہ ۱۸۲۱ء کی بغاوت میں مسلمانوں کو یونان میں چن چن کر قتل کیا گیا کہ اس ملک میں ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا اور ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کر دیا گیا۔ کیا یہ تاریخی حقیقت غلط ہے کہ بلقان میں مسلمانوں کی اکثریت کو تمام یورپی قوموں کی تائید اور حمایت کے ساتھ ایک

Marfat.com

نہایت وحشت ناک اور بے دردانہ طور پر اقلیت میں بدل دیا گیا۔ اس حقیقت سے کس کو انکار کی جرأت ہے کہ عیسائی رعایا کو مسلمان حاکموں کے برخلاف بغاوت پر اور مسلمانوں کے قتل عام پہ اکسایا گیا، اور جب مسلمانوں نے اس خطرناک صورت حال کا تدارک کیا تو اس کوشش کو ظلم اور زیادتی سے تعبیر کیا گیا یہ تاریخی حقیقت کون بھلا سکتا ہے کہ تمام یورپ میں یہودیوں کو قرونِ وسطیٰ میں خطرناک اور لرزا دینے والے مذہبی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور کون سمجھ بوجھ رکھنے والا نہیں جانتا کہ ہسپانیہ سے مسلمانوں کو خارج کر لینے کے بعد یہودیوں پر کیا کیا مظالم توڑے گئے۔ پرانی داستانوں کو دھراتے بغیر بھی دیکھا جاتے، تو زار روس کے دور میں روس اور پولینڈ میں جب تہذیب کے مدعی یہودیوں کی تباہی اور بربادی کو کارِ ثواب جانتے تھے تو ان مظلوم یہودیوں پر کیا گزری۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو اسلامی سلطنتوں میں صرف ضمیر و عقیدہ ہی کی آزادی میسر نہ تھی۔ بلکہ ان کو اپنے قومی معاملات میں پوری پوری خود اختیاری حاصل تھی۔

خلفائے بنی امیہ کے عہد میں ہسپانیہ میں اور خلفائے بنی عباس کے دور میں بغداد میں عیسائیوں اور یہودیوں کو مسلمانوں کے ساتھ سکولوں اور یونیورسٹیوں میں یکجا پڑھنے کی مراعات ہی حاصل نہ تھیں بلکہ ان کے قیام اور طعام کا بندوبست بھی کیا جاتا تھا۔ جب ہسپانیہ سے مسلمانوں کے اخراج کا وقت آیا تو عیسائی فاتحین نے یہودیوں کو ایک المناک مصیبت میں مبتلا کر دیا بعض یہودی جو اپنی جانیں بچا کر نکلے تو کچھ مراکش پہنچے اور کچھ ترکی کی وسیع سلطنت میں پناہ گزین ہو گئے، جہاں ان کی اولاد آج تک الگ الگ جماعتوں میں زندگی بسر کرتی ہے اور ان کے افراد آج تک ہسپانوی زبان

Marfat.com

بولتے ہیں۔ اس دور کا عالم اسلام تعزیہ مذہب سے بھاگنے والوں کے لئے ایک پناہ گاہ تھی۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی حالت اگرچہ مسلمانوں سے کمتر تھی لیکن یہ حالت بھی اس زمانے کے یورپ میں مسلمانوں، یہودیوں اور کافروں سے تو درکنار روشن خیال علما کی حالت سے بھی بہتر تھی۔

اٹھارویں صدی کے "بحر العلوم" مرتب کرنے والوں سے پہلے مغربی عیسائیوں کو نہ تو مسلمانوں کے اعتقادات کے متعلق کوئی واقفیت تھی نہ وہ اس کے خواہاں تھے اور نہ ہی وہ مسلمانوں کے متعلق مشرقی عیسائیوں کے خیالات معلوم کرنے کے آرزومند تھے۔ عیسائی کلیسا دو فرقوں میں تقسیم ہو چکا تھا اور ان دونوں فرقوں کے درمیان اختلاف اور دشمنی اس درجہ ترقی کر چکی تھی کہ بقول گبن کے مشرقی عیسائی مسلمانوں کی حکومت میں جہاں ان کو ہر طرح کی ضمیر و عقیدہ کی ہی نہیں بلکہ مذہبی شعائر کی ادائیگی کی آزادی حاصل تھی۔ عیسائیوں کے زیر سایہ رہنے پر ترجیح دیتے تھے۔ کیونکہ ان عیسائیوں کو جو رومن کیتھولک نہ تھے یا تو رومن کیتھولک مذہب قبول کرنے کے لئے مجبور کیا جاتا یا پھر بصورت دیگر ان کو نیست و نابود کرنے کے منصوبے سوچے جاتے۔

مغرب کے عیسائی تو مسلمانوں کو کافر اور بت پرست کہتے اور ان کی کئی کتابوں میں مسلمانوں کو حضور سرکار دو عالم کے بت کا پجاری لکھا گیا ہے غرناطہ کی فتح کے حالات میں تو ان بتوں کی تفصیل بھی درج ہے جن کو مسلمان پوجتے تھے عیسائیوں کی اس حیرت ناک نادانی کے برعکس مسلمانوں کو عیسائیت کی حقیقت اور مسلمانوں کے ساتھ عیسائیوں کے اختلاف کے متعلق مکمل معلومات حاصل تھیں، اگر اس زمانے میں یورپ والوں کو اسلام کے متعلق اتنا علم بھی حاصل ہوتا جتنا مسلمانوں کو ان کے بارے میں معلوم تھا تو صلیبی جنگیں جن میں کبھی کبھی بہادری اور

Marfat.com

شرافت کی جھلک نظر آتی تھی۔ لیکن عام طور پر یہ لڑائیاں جو مذہبی جنون کے طوفان کے سوا کچھ نہ تھیں کبھی بھی شروع نہ ہوتیں۔ کیونکہ وہ دیوانگی نادانی اور غلط فہمی کا نتیجہ تھی۔ اس کے متعلق ایک مشہور فرانسیسی مصنف کی رائے دیکھئے۔

"عیسائی دنیا کا ہر شاعر مسلمان کو کافر اور بت پرست سمجھتا ہے جن کے تین بت مہاوند، اپولین اور ترموگان تھے۔ کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے ہسپانیہ میں شکست کھائی اور عیسائیوں نے ان کو سارا گاثہ شہر کے دروازوں تک بھگا دیا تو مسلمان واپس لوٹے اور انہوں نے اپنے بتوں کو توڑ کر پامال کر کے پاش پاش کر دیا۔ ایک عیسائی شاعر لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دیوتا اپولین کے بت کو جو ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں چھپا رکھا تھا۔ بُری طرح مارا اور پیٹا، اسے گالیاں دیں۔ مشکیں کسیں، پھانسی پر لٹکا کر لاٹھیوں سے پاش پاش کر کے اس کے ٹکڑوں کو پامال کر ڈالا اور اپنے دوسرے بت مہاوند کو ایک گھڑے میں پھینک دیا اور کتوں اور سوروں سے اس کی بوٹیاں نچوائیں اور اس قدر بے حرمتی کی کہ دیوتاؤں کی اتنی بے حرمتی کبھی بھی نہیں ہوئی ہوگی، بعد میں مسلمانوں نے اپنے ان نازیبا اعمال سے توبہ کی۔ اپنے دیوتاؤں کو ایک بار پھر عام عبادت کے لئے بحال کر دیا اور جب بادشاہ چارلس سارا گاثہ کے شہر میں داخل ہوا تو اس نے مسلمانوں کے بڑے بت محمدؐ (نعوذ باللہ) کو دوسرے تمام بتوں کے ساتھ ہتھوڑوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

مسلمانوں کی تاریخ مغربی عیسائیوں کے لئے یوں تصنیف کی جاتی اور ان خیالات کو پیش کر کے صلیبی جنگوں کے لشکروں کو اس زمانے کی مہذب ترین قوم کے برخلاف اکسایا جاتا تھا۔ اسلامی دنیا باقی تمام عالم کو دائمی جہنمی سمجھتی تھی مگر اسلام کی تعلیم یہ نہ تھی۔ عیسائی دنیا میں بے شک کچھ ایسے نیک بندے اور

Marfat.com

نرم دل لوگ بھی موجود تھے جن کو یہ غم کھائے جاتا تھا کہ بعض لوگ ہمیشہ کے لئے ملعون ہو جاتے ہیں اور ان ملعونوں کو عیسائی بنا کر بچانا چاہیئے ۔ کیونکہ ان نیک لوگوں کے نزدیک ان ملعونوں کو نجات دلانے کی کوئی اور صورت نہ تھی۔ اسسائی کے سینٹ فرانسس کے وفد کا مسلمانوں کے پاس جانا اور اس وفد کا مسلمانوں کی طرف سے پرتپاک خیر مقدم دونوں نظریوں کا فرق ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح مصر کے برخلاف لوئی کا جہاد اسی ذہنیت کا اظہار کرتا ہے۔ کیونکہ اس کا مقصد بھی مسلمانوں پر فتنہ ارتداد مسلط کرنا تھا اور اس نظریہ کی نہایت دلچسپ مثال کویکرز کے ریکارڈ میں اب بھی موجود ہے نومبر ۱۹۱۲ء کے اخبار مانچسٹر گارڈین میں بریلسفورڈ نے اس پر ایک مقالہ سپرد قلم کیا ہے ۔

چارلس دوم کے دور حکومت میں ایک نوجوان انگریز خاتون جو کسی کی خادمہ رہ چکی تھی، کویکرز (حلقہ احباب) کی ممبر بن گئی اور اس فعل کی بنا پر وہ بے چاری مورد عذاب و عتاب بنی رہی ۔ دو بار تو اس کو کلیسا کے مروجہ آداب و رسوم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے جرم میں کوڑوں کی سزا دی گئی ۔ جب وہ اپنے دو مرد ساتھیوں کے ساتھ عیسائیت کی تبلیغ و تلقین کے لئے امریکہ پہنچی تو اس کو اور اس کے ساتھیوں کو جادوگری کے الزام میں جیل میں ٹھونس دیا گیا جہاں ان پر بے پناہ سختیاں کی گئیں ، اور ایک مسلسل کرب و الم کے بعد ان کو وہاں سے رہائی نصیب ہوئی ۔ جب وہاں سے انگلستان واپس لوٹی تو اس نوجوان لڑکی کے دل میں تبلیغ کا ولولہ اٹھا، اور اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ترکی کے سلطان کو عیسائیت کی تبلیغ کرنی چاہیئے چنانچہ اس مقصد سے وہ پانچ مرد ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ اس کے دیگر پانچ ساتھیوں کو تو مذہبی احتساب کی زد میں لایا گیا، اور دنیا والوں کو ان کے متعلق

Marfat.com

صرف اتنا معلوم ہے کہ ایک شخص ان میں سے زندہ انگلستان پہنچا اور اسکی حالت ایسی تھی کہ وہ ہذیاں بکتا تھا اور اس پر دیوانگی کا عالم طاری تھا مگر اس خاتون کے عزم راسخ میں تعزیرِ مذہبی اور ایذا رسانی اور تمام قسم کی پریشانیوں کے باوجود کوئی لغزش پیدا نہیں ہوئی اور تن تنہا سفر جاری رکھا۔ وہ وینس سے جہاز میں سوار ہوئی اور جہاز رانوں نے اس کو اس کی منزل سے کوسوں دور مگر اسلامی سلطنت کی حدود میں موریہ کے قریب اتار دیا۔ وہاں سے وہ پیدل ایڈریانوپل پہنچی، لیکن اس بے چاری نے ناحق زحمت اٹھائی، کیونکہ اسلامی حکومت کی حدود میں قدم رکھتے ہی مذہبی تعزیر کا خاتمہ ہوگیا تھا۔ ہر آدمی اس کے ساتھ مروت سے پیش آتا اور سرکاری ملازمین اس کی ہر طرح سے مدد کرتے۔ جب وہ سلطان کی جائے رہائش ایڈریانوپل پہنچی تو اس نے شرف باریابی کی خواہش کی اور کہا کہ میں سلطان کے نام احکم الحاکمین کا پیغام لاتی ہوں سلطان نے شاہی آداب کے مطابق اس کا استقبال کیا اور اسے ان تمام امتیازات سے مشرف فرمایا، جو ایک معزز سفیر کے شایانِ شان ہو سکتے تھے۔ سلطان اور دیگر درباریوں نے اس قابلِ احترام مبلغہ کا پیغام پورے احترام کے ساتھ سنا جب وہ پیغام ختم کر چکی تو سب اہل دربار نے یک زبان ہو کر کہا کہ جو کچھ تم نے فرمایا ہمارا تو اس پر پہلے سے ایمان ہے۔ سلطان المعظم نے اس خاتون کو اپنے ملک میں قیام کی دعوت دی اور دوسری بات یہ کہی کہ اگر وہ بادشاہ کی دعوت پر اسلامی سلطنت میں قیام کرنا پسند نہ کرے تو اس کو اس قدر زادِ راہ دیا جائے جو اس شہنشاہ کے سفیر کے شایانِ شان ہو جس کا پیغام لے کر وہ آئی ہے۔ مگر اس خاتون نے سلطان کی دونوں پیشکشوں کو قبول نہ کیا

Marfat.com

اور جس طرح آئی تھی اسی طرح اکیلی پاپیادہ واپس لوٹی، مگر راستے میں اسے معمولی سی خراش بھی نہ آئی اور وہ قسطنطنیہ پہنچ گئی، جہاں سے انگلستان جانے والے ایک جہاز پر سوار ہو گئی، اب آپ اندازہ کریں کہ کس قدر حیرت انگیز تضاد ہے کہ اہل یورپ کو تو مذہبی قوانین سے انحراف کے باوجود رواداری کی دولت حاصل ہوئی اور مسلمانوں نے جب مذہب سے بے پروائی برتی تو ان میں عدم رواداری کے آثار پیدا ہوتے اور ایک شاندار ثقافت میں زوال کے علامات نمودار ہوتے جو واقعہ اوپر بیان کر چکا ہوں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے عمل میں اس قدر تفاوت اخلاق واطوار کی وجہ سے نہیں بلکہ مذہب کی وجہ سے ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پہلے زمانے میں مہذب اور نیک لوگوں میں تھوڑی بہت رواداری کی خوبی موجود تھی لیکن وہ لوگ مروجہ مذہب سے منحرف ہوتے تھے رواداری کو اگر مذہب کا فقدان نہیں تو مذہب کی غیر موجودگی ضرور سمجھا جاتا تھا۔ اسلام کے ظہور سے پیشتر انسانیت کے سامنے رواداری کی حیثیت مذہب کے اہم جزو کی کبھی نہ تھی۔ مسلمانوں کے لئے یہودیت، عیسائیت اور اسلام ایک ہی مذہب کی تین صورتیں ہیں اور یہ مذہب اپنے حقیقی معنوں میں دین ابراہیم یعنی خدا کی مرضی پر گردن ڈال دینا ہے اور یہی حکومت الٰہی کی بنیاد ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے کئی ارشادات مثلاً جب ان سے پوچھا گیا کہ بچوں سے روٹی چھین کر کتوں کے سامنے ڈال دینا مناسب ہے، یا جب انھوں نے فرمایا کہ وہ بنی اسرائیل کی گمشدہ بھیڑوں کے لئے روانہ کئے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصد صرف عبرانیوں کی اصلاح تھا سینٹ پیٹر کے ایک خاص رویا کے بعد عیسائیوں نے اپنے آپ کو امراہین انجیل مقدس

Marfat.com

کی تبلیغ کا مجاز سمجھا۔

عیسائیوں نے خداوندِ عالم کی رحمت کو صرف ان لوگوں کا حق سمجھا جو خاص اعتقادات پر ایمان رکھتے تھے۔ ان کے نزدیک اس زمین پر خدا کی بادشاہت صرف راسخ عقیدہ رکھنے والے عیسائیوں کے لئے مخصوص تھی۔ ہر وہ شخص جو عیسائیت پر ایمان نہیں رکھتا تھا ایک شودر سمجھا جاتا تھا، یا اسے ایسا ملزم تصور کیا جاتا جو اپنی روح کی تسکین اور آسائش کے لئے بڑی بڑی جسمانی سزاؤں میں مبتلا رکھا جاتا۔ خدا کی بادشاہت کی حقیقی تصویر صرف اسلام کے آئینے میں نظر آ سکتی ہے۔

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصرٰی والصابئین من اٰمن باللہ ولیوم الاٰخر وعمل صالحًا فلھم اجرھم عند ربھم۔ ولا خوف علیھم ولاھم یحزنون ہ

یہ تحقیق بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور نصاریٰ اور فرقہ صابئین جو شخص یقین رکھتا ہو۔ اللہ تعالےٰ پر اور روز قیامت پر اور کارگزاری اچھی کرے۔ ایسوں کے لئے ان کا حق خدمت ہی ہے، ان کے پروردگار کے پاس اور کسی قسم کا اندیشہ بھی نہیں ان پر اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

وَقالوا لَن ید خل الجنۃ الامن کان ھُوداً او نصریٰ ؕ تلك امانیھم ؕ قل ھاتوا برھانکم اِن کنتم صٰدقین ہ بلیٰ من اَسلمَ وجھہ دبہ وھو مُحسِنٌ فلہ اجرہ عند ربہ ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون ہ

اور یہود و نصارا کہتے ہیں کہ بہشت میں کوئی ہرگز نہیں جانے پائے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو یہودی ہوں یا نصرانی ہوں۔ یہ دل بہلانے کی باتیں ہیں۔ آپ ان سے دلیل مانگئے اگر وہ سچے ہیں، ضرور دوسرے

Marfat.com

لوگ بھی جاتیں گے جو اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو ایسے شخص کو اس کا صلہ پروردگار کے پاس پہنچ کر ملے گا۔ اور نہ ایسے لوگوں پر کوئی اندیشہ ہے اور نہ ایسے لوگ مغموم ہونے والے ہیں۔

وقالوا کونوا ھودا او نصری تھتدوا ؕ قل بل ملۃ ابرٰھیم حنیفا ؕ وما کان من المشرکین ○ قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسٰی وعیسٰی وما اوتی النبیون من ربھم ؕ لا نفرق بین احد منھم ز ونحن لہ مسلمون ○ فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہ فقد اھتدوا ؕ وان تولوا فانما ھم فی شقاق ؕ فسیکفیکھم اللہ ؕ وھو السمیع العلیم ○

اور کہا انہوں نے ہو جاؤ موسائی، عیسائی، راہ پاؤ گے تم، کہ بلکہ ہم پیروی کرتے ہیں، دین ابراہیم کی جو ایک طرف کا تھا نہ مشرکوں میں سے تھا، کہو ایمان لاتے ہم ساتھ اللہ کے اور جو کچھ ہماری طرف اتاری گئی اور جو کچھ اتاری گئی تھی، ابراہیم، اسماعیل، یعقوب اور اس کی اولاد کی طرف اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو دی گئی اور جو کچھ دوسرے پیغمبروں کو اپنے پروردگار کی طرف سے حاصل ہوتی، ہم کسی کے درمیان جدائی نہیں ڈالتے اور ہم اس واسطے مطیع ہیں اور اگر اس چیز کے ساتھ ایمان لائیں جس کے ساتھ تم ایمان لاتے پس تحقیق راہ پائی اور اگر پھر جاویں تو اسوائے اس کے نہیں کہ وہ غلط راستے پر ہیں۔ پس سننے والا اور جاننے والا خدا تجھے اسی سے جلد نجات دیگا۔

اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ؕ لا تأخذہ سنۃ ولا نوم ؕ لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ؕ من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ ؕ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ؕ ولا یحیطون بشیء من علمہ الا

Marfat.com

بما شاءؔ وسع کرسیہ السمٰوٰت والارضؔ ولا یؤدہ حفظھماؔ وھو العلی العظیم ہ لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغیؔ فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیؔ لا انفصام لھا و اللہ سمیع علیمؔ ہ

البتہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہمیشہ زندہ اور خود قائم رکھنے والا ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے۔ وہ کون ہے جو اس کے پاس سوائے اس کی اجازت کے سفارش کرے۔ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز پر احاطہ نہیں کر سکتے۔ سوائے اس کے جو وہ چاہتے ہیں۔ اس کا علم آسمانوں اور زمینوں پر حاوی ہے اور وہ ان دونوں کی حفاظت سے نہیں تھکتا۔ وہ بہت عظمت والا ہے۔ دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت کی راہ گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔ پس جو شخص شیطان کا انکار کرتا ہے وہ اللہ پر ایمان لاتا ہے، اس نے ایک مضبوط چیز کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ جو ٹوٹنے والی نہیں۔ اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

قرآن کریم کی یہ دونوں آیتیں ایک دوسرے کے معنوں کی تکمیل کرتی ہیں جہاں خداوند برتر و اعلےٰ کی جبروت شہنشاہت کا ایسا تصور موجود ہو وہاں مذہب میں کوئی جبر نہیں ہو سکتا۔

انسان خود اطاعت اور سرتابی کا راستہ اختیار کرتا ہے، ان نافرمان لوگوں کے لئے اپنی جگہ پر یہ کافی سزا ہے کہ وہ سچائی اور حقیقت کے نور سے دور تر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مسلمان عام طور پر اس امر کو نظر انداز کر جاتا

Marfat.com

ہے کہ اس قانون کا اطلاق دوسروں کی طرح خود مسلمانوں پر بھی ہوتا ہے خدا کے قوانین سب پر حاوی ہیں۔ ان قوانین کی عالمگیری سے کسی کو مفر نہیں۔ اگر مسلمان دوسرے لوگوں کے عقائد اور آرا سے عدم رواداری برتتا ہے تو یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اس کے دل و دماغ سے قرآنِ کریم نے جو خداوندِ عالم کی رحیمی اور جبروت کا نقشہ پیش کیا ہے محو ہو چکا ہے۔

غیر مسلم یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں رواداری کا جذبہ ختم ہو چکا ہے اور ان کے نزدیک ہر وہ شخص جو ان کا ہم نوا نہیں کافر ہے۔ لیکن اس میں افسوس کی بات یہ ہے کہ کئی مسلمان اس زیادتی کا جواز قرآن مجید سے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں کافروں کا ذکر موجود ہے اور یہ فرمان کلام مجید میں موجود ہے کہ مسلمانوں کا کافروں کے ساتھ کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ ان سے مسلمانوں کو ہمیشہ برسرِ پیکار رہنا چاہیئے۔ آپ کو ایک صبر آزما تفصیل میں مبتلا کر دینے کا اگرچہ مجھے احتمال ہے۔ لیکن میں اس کے باوجود اس بات کی اجازت چاہوں گا کہ اس اصطلاح ، کافر ، کا مفہوم بیان کروں۔

قرانِ مجید میں مجھے اس لفظ کے دو معنی ملے۔ لیکن جب ہم خداوندِ عالم کی منشا پا لیں گے تو اس کے ایک ہی معنی رہ جائیں گے۔ پہلی بات یہ ہے کہ کافر کسی مذہب کا پیرو نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ تو انسانیت کے لئے خداوندِ عالم کے رحیمانہ منشاء مقصد کا مخالف اور تمام مذاہب کی صداقتوں سے منکر ہوتا ہے اور تمام الہامی تقاضوں سے بھی منکر ہوتا ہے اور ان تمام انبیا کو جھوٹا سمجھتا ہے جن کو مسلمان خدا کے حکم کی متابعت میں بغیر کسی تفریق اور امتیاز کے خدا کے فرستادہ پیغمبر مانتے ہیں۔ سب سے پہلا کافر ابلیس ہے جس نے

Marfat.com

اپنے تکبر اور غرور کی وجہ سے انسان کا احترام کرنے میں خدا کے حکم سے منہ موڑا

واذ قلنا للملیکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس ابی و استکبرو کان من الکفرین ٥

جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو تو انہوں نے فرمانبرداری کی مگر ابلیس نے انکار کیا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے تھا۔

قرآن کریم نے اس دعوے کو بار بار دھرایا کہ اس نے تمام دینوں کی صداقتوں کی تصدیق کی ہے۔ پہلی تمام کتابیں معدوم ہو چکی تھیں یا محرف پہلے نبیوں کی زندگی اور تعلیم ایک افسانہ بن چکی تھی۔ انکے متعلق ایسی ایسی کہانیاں اور روایات تراشی گئی تھیں کہ خود تاریخ کو انکے وجود سے انکار کرنا پڑا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے "یہ ایسی کتاب ہے جسمیں کوئی شک نہیں۔ رسول کریمؐ کو دیکھ لو وہ تو تم لوگوں میں ہی زندگی بسر کرتے ہیں اور تم ہی میں تلقین فرماتے ہیں"۔ اگر کلام مجید کا وجود نہ ہوتا اور حضور سرکار دو عالم موجود نہ ہوتے تو ان لوگوں پر گرفت کرنا مشکل ہوتا جو انبیاء کو خدا کی جانب سے انسانیت کی ہدایت کے لئے مامور ہونے کو ایک خوش فہمی سمجھتے ہیں گزشتہ الہامی کتابوں کی صداقت پر آج قرآن مجید اور حضور رسالت مآب ہی کی مہر تصدیق ثبت ہے جو لوگ ایک نبی اور ایک الہام کے قابل نہیں ہیں درحقیقت وہ انسانیت کی ہدایت الٰہی کے وجود سے جو تمام الہامی مذاہب کی بنیادی حقیقت ہے سے منکر ہیں۔

قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ مصدقا لما بین یدیہ وھدی وبشری للمؤمنین ٥ من کان عدوا للہ وملائکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکافرین ٥

Marfat.com

کہ جبریل کا جو کوئی دشمن ہے۔ اس نے تو اللہ کے حکم سے اس کو تیرے دل پر اتارا۔ اس کی تصدیق کرتا ہوا جو اس سے پہلے ہے اور مومنوں کے لئے خوش خبری ہے جو کوئی اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبرائیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ (ان) کافروں کا دشمن ہے

کلام مجید کی ان آیتوں میں جہاں جنگ کا تذکرہ ہے۔ کافر سے مراد ایسے دشمن ہیں جو اسلام کے فرزندوں سے نبرد آزما ہیں۔ لفظ کافر کا اطلاق ہر بت پرست اور ہر غیر مسلم پر نہیں ہوتا۔ جیسا کہ امان کے اس اعلان سے ظاہر ہے جو ان بد عہد قبائل سے متعلق ہے۔ جنہوں نے مسلمانوں سے معاہدے کرنے کے بعد انہیں مسلسل توڑا اور مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔

براءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین عاھدتم من المشرکین فسیحوا فی الارض اربعۃ اشھر واعلموا انکم غیر معجزی اللہ لا وان اللہ مخزی الکفرین ہ واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر ان اللہ بری من المشرکین ۵ ورسولہ فان تبتم فھو خیر لکم ج وان تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی اللہ ط وبشر الذین کفروا بعذاب الیم ۵ الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم ط ان اللہ یحب المتقین ہ

"بیزاری ہے خدا اور اس کے رسول کی طرف سے ان لوگوں کی کہ تم نے مشرکوں سے عہد باندھا۔ پس زمین میں چار مہینے پھر اور جانو کہ تم خدا کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور تحقیق اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے اور اللہ اور رسول کی طرف سے پکارنا ہے حج اکبر کے دن کہ اللہ مشرکوں سے بیزار ہے اور

Marfat.com

اس کا رسول بھی اور پس اگر تم توبہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم پھر جاؤ تو سمجھ لو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکتے اور کافروں کو درد دینے والے عذاب کی خوشخبری دو اور وہ لوگ کہ تم نے مشرکوں کے ساتھ عہد باندھا اور انہوں نے تمہاری کوئی مدد نہ کی۔ پس پورا کرو ان وعدوں کو اس مدت تک بتحقیق خداوند عالم دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو۔

مشرکوں اور کافروں میں صاف صاف تفریق کی گئی ہے۔ مشرکین سے مراد وہ لوگ ہیں جو خداوند عالم کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو شریک کریں۔ وہ بت پرست جنہوں نے مسلمانوں کے ساتھ اپنے وعدوں کو پورا کیا وہ کافروں میں سے نہ تھے۔ حضور رسول اکرمؐ نے خود ارشاد فرمایا کہ جو شخص مسلمانوں کو سلام کرے اسے کافر نہ کہا جائے۔ قرآن مجید کی رو سے وہی لوگ کافر ہیں جو جان بوجھ کر خاص ارادے سے برائی کرنے والے ہوں۔ خواہ ان کا تعلق کسی نسل، عقیدہ اور قوم سے کیوں نہ ہو۔

اس طویل جملہ معترضہ کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک یہ تفصیل اس لئے ضروری تھی کہ قرآن حکیم اور سیرت سرکار دوعالم سے واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے خود مسلمان اس مسئلہ میں الجھ کر رہ گئے۔

کتنے مسلمان اس بات کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں کہ حضور سرکار دوعالم کے حلیفوں میں عرب میں اسلام پھیل جانے کے بعد بھی بہت سے بت پرست تھے اور حضور نے ان لوگوں کے ساتھ اپنے معاہدات کو لفظی اور معنوی دونوں صورتوں میں پورا کیا اور ان معاہدات کی میعاد ختم ہونے سے پہلے ان بت پرستوں کا مسلمان ہونا مسلمانوں کی شمشیر آبدار کا مرہون منت نہ تھا بلکہ ان کے تقوے اور حسن عمل کا ثمر تھا۔ بت پرست عربوں کی تسخیر اور ان کا اسلام

Marfat.com

کا حلقہ بگوش ہو جانا ایک نہایت سادہ داستان ہے۔

ان بتوں کے پوجنے والوں کے پاس اسلامی تعلیم کے مقابلے میں پیش کرنے کو سوائے توہمات کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ وہ لڑائیوں میں فتح حاصل کرنے کے لئے اپنے مقامی دیوتاؤں سے تائید اور فتح کی دعاؤں کے طالب ہوتے تھے، اور اپنے بازوں کی طاقت پر ان کو بڑا گھمنڈ تھا۔ شروع شروع میں تو ان کا پلہ لڑائیوں میں اس لحاظ سے بھاری رہا۔ لیکن جب مسلمانوں نے اس کے باوجود ان پر فتح حاصل کی تو وہ بے انتہا مایوس ہوتے اور ان کے دیوتاؤں کی طاقت و فوقیت کے افسانے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاک میں مل گئے۔ لیکن ان کی ہدایت یابی پھر بھی لازمی تصور ہوتی تھی اور آہستہ آہستہ وقت آنے پر ان میں سے بڑے سے بڑا سرکش بھی مسلمان ہو گیا۔

اہل کتاب سے مراد وہ لوگ تھے جن تک پہلے کسی نبی کا پیغام پہنچ چکا تھا۔ مثلاً یہودی، عیسائی اور زردشتی وغیرہ سے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا ان سب کے ساتھ حضور سرکار دو عالم کا رویہ لطف و کرم کا تھا۔ حضور اکرمؐ نے سینا کے عیسائی راہبوں کو جس منشور خسروی سے سرفراز فرمایا۔ وہ آج بھی موجود ہے۔ اس منشور کے ایک ایک لفظ سے خیر اندیشی اور خیر خواہی ہی نہیں بلکہ محبت، رافت اور رحمت ٹپکتی ہے۔ حضور نے مدینہ میں رہنے والے یہودیوں کے ساتھ جب تک وہ وفادار رہے۔ ویسا ہی سلوک روا رکھا جو مسلمانوں سے کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم نے کبھی کسی شخص یا جماعت پر جبر نہیں کیا اور نہ ہی عقائد کے اختلاف کی بنیاد پر کسی کو تکلیف دی، نہ کسی جماعت پہ حملہ کیا، بلکہ تمام افراد اور اقوام سے ان کے اعمال کے مطابق سلوک ہوتا تھا حضورؐ نے عیسائی اور زردشتی وفدوں کا جس خوش اسلوبی سے استقبال اور

Marfat.com

احترام فرمایا۔ جس کی تفصیل سے آج بھی تاریخ کے اوراق مذین ہیں۔ ان باتوں میں تعصب یا عدم رواداری کی جھلک تک نہ تھی۔

مسلمانوں کو ہمیشہ یہ حقیقت جسے وہ اکثر فراموش کر دیتے ہیں یاد رکھنی چاہیئے ہمارے لئے یہ امر بھی نہایت اہمیت رکھتا ہے کہ حضور سرکار دو عالم نے کبھی اہل کتاب کو اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا۔ بلکہ ان کو اتنا کہا کہ وہ خداوندِ عالم کی بادشاہت کو تسلیم کر لیں، اور خدا و بندوں کے درمیان جو مذہبی رہنما کی جماعت دیوار بنی ہوتی ہے۔ اسے گرادیں اور اپنے مذہب کی تعلیم کو دوبارہ زندہ کریں۔ دراصل حضور رسولِ مقبول ہر انسان سے یہ دریافت فرماتے تھے کہ "کیا تم خداوند عالم کی اس حکومت کے طلبگار ہو جس میں تمام عالم انسانیت شامل ہے یا تم تمام بنی نوع انسان سے جدا رہ کر اپنی ہی قوم کی حمایت کرنا چاہتے ہو" اس میں شک نہیں کہ پہلا عقیدہ امن و آشتی اور انسانی ترقی کا طریقہ ہے اور دوسرا لڑائی نفرت اور معصیت کا راستہ ہے۔ دنیا کے ان بادشاہوں نے جن کے پاس حضور رسالت مآب کا پیغام امن و صلح پہنچا اور حضور کے پیغام کو خاتم بدہن ایک گستاخ اور مغرور کا پیغام سمجھا اور ان سفیروں کی ہر طرح سے بے عزتی کی گئی ان کو تکالیف دی گئیں اور یہاں تک کہ بعض سفیر رحمت اللعالمین کی اس خدمت میں جام شہادت نوش فرما گئے۔ ان حاکموں کی سنگدلی، بدبختی اور پیغام نبوی کی صداقت کا موازنہ کیا جاتے کہ آج دنیا کے تمام حکمران کے پاس جبکہ تمام اہل بصیرت حضور اکرمؐ کے سامنے سر تسلیم خم کر چکے ہیں، اور دنیا والوں نے بڑی حد تک دین کے ٹھیکیداروں یعنی پادریوں اور برہمنوں کے پنجے سے نجات حاصل کر لی ہے اور اس دور میں جبکہ اسلامی اخوت کی حقیقت

Marfat.com

اور اہمیت کا لوگوں میں احساس بڑھتا جا رہا ہے۔ ایک ایسا ہی معذ روانہ کیا جائے تو اس کا استقبال یقیناً اس سے مختلف ہوگا جو حضور کے زمانے میں ان حکمرانوں نے حضور کے سفیروں سے روا رکھا تھا۔

قل یا ھل الکتب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً و لا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ ۰ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ۰

کہ اے اہلِ کتاب اس بات کی سمت آؤ جو تمہارے اور ہمارے درمیان یکساں ہے کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی دوسری شخصیت کو اللہ کے سوا اپنا رب تسلیم کرے اور اگر وہ لوگ پھر جائیں تو تم کہو اور گواہ رہو کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

وہ اہلِ کتاب جن سے مندرجہ بالا آیت میں اپیل کی گئی ہے اگر اس تجویز کو مان لیتے تو ان کا شمار بھی مسلمانوں ہی میں ہوتا۔ پیغمبر اسلام کا مقصد نہ تھا کہ وہ اپنے لئے کوئی جاہ و حشم، مال و دولت یا طاقت و حکومت حاصل کرتے بلکہ ان کا منشا صرف اقوامِ عالم تک اپنا پیغامِ رحمت پہنچانا تھا۔ وہ عیسائی جو خدا کو واحد مانتے اور وہ یہودی قبیلے جو اپنے راہبوں کے حلقۂ اثر سے آزاد اور اپنے کاہنوں کی گرفت سے نجات حاصل کر لیتے تو حضور اقدس کی نظر میں مسلمانوں کے برابر قدر و قیمت کے مالک بن جاتے۔

باوجود کہ عیسائیوں، یہودیوں اور زردشتیوں نے حضور کے پیغام کی قدر و منزلت نہ کی اور ان کے بادشاہوں نے اسلامی سفیروں کے ساتھ توہین آمیز اور ظالمانہ رویہ روا رکھا، تاہم حضور رسول مقبول صلعم کی شانِ رحمت نے ان

Marfat.com

قوموں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ مخلصانہ اور دردمندانہ رویہ رکھا اور سینا کے راہبوں کے لئے جو منشورِ خسروی جاری ہوا تھا۔ اس بات پر شاہد ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعد حضور رسالت مآب کے معیارِ رواداری کو ترک کر کے مسلمانوں نے غیر مسلموں سے متکبرانہ سلوک روا رکھا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے مجموعی حیثیت میں یہودیوں اور عیسائیوں سے بہتر سلوک روا رکھا۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ اسلامی شریعت کا مطالبہ بھی یہ ہے کہ ان لوگوں سے حسنِ سلوک روا رکھا جائے۔

مصر میں مسلمانوں کی فتوحات کے دور میں قبطیوں اور مسلمانوں کے تعلقات میں جو دوستی، مروت اور یگانگت موجود تھی آج بھی صدیاں گزرنے کے باوجود اسی شان سے برقرار ہے۔ شام کے عیسائیوں اور مسلمانوں کے جو ایک دوسرے سے دوستانہ مراسم ابتدا میں پیدا ہوتے، وہی تعلقات آج بھی اسی محبت کے ساتھ استوار ہیں۔ شام کے عیسائیوں نے تو اعلانیہ ہمیشہ غیروں کی حکومت پر مسلمانوں کے تسلط کو ترجیح دی ہے۔

تمام عالم اسلام میں اور خصوصاً ہسپانیہ، شمالی افریقہ، شام، عراق اور بعد ازاں ترکی میں یہودیوں کے چھوٹے چھوٹے قبیلے موجود تھے۔ جب عیسائی حکومتیں یہودیوں کو موت اور بربادی کے کنویں میں دھکیل رہی تھی۔ تو ان کے لئے واحد پناہ گاہ اسلام کی آغوشِ محبت تھی۔ چنانچہ وہ اسلامی سلطنتوں میں پناہ لینے آتے تھے۔ اور ایک قابلِ احترام مربی جس کو وہ مسیح موعود سمجھتے تھے کی تقلید میں یہودی اپنی مرضی سے جوق در جوق مسلمان ہوتے گئے مگر ان کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے آباؤ اجداد کے مذہب پر قائم رہے لیکن انکو اسلامی حکومت میں کبھی بھی ظلم و جبر کا نشانہ نہ بنایا جیسا کہ عیسائی حکومت میں ان کے

Marfat.com

ساتھ ہوتا تھا۔ ترکی یہودی آج ترکی مسلمانوں سے غیر نہیں۔ کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ فلسطین کے عربی بولنے والے یہودی جو ہسپانیہ اور پولینڈ سے بھاگ کر آئے ہوئے یہودیوں کی اولاد سے ہیں فلسطین کے عیسائیوں اور مسلمانوں کے دوش بدوش وہاں کے یہودی بھی قومی وطن کی تحریک کے مخالف ہیں

مسلمانوں اور عیسائیوں کے بہترین تعلقات کے لئے حضرت عمر خلیفہ ثانیؓ کے یروشلم میں فاتحانہ داخل ہونے کی داستان جو ہزاروں بار بیان کی ہے۔ ضرور دہرانے کے قابل ہے، ضرور دہراؤں گا۔ اس مثال سے واضح ہو جائے گا۔ کہ مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کیسے تھے یروشلم کے مسلمان سپہ سالار نے خلیفۃ المسلمین سے تشریف لا کر بہ نفس نفیس مقدس شہر کی کنجیاں اصول فرمانے کی درخواست کی تو حضرت عمر مدینہ منورہ سے ایک اونٹ اور ایک غلام ساتھ لے کر روانہ ہوئے اور آقا اور غلام باری باری اونٹ پر سوار ہوتے تھے۔ جب حضرت عمر سوار ہوتے تو غلام نکیل تھامے پیدل چلتا اور جب غلام کی سواری کی باری آتی تو خلیفۃ المسلمین مہار پکڑ کر چلتے۔ روما کے منصب داروں نے جن کی آنکھوں نے شاہانہ شان و شوکت اور کروفر دیکھا تھا جب انہوں نے عالم اسلام کے اس فقیر شہنشاہ کے اس طرح کے سادہ ورود کو دیکھا تو حیرت ہو گئے۔ عیسائی اسلام کے خلیفہ کو اپنے شہر کے فخر زمانہ اور مشہور ترین گرجے میں لے گئے۔ حضرت عمر ابھی گرجے ہی میں تشریف فرما تھے کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ عیسائیوں نے گرجے ہی میں مصلے بچھا کر نماز پڑھنے کے لئے اصرار کیا۔ مگر حضرت عمر فاروق نے گرجا میں نماز ادا کرنے سے یہ کہہ کر انکار کیا کہ اس جگہ نماز پڑھنے سے۔ یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ نادان مسلمان کسی وقت اس گرجے کو صرف اس بنا پر مسجد نہ بنائیں کہ حضرت عمر فاروق نے یہاں

Marfat.com

نماز پڑھی تھی۔ حضرت عمر نے اپنی جاتے نماز گرجا کے باہر سیڑھیوں پر اس مقام پر بچھا کر نماز پڑھی جہاں آج مسجد عمر موجود ہے۔ سیاح قبۃ الصخرہ کو مسجد عمر کہتے ہیں لیکن وہ مسجد عمر نہیں بلکہ وہ تو مسجد اقصیٰ کے احاطہ میں یروشلم کا ہیکل ہے جو اسلام کا مقدس شہر ہے۔ اس دن سے آج تک یہ گرجا عیسائیوں کی عبادت گاہ ہے۔ مسلمانوں نے اس عبادت گاہ کے استعمال کرنے پر صرف اس قدر پابندی ضروری عائد کی کہ عیسائیوں کے ہر فرقے کے لوگوں کو اس میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے۔ کسی خاص فرقے کے لئے مخصوص نہیں۔

بیت اللحم میں بڑے گرجے اور دیگر مقدس عبادت گاہوں میں بھی ایسا ہی انتظام اور التزام ہے۔ اہل کتاب کے ساتھ خلیفہ ہارون الرشید اور بنی امیہ کے دور تک جب تک مسلمان ہسپانیہ میں حکمران تھے یہ سلوک اسی طرح قائم رہا۔ اس زمانے میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے ایک مشترکہ عبادت گاہ میں عبادت کرنے کا عام رواج تھا۔ شام میں اب بھی کئی عبادت گاہیں ایسی ہیں جن کے متعلق اب تک مشہور ہے کہ مشترکہ طور پر استعمال ہوتی تھیں اور میں نے لُد کے مقام پر سینٹ جارج کا ایک ایسا گرجا دیکھا بھی ہے جس کی چھت ایک مسجد کے ساتھ مشترک ہے۔ جن کو صرف ایک دیوار الگ کرتی ہے اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بسا اوقات نادان مسلمانوں نے محض اس بنا پر کہ کبھی مسلمانوں نے یہاں نماز پڑھی تھی، تمام گرجے کو اپنے قبضے میں لے لیا مگر اس کے باوجود عام طور پر مسلمانوں کے زیر سایہ عیسائیوں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل رہی۔ ان کی عبادت گاہیں سلامت تھیں۔ وہ نئے گرجے تعمیر کر سکتے تھے۔ البتہ ایک حکم کے تحت گرجوں کی گھنٹیاں اتار دی گئی تھیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے بے پناہ شور سے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی۔ لیکن

Marfat.com

اس کے باوجود یروشلم کے مقدس گرجے کا گھنٹہ لگا رہنے دیا گیا۔ عیسائیوں کو عبادت کے لئے ایک ایسے ناقوس بجانے کی اجازت تھی، جیسا نوح کشتی میں بلانے کے لئے استعمال فرماتے تھے۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین عہد اول کی مسادات کو مسلمانوں کے غرور و تکبر کی وجہ سے صدمہ ضرور پہنچا لیکن ایسا صلیبی جنگوں کے بعد ہوا۔

مسلمانوں نے عیسائیوں پر کبھی کسی طرح کا جبر روا نہیں رکھا۔ بلکہ ان سے نہایت شریفانہ سلوک کیا جاتا۔ مگر تاریخ اسلام کے ایک نہایت مختصر وقفہ میں مسلمان اس سے منحرف ضرور ہوئے۔ مصر کے بنی فاطمہ نے جب تھوڑے زمانے کے لئے شام کو اپنے زیر نگیں کر لیا تھا۔ تو اس دیوانے خلیفہ حاکم بامر اللہ نے جس کی دروز آج بھی خدا کا اوتار سمجھ کر پرستش کرتے ہیں ان پر ظلم و زیادتی کا دروازہ کھول دیا تھا۔ سینکڑوں عیسائی راہبوں کو جوڈیا کی چٹانوں میں اور غاروں میں تکلیف بھتے مثلہ کیا گیا۔ اگرچہ مقامی مسلمانوں کی سفارش پر کئی لوگ بچ گئے مگر اسکے باوجود عیسائی مسلمانوں کو تکلیف پہنچاتے رہے۔ ان کے زائرین کو روکا جاتا اور گرجے میں کچھ مدت کے لئے عبادت میں ضرور خلل پڑتا۔

یورپ کے زائرین نے اس مذہبی سزا کی داستان کو بڑھا چڑھا کر اور مرچ مسالے لگا کر لکھا اور یہی مبالغہ پہلی صلیبی جنگ کی وجہ بنی۔ جب عیسائی فوجیں شام تک پہنچ گئیں تو اس وقت تک بنو فاطمہ کا شام سے اخراج ہو چکا تھا اور اس وقت کے عیسائی پہلی سی آزادی اور آسائش حاصل کر چکے تھے۔ نہ ہی شام کے عیسائی صلیبی جنگوں کے خواہاں تھے اور نہ ہی عیسائی سپاہیوں کو ان کے جذبات کی کوئی پرواہ تھی۔ ان کے نزدیک تو وہ بے دین اور مرتد تھے اور ان کے ہر عمل کو دخل در معقولات سمجھتے۔ اگرچہ یہ لقب عجیب و غریب

Marfat.com

ہے لیکن اس کی ایک خاص تاریخی وجہ ہے۔

عباسیوں کے مشہور و معروف خلیفہ ہارون الرشید نے ایک بار خدا بہتر جانتا ہے کہ کیوں دیگر تحائف کے ساتھ بیت المقدس کے مشہور گرجے کی چابیاں فرنکش بادشاہ شارلیمین کو بھیج دیں۔ ہارون الرشید کی یہ حرکت تاریخی اعتبار سے ان شامی عیسائیوں کے ساتھ جو مغربی چرچ کے موافق نہ تھے اور اسلامی حکومت کے بغیر کسی دوسری حکومت کے طابع رہنا پسند نہیں کرتے تھے، سراسر ناانصافی بلکہ زیادتی تھی اور نہ صرف یہ بلکہ یہ غلطی سیاسی اعتبار سے بھی مسلمانوں کے لئے ایک عذاب کی صورت اختیار کر گئی اس گرجے کی دو چابیاں تھیں اور روزانہ گرجا عبادت کے لئے کھولا جاتا اور شام کو بند کیا جاتا، اور اس وقت تک یہ معمول رہا جب تک کہ شارلیمین شہنشاہ نے اسے کھولنے کی خاطر بند نہ کرایا۔ اگر اس بات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ چابیاں بھیجنا اس امر کی طرف ایک لطیف اشارہ تھا کہ آپ اور آپ کے دوسرے ہم مذہب جب بھی اور جس وقت بھی چاہیں اس عبادت گاہ کو استعمال کر سکتے ہیں۔ لیکن ہارون الرشید کی اس حرکت کو فرنکش عیسائیوں نے اور معنی پہناتے اور اپنے آپ کو گرجے کا مالک اور شام کے عیسائیوں کو صرف راہب ہی نہیں بلکہ غاصب سمجھنے لگے، اور یہ تحفہ کئی صدیاں گزرنے کے بعد بڑے بڑے ناروا مطالبات کا دیباچہ قرار دیا گیا اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ روس رومن کیتھولک عیسائیوں کی یلغار کے خلاف مشرق کے عیسائیوں کا محافظ بننا چاہتا تھا اور روس کی یہ خواہش اور مطالبہ اس تمام جھگڑے اور بدمزگی کا باعث بنا، جو مسلمانوں اور ان کی عیسائی رعایا کے درمیان پیدا ہوئی۔ جب صلیبی جنگوں میں مسلمانوں نے یروشلم کو ختم کیا

Marfat.com

تو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ مشرقی عیسائیوں کو بھی قتل کیا اور وہ مشرقی عیسائی جو وہاں مقیم رہے اور مسلمانوں کے ساتھ ہجرت نہیں کیا تو ان کا بھی نیچ اور کم ذات سمجھا جاتا رہا۔ بلکہ ان سے وہ تمام امتیازات یکسر چھین لئے گئے جو اسلامی حکومت میں ان کو میسر تھے۔ اپنی زندگی سنوارنے کی غرض سے ان میں سے کئی رومن کیتھولک بن گئے لیکن جب مسلمانوں کا دوبارہ شام پر قبضہ ہو گیا تو وہ سب رہا جو عیسائی واپس وطن آ گئے اور اس طرح مشرقی عیسائیوں کو ان عیسائیوں کے مقابلے میں جو پاپائے اعظم کے زیر اثر تھے۔ بڑی اکثریت حاصل ہو گئی اور پرانا اسلامی نظام پھر بحال ہو گیا اور تمام ذمیوں کو وہ تمام حقوق دوبارہ حاصل ہو گئے جو اسلامی شریعت کی رو سے ان کو ملنا چاہیئے تھا۔ لیکن بشریت کے تقاضے کی وجہ سے اس دیوانگی کی حرکت نے مسلمانوں کے جذبات میں تلخی پیدا کر دی اور ان کے دلوں اور دماغوں میں عیسائیت کے بارے میں حقارت اور نفرت کے جذبات پیدا ہو گئے۔

اسی طرح جو نئی صورت پیدا ہوتی یہ دونوں قوموں کے لئے قابل افسوس تھی۔ اس طرح ایک طرف تو مسلمان معاشرتی طور پر عیسائیوں کے خلاف تند اور جابر ہو گئے اور دوسری طرف مسلمانوں کے اس حقارت کے جذبے نے ان کی فرومایگی کو اتنی دیر تک قائم رکھا کہ مغرب والے دماغی ترقی میں اتنی فوقیت حاصل کر گئے کہ وہ مسلمانوں کو شکست دے گئے اور مسلمان ایک زمانے تک اس ترقی کی طرف سے غافل رہے، اور عیسائیوں کے خلاف مسلمانوں کا یہ غرور و تکبر آہستہ آہستہ مضبوط ہو کر ان کی زندگی کا ایک جزو بن گیا اور اس کے ثبوت میں ایک تلخ حقیقت سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتی کہ جب ابراہیم بادشاہ مصری نے انیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں شام پر قبضہ کر لیا تو

Marfat.com

دمشق کے مسلمانوں کا ایک وفد ان کی خدمت میں یہ شکایت لے کر آیا کہ ان کے دور حکومت میں عیسائیوں نے گھوڑے پر سوار ہونے کی جرأت کی ہے ابراہیم ایک مسلسل پریشانی اور الجھن میں مبتلا ہوا اور ایک رات مسلسل غور کرنے کے بعد اگلے روز صبح اس وفد کے سامنے اعلان کر دیا کہ عیسائیوں کا مسلمانوں کی برابری کرنا مسلمانوں کے لئے باعثِ ذلت ہے اس لئے عیسائیوں کو بلند رہنے کی اجازت صرف اونٹ پر سواری کرنے سے ہے اور یہ پہلا موقع تھا، جبکہ دمشق کے سپاہیوں کو اپنی نامعقولیت کا احساس و اعتراف کرنا پڑا۔

اٹھارویں صدی کی ابتدا تک مسلمانوں کی طرف سے اپنے عیسائی رعایا پر بعض معاشرتی قیود عائد ہیں۔ لیکن ان پابندیوں کی ان روح فرسا پابندیوں کے سامنے کوئی حقیقت نہیں جو اسی زمانے میں عیسائی امرا نے رومن کیتھولک عیسائیوں پر روا رکھی تھیں۔ لیکن دوسری طرف آئرلینڈ کے رومن کیتھولکوں نے جو مظالم پروٹسٹنٹ فرقے پر ڈھائے ان کی حیثیت بھی ان مظالم کے مقابلے میں ہیچ تھیں جو عیسائی امرا رومن کیتھولک رعایا پر ڈھا رہے تھے مسلمانوں کی پابندیوں کا اثر تو صرف امیر لوگوں پر تھا۔ غریب مسلمان اور غریب عیسائی تو اس دور میں بھی ایک دوسرے کے دلی دوست اور نیک ہمسائے تھے، اور ہر طرح کی مساوات قائم تھی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کی مذہبی آزادی میں کوئی خلل نہیں ڈالا۔ مسلمان حکومت میں ان کے لئے مذہبی سزائیں یا سمتھ فیلڈ کی آگ کی طرح کی کوئی چیز نہ تھی، اور جب عیسائیوں میں باہمی کوئی مذہبی تنازعہ شروع ہوا تو مسلمانوں نے اس میں کسی قسم کا دخل نہیں دیا عیسائیوں کے وہ چھوٹے چھوٹے فرقے جن کو بڑے فرقے والے لادین اور لا مذہب کہتے تھے اور جن کو اگر بڑے فرقوں کے رحم و کرم پر چھوڑا جاتا تو

Marfat.com

ان بڑے فرقوں نے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا ہوتا۔ اسلام کے زیرسایہ امن اور آزادی کی زندگی بسر کرتے تھے۔

عیسائیوں کی لاتعداد مذہبی خانقاہیں جن کے خزانوں کی مالیت کا اندازہ کروڑوں پونڈ سے بھی زائد تھیں۔ سینا کے راہبوں کو حضور سرکار دو عالم کے منشور آزادی کی بدولت مسلمانوں کی حکومت میں پھلنے پھولنے کا حق حاصل تھا اور مذہبی آزادی اور احترام ان کو نصیب رہا، اور عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں کونسل آف دی ایمپائر میں نیابت دی گئی، اور صوبائی اور ضلع کی کونسلوں میں ان کے پادریوں کو نمائندے کی حیثیت سے لیا گیا اور ایسے مسائل میں جن کا تعلق عیسائیوں ہی سے تھا۔ ان کے نمائندوں کی رائے بغیر کسی بے دے کے منظور کر لی جاتی۔

عیسائی عبادت گاہوں کے احترام کے سلسلے میں مجھے ایک بڑا عجیب واقعہ یاد آیا۔ ۱۹۰۸ء میں بیت المقدس کے عظیم گرجا سے یونانی کلیسا کے عربی بولنے والوں نے ملحقہ خانقاہ سینٹ جارج کے راہبوں کے خلاف بغاوت کر دی۔ اس خانقاہ کی بہت بڑی جاگیر اور آمدنی تھی اور زیادہ آمدن ان جائدادوں سے ہوتی تھی جو اس عرب جماعت کے آباؤ اجداد نے بد امنی اور انقلاب کے زمانے میں اس خیال کو مدِ نظر رکھ کر کہ مسلمان مذہبی عبادت گاہوں کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ اس کلیسا کے نام منتقل کر دی۔ اور تمام اخراجات کے بعد جو رقم بچ جاتی وہ ان امانت داروں کی اولاد میں تقسیم کی جاتی، لیکن آہستہ آہستہ ان راہبوں نے اس آمدنی پر اس طرح اپنا قبضہ جما لیا کہ سو سال تک ان امانت داروں کی اولاد کو ایک پھوٹی کوڑی تک نصیب نہ ہوئی۔

Marfat.com

گرجا کے عبادت گزاروں کا مطالبہ تھا کہ ایک پوری صدی کی خیانت اور غضب کے بعد کچھ نہ کچھ رقم ضرور ان کی اولاد کی تعلیم کے لئے وقف کیا جائے۔ جب پیطریق نے عوام کا ساتھ دیا تو راہبوں نے اس کو گرفتار کر دیا۔ جب غازیوں نے عبادت گاہوں پر حملہ کرنا چاہا تو تو ان راہبوں نے ان بیچاروں پر تیزاب چھڑکا۔ نمازیوں کی اپیل پر ترکی حکومت نے پیطریق کو رہا کر دیا اور ان کے لئے کچھ مراعات حاصل کی گئیں۔ لیکن راہبوں نے مدتوں کی نگلی ہوئی دولت حکومت بھی نہ نکلوا سکی کیونکہ شریعت کی رو سے خانقاہیں آزاد اور خود مختیار تھیں۔ عیسائیوں کے دلوں میں جو چیز ناسور کی طرح کھول رہی تھی وہ یہ تھی کہ جن عیسائیوں نے مخدوش حالات میں حفاظت کی غرض سے اپنی جائدادوں کو یروشلم کی مسجد الاقصٰے کی امانت میں دے دی تھیں۔ ان کو برابر آمدنی وصول ہوتی رہی۔ اسی سلسلے میں ایک دوسرا دلچسپ واقعہ سن لیجئے۔ سینٹ جان کے گرجے کے ایک معمولی درجے کے پادری نے خانقاہ کے خزانوں میں سے ایک مٹھی بھر جواہرات چرائے جن کی مالیت چالیس ہزار پاؤنڈ کے قریب تھی۔ پادری جواہرات لے کر یورپ کی طرف بھاگا۔ ترکی کے کسٹم کے افسروں نے اسے گرفتار کر لیا اور یروشلم واپس پہنچایا۔ وہ پادری ترکی حاکموں کے سامنے زاروقطار رو دیا اور التجا کی کہ اس پر ترکی قانون کے مطابق مقدمہ چلایا جائے۔ لیکن مسلمان حاکم نے جواب دیا کہ مسلمانوں کی حکومت میں عیسائی خانقاہیں خود مختیار ہیں۔ اس بدنصیب کو خونخوار راہبوں کے سپرد کیا گیا۔ لیکن ترکوں کی اسلامی رواداری اور بے تعصبی کے ان شواہد کو جو غیر مسلموں سے مراعات اور حسنِ سلوک کی صورت میں ظاہر تھے۔ ان کے سیاسی دشمنوں نے بعینہٖ ان کے خلاف استعمال کیا

Marfat.com

جیسے ترکوں کی طرف سے دور اقتدار و عروج میں بخشی ہوئی مراعات کو ان کے زوال و انحطاط کے وقت حقوق اور مراعات کے نام سے پکارا جانے لگا۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو مثال کے طور پر ایک اسی انداز کی سیاسی رعایت کی تفصیل پیش کروں۔ آج سے تین سو سال پیشتر صرف فرانسسکن راہب ہی مغربی یورپ کے عیسائی مبلغ تھے۔ اس زمانے میں طاعون کی وبا پھیل گئی اور شہروں کے شہر اس وبا کی نذر ہو گئے، ان عیسائی راہبوں نے بغیر امتیاز مذہب و ملت کے بیماروں کی دیکھ بھال اور مردوں کی تجہیز و تکفین کی۔ خدمت خلق کے اس مقدس جذبے کے احترام کے طور پر حکومت ترکیہ نے خوش ہو کر اعلان کر دیا کہ آئندہ فرانسسکن درویشوں کا تمام مال کسٹم سے آزاد رہے گا۔ گو اس اعلان میں صرف فرنکش (یعنی مغربی یورپین) کا لفظ صاف طور پر درج تھا لیکن جب بعد میں دوسرے سینکڑوں مشنری جن میں اکثر رومن کیتھولک بھی نہ تھے بلکہ اور فرقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ سب نے اس اعلان کے بل بوتے پر یہی رعایت طلب کی تو حکومت ترکیہ نے نہایت فیاضانہ سلوک روا رکھتے ہوئے تمام مشنریوں کو اس رعایت کا مستحق گردانا۔ لیکن ان کا یہ مطالبہ اس انداز کا تھا گویا یہ ایک عطیہ شاہی نہیں بلکہ ان کا حق ہے جو فتح یا بین الاقوامی کسی معاہدے کی رو سے حاصل ہو، اور ان مشنریوں نے اس سلسلے میں اپنی اپنی حکومتوں سے مطالبہ کیا کہ ان کی مدد کی جائے تاکہ وہ اپنے اس حق سے محروم نہ ہو جائیں۔

عیسائیوں کو اپنی زبان اور روایات کی حفاظت کا حقدار بنایا گیا، ان کو اجازت ملی کہ وہ اپنے مدرسے قائم کریں اور دوسرے ممالک کے عیسائی مبلغین ان کے پاس آ سکیں۔ اس انداز سے مسلمانوں کے زیر سایہ ان کی

Marfat.com

ایک عالمگیر برادری میں قومیت کے چھوٹے چھوٹے گروہ قائم ہوگئے جس طرح پہلے کہا جا چکا ہے کہ اسلام کے عالمگیر آغوشِ رحمت میں اس بے مثال رواداری نے پرورش حاصل کی جس آزادی تک پہنچ کر آدمی نسل، قبیلہ، جماعت، رنگ اور خون کے بتوں کو توڑ دیتا ہے۔

شام، مصر اور میسوپوٹیمیہ جہاں قومیت اور زبان دونوں باہم متحد تھے وہاں نصب العین کا کوئی جھگڑا نہ تھا اور جس جگہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی زبانیں مختلف تھیں وہاں دونوں کے نظریوں میں فرق ضرور موجود تھا جب تک اسلامی حکومت اپنے انتظام، فارغ البالی اور تعلیم کے اعتبار سے عیسائی ممالک سے افضل رہے۔ جب تک عیسائیوں نے اپنے قومیت کے جذبے میں ایک رقابت اور لڑائی کی شان پیدا نہ کر لی حاکم اور رعایا کے درمیان کوئی ناخوشگوار تصادم واقع نہ ہوا مسلمان سترھویں صدی کے آغاز تک عیسائیوں پر بھاری رہے لیکن اس کے بعد تقریباً اسی سال تک حکومت ترکی میں برائیاں پیدا ہوتی گئیں اور عیسائیوں پر طرح طرح کے ظلم روا رکھے گئے جن کی بدولت اسلامی آئین کی کوئی حیثیت باقی نہ رہی۔ لیکن اس کے باوجود بھی گذشتہ نظم و نسق کی اچھائی اور غیر مسلموں سے اچھے سلوک کا اثر ایک زمانے تک موجود رہا۔ روس کو اسلامی سلطنت کے عیسائی زمیوں میں دشمنی کا جذبہ قومیت بیدار کرنے کے ایک سو سال سے زیادہ عرصہ، خفیہ پراپوگنڈہ کرنے میں لگا، اور اس مسلسل جدوجہد کے باوجود روس کو کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ جب تک کہ عیسائیوں میں مذہبی جنون پیدا نہ ہوا۔ اسی برس کی افراتفری کے بعد ایک زمانہ آیا جبکہ مسلمان حکومت نے غیر مسلم رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے ہر طرح کے اقدام کئے۔ مگر جب یہ دور شروع ہوا تو اس وقت

Marfat.com

سردیوں، یونانیوں، بلغاریوں اور رومانیوں کی مراجعت کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ روس کے خطرناک مذہبی پراپوگنڈے کا زہر پوری طرح اپنا اثر دکھا چکا تھا اور ترکی پر روس کی فتوحات نے یونانی عیسائیوں کے نچلے طبقے میں یہ اثر پیدا کر لیا تھا اور وہ پرامید تھے کہ ان کو بہت جلد مسلمانوں کو قتل کرنے کا موقع ہاتھ آجائے گا۔ جس کے لئے روس کے خفیہ سفیروں پادریوں اور راہبوں نے ان کے دل میں ایک تمنا پیدا کر دی تھی۔

گو میری معلومات نامکمل نہیں لیکن میں عمداً تاریخ کے اس دور کے بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ یہ بڑے قریبی زمانے کے واقعات ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کا اعادہ پڑھنے والوں کے دلوں میں شدید اشتعال پیدا کر دے گا۔ میں آپ کو صرف اس قدر بتانا چاہتا ہوں کہ یونان کی جنگ آزادی ۱۸۲۱ء میں نہ صرف موریہ کے تین لاکھ مسلمان مرد، عورتیں اور بچے ہی شہید کر دیئے گئے، بلکہ یونان کے شمالی علاقوں میں بھی مسلمانوں کو نیست و نابود کیا گیا۔ مگر مقام تعجب یہ ہے کہ یورپین تاریخ نویسوں نے اس کا تذکرہ ہی نہیں کیا۔ مگر دوسری طرف ترکوں نے ان حملوں کو روکنے کے لئے جو کارروائیاں اختیار کیں انہیں خوب بڑھا چڑھا کر بیان کیا اور آپ اس بات کو ذہن نشین کریں کہ جب کبھی بھی مسلمانوں نے عیسائیوں پر کہیں بھی حملہ کیا۔ یہ عیسائیوں کے حملے کے جواب میں تھا۔ مسلمانوں نے ظلم کرنے میں کبھی پہل نہیں کی اور اس حقیقت کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے والے عیسائی مسلمانوں کے دوست تھے۔ یہ بات کس کے علم میں نہیں کہ ارمنی لوگ پچاس سال پیشتر ترکوں کے منظور نظر تھے اور ان میں سے اکثر ترکی حکومت میں خوشی سے زندگی گزار رہے تھے جس کا ثبوت نام نہاد آزادی حاصل

Marfat.com

کرنے کے بعد ان لوگوں کا ترکی حکومت کے پاس دوبارہ آنے کی کوششوں سے معلوم ہوتا ہے۔

باہر کے عیسائیوں نے باقاعدہ اور متواتر مسلمانوں کے برخلاف ان کے جنونِ مذہبی کو برانگیختہ کیا اور ان کے پادریوں نے ان کو بتایا کہ مسلمانوں کا قتل ثواب ہے۔ میرے نزدیک ترکی کی تباہی کی یہ سازش شرارت اور ذلالت کی انتہا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ انسانی ترقی اور آسمانی رہنمائی اور عالم انسانیت کے خلاف اس سے زیادہ خطرناک بغاوت ذہن میں آسکے۔ یہ عیسائیوں کی ان ناپاک اور نامراد کوششوں کا ثمرہ ہے کہ دنیا والوں کی نظر میں مذہبی رواداری بجائے ایک خوبی کے ایک کمزوری اور گناہ بن گئی۔ کیوں وہ لاکھوں عیسائی جو ترکوں کے زیر حکومت آرام اور امن کی زندگی گزار رہے تھے وہی ان کے زوال کا سبب بنے، اور دوسری طرف مذہب کے نام پر ناانصافی اور زیادتی کو عیسائی دنیا میں معقول اور محفوظ مسلک سمجھا گیا۔ مذہبی رواداری کو اس انداز سے ایک سیاسی بیوقوفی کہا جا سکتا ہے۔ مگر دراصل ایسا نہیں ہے۔ درحقیقت مظلوم سے زیادہ ہمارے رحم کا مستحق ظالم ہے۔ ہسپانیہ کا زوال مسلمانوں کے اخراج کی تاریخ سے شروع ہوتا ہے۔ سان فرینڈ فاتح سیوائل موریکا اور ٹولیڈو کے ساتھ روادارانہ سلوک کرنے میں بہ نسبت اپنے جانشین کے جس نے جہاد کی امنگ میں غرناطہ پر قبضہ کر لیا۔ اور مسلمانوں اور یہودیوں پر مذہبی تعزیر کے دروازے کھول دیئے۔ اپنے ملک کا بہتر خیر خواہ تھا۔ موجودہ ریاستہائے بلقان اور یونان ایک لعنت کی پیداوار ہیں۔ اس میں تعجب نہیں کہ مغربی تہذیب کا زوال اسی دن سے آنا شروع ہو گیا جس دن کہ مہذب سیاستدانوں نے زار روس کی ظالمانہ اور انسانیت

Marfat.com

سوز حکمت عملی کو قبول کر لیا اور رومی کلیسا کے مذہبی جنون کی پشت پناہی کی۔ بغیر کسی شک وشبہ کے تاریخ کی نگاہ میں مذہبی رواداری قوموں کی تہذیب اور ثقافت کی روشن دلیل ہے۔

کسی مسلمان کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ ایک اسلامی حکومت کی اس دردناک تباہی کو دیکھ کر جو ان لوگوں کی وجہ سے رونما ہوئی جن کو مسلمانوں نے سینکڑوں برس اپنے ہاں پناہ دی اور ایسے حالات میں آرام اور احترام سے رکھا جبکہ مغربی یورپ میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کو ملیا میٹ کرنا یا ان کو اپنے مذہب میں شامل کرنا ایک مقدس مذہبی فریضہ تصور ہوتا تھا کسی مسلمان کے لئے یہ ہرگز زیبا نہیں کہ ان حالات کے پیش نظر رواداری کی اسلامی تعلیم کو اسلام کی کمزوری تصور کرے۔ رواداری اسلام کی عظیم طاقت ہے کیونکہ حق وصداقت کا یہی مسلک ہے۔ خدا اسی طرح صرف یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں ہی کا نہیں جس طرح اس کی رحمت کا مینہ محض ان ہی قوموں کے لئے ہے۔ مگر اس کے باوجود ہمیشہ کی طرح آج بھی بعض لوگ کہتے ہیں

لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ

کوئی جنت میں سوائے یہودیوں اور عیسائیوں کے داخل نہ ہوگا۔ ایسے لوگوں کے لئے کلام مجید کا یہ جواب ہے۔

بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ہ

---

Marfat.com

# چھٹا خطبہ

## تقدیر پرستی

میں اس سے پہلے اسلام کے عروج و زوال کے بارے میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ آج کل یہ بات فیشن بن چکی ہے کہ اسلام کے زوال کا سبب اس کی جبلی کمزوری یعنی تقدیر پرستی کو ٹھہرایا جاتا ہے اور اگر اس بات کو تسلیم کیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی تہذیب نے جو عظمت و شان کا ایک عظیم الشان دور گزارا ہے اور صدیوں تک مسلمانوں کو جو عظمت نصیب رہی اس کی ذمہ دار کون ہے تو منطقی طور پر اس کا جواب بھی یہی ہو سکتا ہے کہ بلا شک و شبہ یہی جبلی تقدیر پرستی ہی اس شان و عظمت کا سبب تھی۔ مگر یہ بات تو ممکن نہیں کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ تقدیر پرستی مسلمانوں کا جبلی عیب ہے تو پھر اس روشن اور واضح حقیقت کے لئے کیا توجیہ پیش کی جائے گی کہ مسلمان جب تک اپنے مذہبی عقائد پر قائم رہے تو وہ سرتاپا کردار کا نمونہ تھے وہ جس میدان میں گئے ان کو بے حد کامیابی و کامرانی نصیب ہوئی اور جب مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کو فراموش کر دیا اور دین کے احکامات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے انحراف کیا تو ان پر بے انتہا سستی اور کاہلی چھا گئی۔ وہ آرام پسند ہو گئے اور

Marfat.com

اور بار بار انحطاط نے ان کو گھیر لیا۔ اس میں شک نہیں کہ تاریخ کے بعض ادوار میں عیسائیت کی طرح اسلام میں بھی مسئلۂ جبر و اختیار نے ہنگامہ و ہیجان پیدا کیا انسان کو جس حد تک مختار بنایا گیا ہے۔ کلام مجید میں اس کی واضح حدیں متعین ہیں۔ خداوند بزرگ و برتر کی قدرت بلاشبہ مطلق و مکمل ہے۔ اس میں انسان کو بھی کسی حد تک اختیارات سے سرفراز کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود انسان کو اپنے حلقۂ اختیار میں خدا کے قانون مکافات سے مفر نہیں

اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ و ان تصبھم حسنۃ یقولوا ھٰذا من عند اللّٰہ ۔ فمال ھٰؤلآء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا ہ

ما اصابک من حسنۃ فمن اللّٰہ وما اصابک للناس رسولا وکفیٰ باللّٰہ شھیدا ہ

"تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تم کو پا لے گی خواہ بلند برجوں پر ہی کیوں نہ ہو۔ اگر ان کو بھلائی ملے تو کہہ دیتے ہیں کہ خدا کی طرف سے ہے، اور اگر برائی ملے تو وہ کہتے ہیں تمہاری طرف سے ہے۔ تم ان سے کہدو کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔ اس قوم کو کیا ہو گیا جو سیدھی سی بات نہیں سمجھتے"

"جو بھلائی تم کو پہنچی اللہ کی طرف سے ہے اور جس برائی کا تجھے سامنا کرنا پڑا اس کا ذمہ دار تمہارا نفس ہے۔ ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لیئے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی گواہی کافی ہے"

کلام مجید کی یہی دو آیتیں ہیں جن پر جبر و اختیار کے معاملے میں بحثوں کا دار و مدار ہے۔ اگرچہ ان میں بظاہر تضاد ہے۔ لیکن حقیقت میں ان کا اشارہ مسلمانوں کی ایک خاص شکست کی طرف ہے جس میں بعض مسلمان شہادت سے سرفراز ہوئے۔ جب اس واقعہ اور مسلمانوں کی بڑی بڑی ہرٹ کو مدنظر رکھیں تو اس

Marfat.com

سلسلہ میں ہماری تمام مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ موت پر انسان کا اختیار و اقتدار نہیں۔ جلدی یا دیر سے ہر آدمی کو موت آتی ہے۔ انسان اپنی تقدیر کے نشیب و فراز کے تابع ہے اور وہ بھی خداوند عالم کی طرف سے آتے ہیں۔

"ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ سیدھی سادی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔"

قرآن مجید نے اس حقیقت کو بار بار دہرایا ہے کہ حضور سرکار دو عالم ایک بشر تھے۔ فوق البشر نہ تھے۔ جس مصیبت کا ذکر کر چکا ہوں۔ یہ مسلمانوں کے باہمی نزاع اور نا اتفاقی کا نتیجہ تھی، اور خداوند عالم نے مسلمانوں کو ان کاموں سے روکنے کی ہدایت فرمائی۔ جب تک مسلمان خدا کے احکام کے تابع تھے تو جدھر رخ کرتے تھے کامیابی اور فتح ان کے قدم چومتی۔

کلام مجید کا ارشاد ہے۔

جو اچھائی بھی دنیا میں ظاہر ہوتی ہے اے بندے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو بدبختی نازل ہوتی ہے اس کے ذمہ دار تمہارے کردار ہیں۔

حضور سرکار دو عالم مکافاتِ عمل کے قانون خداوندی کو بدل نہیں سکتے

اس میں شک نہیں کہ اسلامی تعلیمات اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی زندگیوں میں تقدیر پرستی کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں، لیکن اس کی نوعیت وہ نہیں جس سے مغرب آج مسلمانوں کو مطعون گردانتا ہے۔ ان کی تقدیر پرستی میں سستی، کاہلی اور تن آسانی کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ مغرب میں اس غلط فہمی کی ذمہ دار ترکوں کے اعمال کا نامکمل مشاہدہ ہے۔ ترک سپاہیوں کی اولاد تھے۔ وہ جنگ کو حقیقی زندگی اور امن کو رخصت کا زمانہ سمجھتے تھے۔ یہ بات قابل تعجب ہے کہ اختلاف کے لئے اس آیت کا انتخاب کیا گیا ہے جبکہ قرآن مجید کی کئی دوسری آیتیں اس طرح کی موجود ہیں، جن میں جبر و اختیار کے

Marfat.com

مسئلہ پر بڑی نتیجہ خیز بحث کی گئی ہے۔ یہ مسئلہ بھی ابدیت کی مانند ہماری سمجھ سے بلند تر اور ان مسائل میں سے ہے جن کے متعلق قرآن مجید نے کسی بحث و شرح کی ضرورت نہیں سمجھی اور ہم کو اس مسئلے میں الجھ کر گمراہ ہونے سے روکا ہے۔
انسان کو اس دنیا میں نیابت خداوندی کا مقام حاصل ہے۔

و اذ قال ربك للملٰئكة انی جاعل فی الارض خلیفة ۰ قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها و یسفك الدمآء ۚ و نحن نسبح بحمدك و نقدس لك ۖ قال انی اعلم ما لا تعلمون ۰

(جب تیرے رب نے فرشتوں کو بتایا کہ میں زمین پر اپنا ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، انہوں نے کہا تو (اسے) بناتا ہے جو اس میں فساد کرتا ہے اور خون گراتا ہے، اور ہم تیری حمد و تسبیح کرتے ہیں۔ فرمایا میں جانتا ہوں۔ جو تم نہیں جانتے۔

جب تک انسان اپنی کمزوری و بے چارگی کا اعتراف کرے اور ان اختیارات کو جو اسے حاصل ہیں۔ ایک مقدس امانت خیال کرے تو اس کے لئے بہتر ہے۔ لیکن جب وہ اپنی بے چارگی کو فراموش کر دیتا ہے یا اس سے انکار کرتا ہے تو وہ غلط راستے پر پڑ جاتا ہے اور اس طرح نقصان میں رہتا ہے۔
اس سورہ میں جس کے متعلق یہ خیال ہے کہ سب سے پہلے نازل ہوئی۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے۔

كَلَّآ اِنَّ الانسان لیطغیٰٓ ۙ اَنْ رَّاٰہُ استغنیٰ ۙ اِنَّ اِلٰی ربك الرُّجعیٰ ۙ

بیشک انسان سرکشی کرتا ہے کہ اپنے آپ کو بے نیاز سمجھتا ہے تمہیں اللہ ہی کی طرف واپس جانا ہے۔
انسان کو اس دنیا کا حاکم بنایا گیا اور اس دنیا میں جتنے حیوانات نباتات

Marfat.com

اور جمادات ہیں ان پر اسے قدرت حاصل ہے۔ اس کا فرض ہے کہ ان اشیاء کو انسانیت کی فلاح و بہبودی اور ترقی کے لیئے بہتر بنائے اور اپنی ذاتی مسرت اور خواہش کے لیئے انہیں ضائع نہ کرے اور اس کے کاندھوں پر اس کے ہم جنسوں کا بوجھ بھی ڈالا گیا۔ اس کو یہ فرض سونپا گیا کہ بنی نوع انسان اور اس کی آئندہ آنے والی نسلوں کی ترقی اور بہتری کا دل وجان سے خواہاں رہے۔ انسان کا انحصار قطعی طور پہ قوانین فطرت پر ہے جو تمام کائنات میں جاری ہیں۔ وہ قوانین جو اس نے خود نہیں بنائے ان کے خلاف سانس لینے یا انگلی اٹھانے کی اسے مجال نہیں اور یہ تمام قوانین مثلاً رات اور دن کا منظر اور قوانین مکافات کا قانون جن کے ماتحت اس کے تمام افعال ہیں۔ انسان کے لیئے انتباہ ہیں کہ اس کے اختیارات کے حدود قطعاً متعین ہیں اور ہمیشہ ایک عظیم اور برتر طاقت کے رحم و کرم پر موقوف ہیں مگر حیرت کی بات ہے کہ انسان ان تمام نشانیوں کے دیکھنے کے باوجود اس سیدھے راستے کو سمجھنے سے قاصر ہے اور اسی لیئے یہ صحیح ارشاد ہوا۔

"انسان باغی ہے اور اپنے آپ کو مختار سمجھتا ہے" برائیاں اور گناہ ترقی کرتے جاتے ہیں۔

مسلمان مردوں اور عورتوں پر مملکت الٰہیہ عالمگیر اخوت کے قیام کی کوشش اور اس حقیقت کی اشاعت لازم کر دی گئی ہے۔ حکومت الٰہیہ کسی خاص فرقے یا گروہ کے لیئے محدود مخصوص نہیں اور نہ ہی چند اعتقادات کا اعلان اور چند شعائر کی پابندی معیار صداقت ہے۔ تمام عالم کے لیئے صرف ایک معیار ہے اور وہ ہے عمل۔ مسلمانوں پر جہاں اور جب موقع پیش آتے، خیر کی اصلاح اور شر کی روک تھام کے لیئے جدوجہد لازم ہے۔

Marfat.com

خداوند تعالیٰ کی بادشاہت کے قیام کی غرض سے مسلمان اپنی جان اس کی رضا پر وقف کر چکے ہیں، مگر اس کا نتیجہ سستی اور غفلت اور مراقبہ میں ہمیشہ سر جھکانا نہیں بلکہ یہ اعتراف اور اقرار اس کے واسطے ایک بلند جدوجہد اور اعلیٰ ارادے کا نام ہے جس کی تمام صعوبتیں اور مشکلات اس کے لیے رنج والم کی بجائے مسرت اور اطمینان کا پیغام ہیں، جو مسرت مخالف طوفان سے مقابلہ کرنے والے تیراک کو اس وقت میسر آتی ہے جب طوفان تھم جاتا ہے اور وہی لہریں جو کچھ عرصہ پہلے اس کو غرق کرنے پہ تلی ہوئی تھیں اس کو اپنے کاندھوں پر سوار کر کے اس کی منزل مقصود کی طرف لے جاتی ہیں۔ یہی خیر کی حمایت اور شر کی مخالفت میں کوشش جو ایک مسلمان کی ذات سے شروع ہو کر بسا اوقات اس کے ہم جنسوں تک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور یہاں تک کہ وقت پڑنے پر میدانِ جنگ میں جام شہادت تک نوش کرنے سے دریغ نہیں کرتے ہیں، جہاد کہلاتا ہے۔

جہاد میں مسلمان ہر چیز خدا کے سپرد کرتا ہے، اور وہ اس سے نہیں ڈرتا کہ موت اس کو کب، اور کہاں دبوچ لے اور صحیح معنوں میں یہی مسلمانوں کی تقدیر پرستی ہے لیکن اس تقدیر پرستی کا نتیجہ ہرگز جمود وانحطاط نہیں جب مسلمان امن کی آسائشوں اور دولت کی مسرتوں میں اس جذبۂ جہاد کو فراموش کر چکے اور انہوں نے اپنی اصلاح کے ہمہ گیر مفہوم کی بجائے اس کا محدود مفہوم قبول کیا جس میں علما نے اس کو مقید کیا تھا تو اسلامی تہذیب کا انحطاط اور زوال شروع ہو گیا۔

جہاد کے لفظ کی وسعت اور عالمگیری کو جس طرح محدود اور محبوس کیا گیا

Marfat.com

ہے کسی دوسرے لفظ کے مفہوم میں ایسا انقلاب بہت کم نظر آیا اور نہ ہی کسی قوم کے لئے الفاظ کے تغیر کا مفہوم ایسا مہلک ثابت ہوا ہوگا۔ غیر مسلموں کے نزدیک جہاد عام طور پر ملکوں کو ختم کرنے کے لئے جنگ سے زیادہ نہیں جس میں مسلمان کا کام غیر مسلم کو محکوم کرنا ہے۔ ان کے نزدیک جہاد بھی صلیبی جنگوں کی طرح ایک دیوانگی کا ہنگامہ ہے۔ غیروں سے تو شکایت نہیں؛ خود مسلمان نے بھی جہاد کا مفہوم ایسی جنگ ہی سمجھ رکھا ہے جو محض اسلام کی حفاظت کے لئے لڑی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ خلیفہ اور اس کے نائب خدیو مصر کا محکمہ جنگ النظارۃ الحربیہ کی بجائے النظارۃ الجہاد کہلاتا تھا۔ اور یہ اس خوش فہمی پر محمول تھا کہ مسلمانوں کے سردار اعلیٰ کے حکم پر جو جنگ بھی لڑی جائے گی وہ ہمیشہ جہاد ہی کہلائے گی۔ فوجی نقطہ نظر سے یہ طریقہ ضروری تھا کیونکہ شریعت کی رو سے صرف اسی جنگ کے لئے مسلمانوں کو ہر وقت پکارا جا سکتا ہے جس کی نوعیت جہاد کی سی ہو۔ اس لئے جبری بھرتی کا جواز نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ تمام لڑائیاں جن میں اسلامی فوجوں کو شرکت کی دعوت دی جاتی تھی، لازمی طور پر ان کی یہی نوعیت ہوتی۔ کیونکہ عالم اسلام کے علماء کے نمائندے شیخ الاسلام کے جواز جہاد کے فتوے کی بنا پر خلیفۃ المسلمین کے اعلان کے بعد شروع کی جا سکتی تھی۔

جس دور میں اسلامی یونیورسٹیاں اپنے اثر و اقتدار کے جوبن پر تھیں، علما کی حق گوئی، آزادی رائے اور بیباکی مسلم تھی۔ وہ علما جہاد میں اور ان جنگوں میں جو ذاتی مفاد اور ملک فتح کرنے کی ہوس میں لڑی جاتی تھیں امتیاز کرتے اور ان کے نزدیک کشور کشائی اور ملک گیری کے لئے جنگ کرنا ہمیشہ خلاف شرع ہوتا۔ مگر وہ اس کے باوجود بعض بادشاہوں کی ہوس

Marfat.com

ملک گیری کو ختم نہ کر سکے، لیکن ایسی جنگوں پر انہوں نے شدید پابندیاں ضرور عائد کر دی تھیں جن کی وجہ سے یہ لڑائیاں عوام کے لیئے اذیت رساں اور ضرر رساں نہ رہیں۔ اس طرح کوئی بادشاہ نہ تو کسی مسلمان کو اس طرح کی کسی لڑائی میں اپنی حمایت میں جنگ کرنے پر مجبور کر سکتا تھا اور نہ ہی اس مقصد کے لیئے مسلمانوں سے کوئی خاص قسم کا ٹیکس وصول کیا جاتا۔ بلکہ اگر دو مسلمان بادشاہوں کے درمیان ایسی جنگ چھڑ جاتی تو اس کے اخراجات کے وہ خود کفیل ہوتے۔ ان جنگوں میں ان کی اپنی فوج اپنے غلام یا وہ لوگ شریک ہوتے جو اپنی رضا اور خوشی سے لڑنا چاہتے۔ بادشاہ اور اس کی فوج کو ان مسلمانوں کے جان و مال اور ذرائع معاش سے کوئی غرض نہ تھی جو پُر امن رہنا چاہتے۔ اگر ان پُر امن مسلمانوں کو کوئی نقصان پہنچایا جاتا تو علما بادشاہ کو اس کے لیئے قابل تعزیر ٹھہراتے اور علما کے اقتدار اور اختیار کا یہ عالم تھا کہ وہ ایسے بادشاہ کے خلاف تمام عالم اسلام کو برانگیختہ کر سکتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایسی جنگوں سے اسلامی تہذیب اور اس کے اثبات و استحکام کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ عوام فوجوں کو جنگ پر جاتے ہوتے دیکھتے اور اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہتے۔ ان کے نزدیک ایسی جنگوں میں فتح یا شکست کوئی اہمیت نہ رکھتی تھی۔ کیونکہ بادشاہوں کا بدلنا ان کے لیئے کسی انقلاب کا موجب نہ ہوتا۔ شریعت کے قانون سب کے لیئے یکساں تھے اور ہر حاکم پر اس کی متابعت ضروری تھی۔ اگر وہ شریعت کے احکام سے سرتابی کرتا تو علما اس کو تمام عالم میں ذلیل و رسوا کرتے۔ اسی لیئے علما نے مسلمانوں کی ان جنگوں کو جو غیر مسلموں کے خلاف ظلم پر مبنی ہوں اور واضح انصاف و نیکی کی حمایت نہ ہو، شدید مخالفت کی

Marfat.com

وہ تمام لڑائیاں جو مسلمانوں نے لڑیں اگر ان کے پس منظر میں جذبہ جہاد ہوتا تو آج یقیناً تمام دنیا مسلمان ہوتی اور انسان اخلاقی اور روحانی اعتبار سے بلند تر اور مضبوط تر نظر آتے۔

جہاد اس جنگ کو کہتے ہیں جو اسلامی ممالک کی حفاظت ناتوانوں کی حمایت اور ناانصافیوں کو ختم کرنے کے لیئے لڑی جائے۔ ایسی جنگوں میں نہ لڑنے والوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہیئے اور مذہبی پیشواؤں اور مذہبی شعائر کا احترام ضروری ہے۔ فصلیں تباہ نہ کی جائیں پھلدار درختوں کے کاٹنے کی ممانعت ہے اور ارشاد ہے کہ "ان کے معاش کے ذرائع کو برباد نہ کیا جائے"۔ اگر جہاد کے اس آئین رحمت کا مقابلہ گزشتہ دونوں عظیم جنگوں سے کیجیئے تو معلوم ہوگا کہ ان دونوں لڑائیوں میں دشمن کو ہر طریقہ سے قانوں مارنا جائز سمجھا گیا۔ پھر اس کے بعد آپ کو اختیار ہے کہ جو آئین پسند آئے اسے اختیار کریں حضور سرکار دو عالم کا مقصد تھا کہ جنگ کی ہولناکیاں اور ہلاکت خیزیاں کم ہو جائیں اور مفتوح کے لیئے مقابلتاً ان میں کمی اور نرمی پیدا ہو جائے اور اس کے نتائج کو اس قدر فیض رساں بنا دینا تھا کہ لوگوں کے دل اسلام کی طرف مائل ہو جائیں اور اس طرح سے دنیا میں امن و سلامتی کا ایک دور قائم ہو جائے۔ حضور رسول مقبول کے عہد میں کبھی بھی یہ تصور پیدا نہیں ہوا تھا کہ کافروں کے خلاف جنگ کرنا مسلمانوں کا ایک مقدس فریضہ ہے، بلکہ یہ بعد کی پیداوار ہے۔

حضور اور خلفائے راشدین کے عہد میں جو شخص صلح کا طالب ہوتا اس کے ساتھ صلح کی جاتی اور جب تک وہ اپنے وعدوں پر قائم

Marfat.com

رہنا اس کو برابر کے حقوق حاصل رہتے ۔ مسلمان وعدے کی پابندی اور معاہدے کے احترام کے لیئے ضرب المثل بن چکے تھے ۔ قرآن مجید کے نزدیک ہر معاہدہ مقدس ہے اور مسلمانوں نے اس ضمن میں اپنی شہرت کو برقرار رکھا ۔ جہاد کی لڑائیاں اسلامی ثقافت کا ایک جزو تھیں اور آج بھی اگر اقوام عالم ان کا مطالعہ اور تقلید کریں تو بہت فائدہ حاصل کریں گی ۔ حضورؐ نے اکثر جنگوں میں اپنے دشمنوں کو بلا معاف فرمایا اس عفو و درگزر کے فائدے بے انتہا حیرت انگیز تھے ۔ اسلام کے قوانین جنگ میں البتہ ایک بات ایسی بھی ہے جس پر وہ لوگ جو ہر حالت میں جنگ، کے مخالف ہیں معترض ہوں گے اور وہ خود اختیاری کی حفاظت ناتوانوں اور بے کسوں کی اعانت اور ظلم و تعدی کے خلاف جنگ ہے بعض مخصوص حالات ایسے بھی ہیں جن میں مسلمانوں کو مقاتلہ کا حکم ہے اور اس حکم کو اسلام کے برخلاف ایک حد درجہ شرمناک تہمت کی بنیاد قرار دے دیا گیا ہے ۔ مسٹر لائیڈ جارج نے جنیوا کانفرنس میں اور اسی طرح ایک اور ہندوستانی جج نے ایسے ہی وقت قرآن مجید کے ان الفاظ کو " انہیں جہاں پاؤ قتل کر دو" کو بغیر اس کے سیاق و سباق کے دہرایا تاکہ اس کا یہ مفہوم ظاہر ہو کہ مسلمانوں پر خداوند عالم کی طرف سے غیر مسلموں کا قتل ہر جگہ، ہر مقام اور ہر زمانے میں فرض ہے ۔ آپ اجازت دیں تاکہ میں پورا اقتباس پیش کروں ۔

وَ قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ہ واقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجوکم والفتنۃ اشد من القتل ج ولا تقتلوھم عند المسجد

Marfat.com

الحرام حتّٰی یقتلوکم فیہ ۚ فان قٰتلوکم فاقتلوھم کذٰلک جزاء الکٰفرین ۝ فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم ۝ وقاتلوھم حتّٰی لاتکون فتنۃٌ ویکون الدین للہ ۚ فان انتھوا فلا عدوان الا علی الظالمین ۝

لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تمہارے ساتھ لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ اللہ تعالٰے زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ۔ ان کو مارو جہاں کہیں ان کو پاؤ اور ان کو نکالو جہاں سے تم کو انہوں نے نکالا ہے اور فتنہ و فساد قتل سے زیادہ شدید ہے اور ان سے مسجدِ حرام کے پاس نہ لڑو جب تک وہ تم سے نہ لڑیں اور اگر وہ تمہارے ساتھ لڑیں تو تم ان کو قتل کردو کیونکہ کافروں کا بدلہ ایسا ہی ہے اور اگر وہ باز رہیں تو بے شک اللہ تعالٰے بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے ان سے لڑو اس حد تک کہ فتنہ ختم ہوجائے اور سب کا سب دین خدا کے لئے ہو جائے اور اگر وہ باز رہیں تو کوئی زیادتی نہ کرو ظالموں پر ۔

کون عقل مند اس سے قتل عام اور جان لینے کے حکم کا جواز سمجھے گا۔ یہ تو جنگ کا محض ایک اصول ہے ، جو ان لوگوں کے سامنے سادہ ترین الفاظ میں بیان کیا گیا جو اس حکم سے پہلے ہر حالت اور ہر صورت میں دوسرے کی جان لینا ناجائز سمجھتے تھے ۔ چونکہ اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے مسلمان جنگ کے مخالف تھے اور اس حکم کو مانتے ہوتے بھی وہ اپنا مذہب تسلیم کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنے عقائد کی آزادی کی خاطر ان لوگوں سے نبرد آزما ہوتے جو مسلمانوں کو طرح طرح سے تکالیف دینے اور اسلام کو (نعوذ باللہ) بنیاد سے اکھاڑ پھینکنے کے منصوبے تیار کرتے رہتے تھے ۔ مسلمانوں کو اس وقت تک جنگ کرنے کی اجازت دی گئی تھی

Marfat.com

جب تک عقوبت مذہبی کا خاتمہ ہو جاتے اور لا اکراہ فی الدین کے قرآنی اصول پر عمل شروع ہو اور دین میں مکمل آزادی مسلم ہو جاتے۔ کیونکہ اللہ سب کا ہے اور اسے کسی خاص گروہ یا فرقہ سے کوئی خاص محبت نہیں۔ اگرچہ ایک مسلمان کو دنیا میں کسی مجمع سے یہ کہنے کی ضرورت پیش آنی نہیں چاہیئے تھی لیکن چونکہ اس بارے میں دنیا والوں کی جہالت بہت زیادہ ہے اس وجہ سے یہ اعلان کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کلام مجید میں قتل یا قتل عام کا قطعاً کوئی جواز نہیں، لیکن بعض ناگزیر حالات میں ایک واضح اور آبرو مندانہ جنگ کا حکم ضرور موجود ہے۔ لیکن اس حکم پر کچھ اس طرح کی پابندیاں عائد ہیں جن پر اسلام کی کامیابی کا زیادہ تر دارومدار ہے۔ کیونکہ اسلام کے قانون جنگ نے ان لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا جو جنگ کی ہمہ گیر ہلاکتوں اور بربادیوں کے قائل تھے۔ اسلام میں صرف ایک ہی جنگ ہے اور وہ جہاد ہے۔ جہاد جد و کوشش کا نام ہے اور جہاد کا دینی مفہوم اس تمام کوشش و جد و جہد پر حاوی ہے جو ایک سچے مسلمان کو تمام عمر ایسے فرائض کے ادا کرنے میں اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ اس کا مقصد انسان کے دلوں میں خداوند بزرگ و برتر کی حاکمیت قائم کرنا ہے اور وہ ایسا کرنے سے گریز کرتا ہے تو وہ سچا مسلمان نہیں۔ یہ کوشش مسلمان کے لئے زندگی کے ہر شعبے میں شر کے خلاف خیر حاصل کرنے کے لئے ایک جنگ ہے اور اس کا آغاز خود قلب مومن سے ہوتا ہے۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا الجہاد الاکبر الھویٰ۔ سب سے بڑا جہاد خود انسان کی ہوا و ہوس کے خلاف جنگ ہے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی شہنشاہیت اور اخوت اسلامی کے حقوق کی اشاعت کا بہترین طریقہ خود مسلمانوں

Marfat.com

کے لیئے ذاتی نیک مثال قائم کرتا ہے) حضور سرکار دو عالم نے علم حاصل کرنے اور اس کی اشاعت کی کوشش کو جہاد الاکبر کے نام سے یاد فرمایا ہے اور حضور کا ارشاد ہے کہ "طالب علم کی روشنائی خونِ شہید سے زیادہ مقدس ہے"۔

ایک فنکار جو کوشش اور جدوجہد تکمیل علم کے لیئے کرتا ہے اس پر بھی جہاد کی اصطلاح کا اطلاق ہوتا ہے اور ان کوششوں پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے جو نیک لوگ دبا زدہ مقامات اور بیماریوں کے علاج معالجہ، مردوں کی تجہیز و تکفین کی خاطر جاری رکھتے ہیں ضرورت مندوں کی حاجت پوری کرنا۔ جبر و ظلم کو صبر سے برداشت کرنا۔ غرض ہر وہ انسانی کوشش جو اصلاح حال، صداقت کی حمایت اور ظلم کو ختم کرنے کے لیئے کی جاتی ہے جہاد کہلاتی ہے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی تجارت جہاد تھی۔ کیونکہ اس دور کے تاجر گھر سے جذبہ جہاد میں سرشار ہو کر نکلتے اور وہ جو ہر وقت اپنے سینوں میں تبلیغ کا جذبہ موجزن رکھتے تھے وہی اسلامی جہاد تھا) ان کو اپنے کاروباری طور طریقوں کی صداقت پر ناز تھا اپنے معاہدات کا احترام ان پر ہر حالت میں فرض تھا۔ جہاں کہیں ان کے مقدس قدم پہنچے قرآن مجید کا پیغام بھی ساتھ ساتھ پہنچا۔ عرب سوداگروں میں تبلیغ کا جذبہ آج بھی پرانی صداقت اور گرم جوشی کے ساتھ موجود ہے ان حالات میں لفظِ جہاد کا مفہوم صرف جنگ اور مذہبی جنون کی حد تک محدود کرنا ایک افسوسناک غلط بیانی ہے۔ حالانکہ مسلمان اور ہر اس انسان کو جو اس نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ہمیشہ ایسے مقاصد کے حصول اور حفاظت کے لیئے جن کی صحت اور سچائی پر اسے مکمل یقین ہو وقت پڑنے

Marfat.com

پہ اپنی جان قربان کر دینے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ جہاد اور اس جنگ میں جو حب الوطنی کے جذبے سے سرشار ہو کر لڑی جائے خواہ ملک حق پہ ہو یا باطل پر ہر صورت میں اس کے لئے جان دینے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ ایک واضح فرق ہے۔ اسی سلسلے میں حضور سرکارِ دو عالم کا ارشادِ گرامی ہے۔

"وہ ہم میں سے نہیں جو نا انصافی میں اپنے قبیلے کا ساتھ دیتا ہے وہ ہم میں سے نہیں جو دوسروں کو ظلم میں شامل ہونے کی دعوت دیتا ہے اور وہ ہم میں سے نہیں جن کی موت اس حالت میں واقع ہو جائے جبکہ وہ ظلم میں اپنے قبیلے کا ساتھ دے رہا ہو۔"

ایک بار تو حضور سرکار دو عالم نے ایک ارشادِ قدسی سے تمام سننے والوں کو حیرت میں ڈال دیا "اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو جب وہ اچھا کام کر رہا ہو اور جب وہ بُرا کام کر رہا ہو۔" اصحاب نے عرض کی "یا رسول اللہ کیا ہم ظلم و زیادتی میں مسلمان بھائی کی مدد کریں"۔ ارشاد فرمایا "ہاں اور خاص طور پر جب وہ بُرا کام کر رہا ہو اس کا ہاتھ پیچھے کھینچ لیں۔"

مسلمان تو صحیح معنوں میں وہ ہیں جو کلام مجید کی اصطلاح میں جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کرتے ہیں۔ یعنی اپنی اور کمزوروں اور مصیبت زدہ لوگوں کی حفاظت کے لئے ظلم و جور کے روکنے کے لئے جنگ کرتے ہیں اسلام کسی قوم یا کسی فرد کے خلاف محض مذہب کے اختلاف کی بنا پر جنگ کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور نہ ہی اس طرح کی جنگوں کو جہاد کے مقدس نام سے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ جہاد تو خدا کی راہ میں ایک کوشش کا نام ہے اور اگر دورِ حاضر کی زبان میں اس کا مفہوم بیان کریں تو ہم

Marfat.com

کہہ دیں گے کہ جہاد بنی نوع انسان کے لئے ایک دلی تعلق اور شفتگی کی راہ ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب کوئی دوسری قوم مسلمانوں پر ظلم کرے ان کو نیست و نابود کرنے کی اور انہیں غلام بنانے کی کوشش کرے اور تلوار کے زور سے حق کو چھپانا چاہیے تو تمام مسلمانوں کو ایسی قوم کے خلاف جنگ کا حکم ہے۔ گو جہاد یعنی نیکی کے لئے جدوجہد مسلمانوں کا مقدس فریضہ قرار دیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کو یہ خیال دل میں نہیں لانا چاہیے کہ اللہ ان کی کوششوں کا محتاج ہے۔

ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ انّ اللہ لغنی عن العلمین ٥

جو کوئی کوشش کرتا ہے اپنی بھلائی کی کرتا ہے۔ اللہ کو اپنی مخلوق کی امداد کی کچھ ضرورت نہیں۔

انگریزی میں اس حقیقت کے ظاہر کرنے کے لئے کئی ضرب الامثال ہیں۔ "نیکی خود اپنا اجر ہے"۔ "ہمت مرداں مدد خدا" وغیرہ وغیرہ، لیکن زمانے پر ان ضرب المثال کی دانشمندی جس اچھے انداز کے ساتھ مسلمانوں کے عمل میں ظاہر ہوئی کبھی کسی نے نہیں دیکھی۔ ایک شخص کی مثال سے اثر قبول کر کے نیکی حاصل کرنے کے لئے لاتعداد انسانوں کی بے لوث کوشش کا نتیجہ دنیا میں ایک مسرور کن تہذیب کا قیام تھا۔ جب تک یہ کوشش ترک نہ کی گئی۔ یہ پرمسرت تہذیب قائم رہی۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۙ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ؕ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ ٥

تو تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ ہاں تنگی کے ساتھ آسانی ہے اور جب تو فارغ ہو تو کام میں لگ جا اور اپنے رب کی طرف دل لگا۔

Marfat.com

بعد کے زمانہ کے مسلمانوں نے اس حقیقت کو فراموش کر دیا اور جب ان کو لڑنے سے فرصت ملی اور ظاہر میں کوشش اور جد و جہد کی ضرورت ختم ہو گئی تو وہ تن آسان ہو گئے۔ اس طرح اسلامی تہذیب کی قوت انحطاط میں تبدیل ہو گئی، اور اس پر آہستہ آہستہ وہ طویل زوال مسلط ہوتا گیا جس میں وہ آج تک مبتلا ہیں۔ اسلام کا سیدھا سادہ مگر زور دار نظم و ضبط جس کی ابتدا خود مسلمانوں کے نفس سے ہوئی ہے۔ غیر مسلموں کے لئے جو اس امر کے تصور سے عادی ہیں کہ کیوں کوئی انسان ایسے کام اپنے لئے فرض کرے جن میں اس کے لئے قطعاً کوئی فائدہ اور خوشی نہیں اور اس کا اس کو حکم دیا جاتا ہے۔ جہاد کے سلسلے میں سمجھنے کے قابل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک بے لوث کوشش ہے جس کے لئے ہر شخص کو ایک خاص تربیت کی ضرورت ہے۔ ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارا حج بغیر اس جذبہ کے محض رسمی سی شے ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں مسلمان کے لئے ایمان کا اقرار ہی نہیں بلکہ احکام شریعت کی متابعت بھی ضروری ہے دوسرے مذہب والوں سے تو محض اقرار اور عقیدت کے اعلان کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ اسلام صرف اقرار عقیدہ ہی نہیں بلکہ اس پر عمل کا طالب ہے خداوند عالم کے وجود کا زبان سے اقرار اور عمل سے اس کی عدم تصدیق درحقیقت ایک فرض کو پورا کرنے سے عملی طور پر انکار کے برابر ہے اور اس طرح ثواب نہیں ایک عیب ہے۔ اسلام میں اصل معیار تو عمل ہے۔

کسی اور مذہب کے مقدسین نے فرمایا کہ انسان پر خود اس کی اپنی ذات سے متعلق کوئی فرض عائد نہیں ہوتا۔ البتہ خدا اور ہمسائے سے متعلق اس پر ضرور فرائض عائد ہوتے ہیں اور جو اس کی اپنی ذات کے فرائض ہیں

Marfat.com

وہ ان دونوں میں موجود ہیں۔ لیکن اسلام کا نظریہ اس سے متضاد ہے شریعت اسلامی اعلانیہ طور پر کہتی ہے کہ ہر انسان پہ خود اس کی ذات سے متعلق ایک فرض عائد ہوتا ہے اور وہ فریضہ جہاد ہے۔ جس کے معنی ہیں نیکی کے قیام کے لیئے بدی کا مقابلہ کرنا جس کی ابتدا خود مسلمان کو اپنے نفس کی لالچ اور حرص پر قابو پانے کے لئے کوشش کی صورت میں ہونی چاہیئے۔

ہر انسان پر اس کی ذات سے متعلق جو فرائض عائد ہوتے ہیں۔ فریضہ جہاد یعنی مقررہ مخصوص حالات میں مردانہ وار میدانِ جنگ میں کود پڑنا شامل ہے۔ خواہ تمام زندگی اسے کبھی بھی کسی لڑائی میں شامل ہونے کا موقع حاصل نہ ہو ایک جانب تو جہاد کے لیئے تربیت اور آمادگی محض عسکری تربیت ہی نہیں بلکہ اسلامی ضبط و نظم کا مرقع ہے اور دوسری جانب دیکھا جائے تو جنگ کے حکم کا لازمی نتیجہ مسلمانوں میں عالمگیر عسکری تربیت ہے، جو ہر اسلامی حکومت میں قانون کی رو سے لازم ہونی چاہیئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ایک تربیت یافتہ مجاہد ہو۔ تاکہ وہ زندگی کے جہاد میں طاغوتی طاقتوں کے خلاف ہمیشہ اور ہر مقام پر خود اسی کے دل اور ضمیر میں، کارخانے میں، بازار میں، قانون ساز اسمبلیوں میں، میدانِ جنگ میں نبرد آزما رہے، مسلمان کو دنیا کے آرام اور مال و دولت میں کبھی بھی اس قدر مصروف نہیں رہنا چاہیئے کہ اگر اچانک اسے دنیا کے مال اور دولت سے محروم ہونا پڑے تو اس کے لئے عظیم مصیبت بن جائے مسلمان کی عسکری زندگی اور جہاد کے حکم کے یہ معنی ہیں کہ جب کبھی بھی اس کی جائداد، مال، دولت، اطمینان اور پُرامن زندگی اور خدا کے احکام کے درمیان تصادم پیدا ہو جاتے

Marfat.com

تو وہ ایک دم ان سب چیزوں سے منہ موڑ کر محض خدا کی رضا کے لئے ہجرت کے لئے تیار ہو جاتے اور اس دنیا کے مال و دولت سے محرومی کے باوجود وہ سکونِ قلب اور اطمینانِ خاطر کی دولت سے مالامال ہو۔

ہر صورت میں اس چند روزہ زندگی کے گزارنے کے بعد رحلت کی منزل ہر شخص کو درپیش ہے اور جو چیزیں ہمیں اس دنیا میں عزیز ہیں اور جن کی ہمارے لئے بڑی وقعت ہے انہیں چھوڑنا پڑے گا، اور انسان دنیا سے اپنے ساتھ کیا لے کر جائے گا، کچھ نہیں! لیکن اس میں شک نہیں کہ کچھ چیزیں ضرور ہماری منتظر ہیں اور ہمارے گناہ اور ثواب کا دارومدار ان پر ہے اور قرآن مجید کے الفاظ میں وہ یہ ہیں۔

ما قدمت ایدینا ۔ "جو چیزیں ہمارے اپنے ہاتھوں نے ہم سے پہلے بھیجیں"۔

اور یہ جزا ان کوششوں کا ریکارڈ ہو گا جو نیکی کی حمایت میں، دنیا میں خداوندِ عالم کی بادشاہت کے قیام کے سلسلے میں، مفلسوں، ناتوانوں، حاجتمندوں اور مظلوموں کی امداد کے لئے، ظلم و تعدی اور شر و فساد کے خاتمے کے لئے ہم سے ظاہر ہوتی۔ یعنی ہمارے جہاد کا ایک حساب اس دنیا کی دولت خدا کا عطیہ ہے وہ جسے اس قابل سمجھتا ہے اسے عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کو اس دولت سے محروم رکھتا ہے۔ خدا کی عطا کی ہوئی دولت ایک امانت ہے۔

در حقیقت مالک ہر شے خداست ٭ ایں امانت چند روزہ نزد ماست

جو ہمارے لئے بسا اوقات ایک سخت آزمائش اور اصولوں کو پرکھنے کے لئے ایک عملی معیار بن جاتی ہیں اور بعض حالات میں اس کا وجود سزا و عذاب

Marfat.com

کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور روحانی معیار پہ پرکھا جاتے تو یہ ایک خطرناک، تکلیف رساں اور عارضی عطیہ ہے۔ ہمارے لئے اگر کسی چیز کو ہمیشگی اور ثبات حاصل ہے تو صرف اسی وعدہ الٰہی کو اور صرف وہی ارشادِ ربانی ہمارے لئے قابلِ اعتماد ہے (وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور نیکی اور پرہیزگاری کے حصول کے لئے کوشش کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے گھروں سے ہجرت کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں اپنے مال و دولت سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔

فلهم اجرهم عند ربهم و لا خوف عليهم و لا هم يحزنون ٥

تو اس کا اجر ان کے رب کے پاس ہے اور ان کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اسلام کی یہی تقدیر پرستی ہے۔ لیکن یہ تقدیر پرستی وہ نہیں جس سے ہم پر عام طور پر تہمت لگائی جاتی ہے۔ یہ تو ایک مسلسل جد و جہد اور بے انتہا حرکت اور عمل کا نام ہے۔ درحقیقت جہاد ایک عظیم اور پاکیزہ زندگی ہے جو ہر شخص کی قسمت میں نہیں۔

نئی تہذیب نے مسلمانوں کے دلوں اور ذہنوں میں ایک انتشار پیدا کر دیا ہے۔ وہ اسلامی تہذیب سے اس لئے دور بھاگتے ہیں کہ وہ اس کو قربانی اور ایثار کی جگہ حرص، لالچ اور سود خوری کا مظہر سمجھتے ہیں، اور ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس سے الگ رہ کر اپنے لئے کوئی اور راہ نجات سوچیں) آج کی دنیا میں کئی کاموں اور پیشوں کے لئے کوئی مذہبی جواز نظر نہیں آتا۔ کیونکہ تجارت آج کل ایک گلہ کاٹنے والا معاہدہ بن چکی ہے اور اس میں جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ قانون صرف ایک بہانہ بن

Marfat.com

گیا ہے۔ سائنس کو خود غرضی اور ہلاکت کے لئے محض ایک طور کے آلہ پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ کلام مجید کے الفاظ ہیں۔

ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ ہ

انسان باغی ہے اور اپنے آپ کو آزاد اور مختار سمجھتا ہے۔

لیکن زندگی کے میدان سے اس طرح کنارہ کشی کے لئے کوئی جواز نہیں، بلکہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ان ناموافق حالات کے خلاف میدانِ عمل میں سینہ تان کر مردانہ وار مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں، کیونکہ اسلام کا اصل مقصد انسان کو خداوندِ عالم کی حاکمیت کا حلقہ بگوش بنانا ہے۔ جہاد کے تصور، عمل اور سائنس میں مماثلت پیدا کرنا اس وقت کی ضرورت ہے اور یہ اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جبکہ اسلامی ادارات اور شعائر کا احیائے جدید کریں۔

اگر موجودہ سماج کی بنیاد سود پر کھڑی ہے تو مسلمانوں کو ایسا لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیئے اور ایک ایسا نیا معاشرہ پیدا کرنا چاہیئے جس میں سود خود بخود نیست و نابود ہو جائے اور اگر شرعی قوانین آج کے دور میں صرف ایک تبرک بن کر رہ گئے ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ قانون شریعت کو دوبارہ زندہ کریں اور کم از کم اپنے معاشرے میں شرعی قوانین ہی کو اپنے لئے لازمی قرار دے کر دین و دنیا کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا ذریعہ جانیں۔ اگر موجودہ بنکوں کا نظام مسلمانوں کے نقطہ نظر کے مطابق سود پر مبنی ہے تو ایک اسلامی نظام بنک کاری قائم کرنا چاہیئے۔ جس کی بنیاد سود خوری کی بجائے اخوت اسلامی پر ہو۔ مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ زکوٰۃ اور بیت المال کا نظام پھر سے قائم کریں۔ اگر مسلمان موجودہ

Marfat.com

تجارتی طریقوں کو مذموم سمجھتے ہیں تو انہیں اپنی تجارت امداد باہمی کے اصول پر استوار کرنی چاہیئے اگر موجودہ صنعتی نظام کو بھی وہ خود غرضانہ ظلم سمجھتے ہیں تو انہیں چاہیئے کہ قانون شریعت کے مطابق ایک الگ صنعتی نظام قائم کریں مسلمانوں کے لیئے اس نئی تہذیب میں اپنی ثقافت کو ختم کر دینا موت کے برابر ہے کیونکہ اس طرح کرنے کے یہ معنی ہوتے کہ مسلمان نے جدید تہذیب کے تمام عیوب قبول کر لیئے۔ لیکن ایسا کر لینے کے بعد مسلمان کسی صورت میں بھی نیکی کے لیئے ایک قوت یا سہارا ثابت نہیں ہو سکتا۔ مگر دوسری طرف جدید تہذیب کے علوم و فنون اور اس کی کارگزاری سے بالکل بیگانگی بھی خودکشی سے کم نہیں مسلمان صرف اپنے آباؤ اجداد کے افسانوں اور ترانوں پر ہی زندہ نہیں رہ سکتے۔ اس طرح کرنے سے وہ اسلام سے اس طرح محروم رہ جائیں گے جس طرح ایک غیر اسلامی تہذیب کو بالکل اپنا لینے سے۔ اس دور کے مسلمانوں کے لیئے جدید تعلیم کا اس نقطۂ نظر سے مطالعہ کرنا کہ اس دور جدید کی اچھائیاں اور برائیاں اچھی طرح سمجھ جائیں۔ عظیم جہاد کا رتبہ رکھتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہر اچھائی کو پہچانیں اور اپنائیں، اور ہر برائی کے خاتمے کے لیئے ہر وقت تیار رہیں۔ تاکہ اس برائی کی بجائے کسی اچھائی کو نافذ کیا جا سکے۔ دنیا آج موت کے دروازے کے قریب آ پہنچی ہے اور اس ہلاکت سے دنیا کو صرف مسلمان ہی بچا سکتا ہے۔ کیونکہ انہی کے پاس تہذیب کا ایک معیار ہے اور وہی ایک متبادل اور مکمل نظام تہذیب قائم کر سکتے ہیں اور اس نظام کے لیئے ان کے پاس ایک خدائی سند ہے اور یہ نظام ایک بہت شاندار کامیابی کے ساتھ گزشتہ زمانے میں زیر عمل رہ چکا ہے۔

Marfat.com

اسلامی نظام ہی ایسا نظام ہے جو ہر زمانے کے تقاضوں سے ہم آہنگ اور آئندہ بھی کامیابی کا ضامن ہو سکتا ہے۔ یورپ کے انقلابی انتظام جو زیرِ عمل رہ چکے ہیں ان کے متعلق ایسا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ تمام انتظامات انسانوں کی خوشیوں اور مسرتوں میں ایک رتی بھر اضافہ بھی نہیں کر سکتے۔ یہ امر ہمارے لیئے ذہن نشین کرنا لازمی ہے کہ دیگر اقوام کے خلاف اپنی قوم کی کامرانی و کامیابی کے لیئے اس بات کا لحاظ رکھے بغیر کہ ہماری قوم سیدھے راستے پر ہے یا غلط پر کوشش کرنا کسی صورت میں بھی جہاد نہیں کہلا سکتی۔ جہاد تو باطل کے خلاف حق کے حصول کی خاطر جہاں اور جس صورت میں بھی اس کا موقع پیش آئے ایک جنگ کا نام ہے اور اگر آپ کو یہ غلط فہمی ہے کہ اس تخیل کا تاریخ اسلام میں کوئی سراغ نہیں ملتا تو خدا آپ کو راہ راست نصیب کرے۔ خلفائے بنی امیہ اور بنی عباس نے مشرق کی رومن سلطنت سے جو معاملات کیئے ان کا مطالعہ کیجیئے۔ ہسپانیہ کے امیہ خلفا نے مغرب کی عیسائی سلطنت سے جو سلوک روا رکھا اس کے متعلق پڑھیئے تو آپ پہ یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ ان کا نصب العین باطل کے خلاف حق کی حمایت کا جذبہ ہی تھا۔ سلطان سلیمان نے فرانسیسی شاہ فرانس کے نام جو خط لکھا اس کا مطالعہ کیجیئے جو سلطان سلیمان نے قید میں سے لکھا جبکہ وہ بے جا طور پہ اپنی تمام دولت سے محروم کر دیا گیا تھا۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اصول اور اس کی حمایت میں مسلسل جدوجہد کی مثالوں سے ہماری تاریخ اٹی پڑی ہے۔ مسلمانوں کا اس دنیا میں خدا کی بادشاہت اور شریعت کی حکومت قائم کرنا مقصد تھا۔ وہ اپنی حکومت نہ چاہتے۔ اسلامی شریعت

Marfat.com

کی بنیاد ایسے فطری قوانین ہیں جو تمام بنی نوع انسان کے لئے ہیں جن کا تحفظ عالمگیری مسلم ہے کسی ادنیٰ مقصد کے لئے ان کا استعمال۔ ان کی غلط توجیہہ میں ہلاکت اور نامرادی کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ انسانیت کی بہتری اور بلندی کے وسیع ترمنشا کی غیر موجودگی میں کوئی کوشش جہاد کے بلند مرتبے تک پہنچنے کی حقدار نہیں۔

مسلمانوں کی تقدیر پرستی جس کے متعلق اس قدر ہنگامہ بپا کیا جاتا ہے۔ ایک ایسی ناگزیر حالت یا کیفیت ہے جس کا اعتراف بادل ناخواستہ کرنا ہی پڑتا ہے۔ ہمیں بڑی مسرت سے اس بات کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ ہم جس حالت میں مبتلا ہیں یہ خدا کی منشا سے ہم پر مسلط کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود ہمیں یہ کبھی بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ مسلمان کا جہاد ہمیشہ کی طرح اس دور میں بھی بدی کے خلاف حق کے حصول کے لئے ایک کوشش کی صورت میں جاری رہنا چاہیئے۔ ہمارا نصب العین یہ ہونا ضروری ہے کہ پہلے تو ہم اسلامی بھائی چارے کی بنیادوں کو عہد حاضر کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوتے نئے سرے سے مضبوط کریں۔ اس کے بعد تمام مسلمانوں کا فرض ہوگا کہ اپنے نیک اعمال سے دنیا والوں کے دلوں میں اللہ تعالےٰ کی حاکمیت کا احساس پیدا کریں۔

---

Marfat.com

# ساتواں خطبہ

## عورت اور مرد کے تعلقات

آج میں ایک نہایت نازک موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں اور وہ موضوع "اسلام میں عورت کی حیثیت" ہے۔ یہ ایک نازک مضمون ہے، اور میرے لئے بے حد دردناک بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر بحث کرتے وقت مجھے ہر قدم پر یہ احساس ہے کہ میں اس سرزمین پر ہوں جہاں صنف نازک کو ہر ہر گام پر اس کے مرتبے سے محروم رکھا گیا ہے اور جہاں کے مردان مظالم سے بے اعتنائی برت رہے ہیں جن کا عورت شکار ہے۔ ہندوستان میں مسلمان خواتین کی اکثریت کو جس ذلت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، وہ اسلام کی نہ صرف سراسر توہین ہے، بلکہ ایک جرم ہے جس کا نتیجہ مسلمانوں کو معاشرتی پستی، کمزور بیمار بچوں اور کثرت اموات اطفال کی صورت میں درپیش ہے جب تک وہ اس جرم سے توبہ نہ کریں گے۔ اس وقت تک وہ یہ سزا بھگتتے رہیں گے۔ مجھے اس کا احساس ہے کہ یہ ایک جرم ہے جس کی ابتدا مسلمانوں کی اکثریت کی جانب سے غیر شعوری طور پر نادانی اور جھوٹی شخصی کی غیر اسلامی روایات کو اپنانے کی وجہ سے ہوئی۔ لیکن قانون سے لاعلمی کسی کو بھی اس کی خلاف ورزی کے عواقب اور نتائج سے نہیں بچا سکتی

Marfat.com

اور خاص طور پہ قوانینِ فطرت کی خلاف ورزی کی سزا سے تو کوئی شخص ناواقفیت کے عذر کی بنا پر نہیں بچ سکتا۔ اسلامی شریعت کے قوانین درحقیقت فطری قوانین ہیں اور ان کی خلاف ورزی کے عواقب و نتائج سے مسلمان اور غیر مسلم کسی کے لئے فرار نہیں اور وہ بے وقوف جو یہ بات نہیں جانتا کہ آگ کا کام جلانا ہے اور اس کی اس ناواقفیت کی بنا پہ آگ اس کو جلانے سے باز نہیں رہے گی بلکہ اس کو بھی اسی طرح جلائے گی جس طرح کسی اور کو جلاتی ہے لیکن مسلمانوں کے معاملے میں شریعت سے ناواقفیت عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق ہے۔ کیونکہ عالم انسانیت میں ان پہ ہی یہ فرض خاص طور پہ عائد کیا گیا ہے کہ وہ اس علم شریعت کو خود حاصل کریں اور بنی نوع انسان میں اس علم کی اشاعت ان کا خاص مقام و مقصد قرار دیا گیا ہے۔

خدا کے واسطے میری زبان سے ہندوستانی مسلمان عورت کی ناگفتہ بہ حالت کا ذکر سن کر یہ خیال نہ کیجئے کہ میں اس ملک کی مسلمان خواتین کے معیار کو غیر اسلامی معیار کی کسوٹی پہ پرکھتا ہوں، یا ان کو غیر اسلامی طریقے اختیار کرنے کی جانب رغبت دلا رہا ہوں۔ میرا معیار یقیناً اسلامی ہے اور میں اسلامی طریق زندگی اختیار کرنے کی حمایت کرتا ہوں۔ میں تو مشرق و مغرب دونوں جگہ عورت کو اسی اسلامی کسوٹی پر پرکھتا ہوں، جس طرح کہ ہر زمانے کے روشن خیال مسلمانوں کی تقلید میں میں اسے جائز سمجھتا ہوں۔

وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا ۰

اس طرح ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا تاکہ تم لوگوں پہ گواہ بنو اور رسولؐ تم پر گواہ بنیں۔

Marfat.com

اس میں شک نہیں کہ رسولِ خدا آج عورتوں کی حیثیت کے بارے میں تمہارے خلاف شاہد ہیں۔ ذرا ان کے اس ارشاد کی طرف توجہ کیجئے۔

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت کا مقدس فریضہ ہے۔

مجھے معلوم ہے کہ آپ میں سے ایک ذی اثر گروہ کی یہ قطعی رائے ہے کہ اس حدیث میں علم سے مراد فقط علم دین ہے۔ قرآنِ مجید اور حضور سرکارِ دو عالم ؐ نے کبھی بھی دینی اور دنیوی علم میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھا تھا۔ ایک سچے مسلمان کی تمام زندگی مذہبی ہے اور ان کے لئے تمام علوم سراپا مذہبی ہیں اسلام کی صحیح تعلیم کی رو سے مذہبی حقائق کی تشریح اور وضاحت کا حق صرف اسی شخص کو حاصل ہے جو اپنے علم اور زندگی کے تجربے کے باعث ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہو اور اسی کو مسلمانوں کے مذہبی مسائل کا مکمل حل پیش کرنے کا اہل سمجھا گیا ہے اور میرے نزدیک محدود علم و نظر کے لوگوں کو اس مخصوص تشریح و تفسیر کا حق نہیں اور ان کے پیش کردہ نتائج کو اسی طرح ناقابل قبول سمجھتا ہوں جس طرح ان کے وہ مفروضات میرے نزدیک ناقابل قبول و تسلیم ہیں جن پر ان کے نتائج کی بنیاد ہے۔ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ ایسے علما کی تفاسیر اور تاویلات کے حق کو تسلیم کرنا رسولِ خدا اور مسلمانوں کے درمیان ایک ملایانہ مداخلت ہے۔ اس بات کی قرآن مجید میں بار بار مذمت کی ہے اور گزشتہ زمانوں میں بھی سچے مذاہب کو اس بنا پر نقصان پہنچا ہے، مگر میں ایسے علما کے مخصوص تفسیر و تاویل کے حق کو کچھ دیر کے لئے مان لیتا ہوں، اور بحث کی خاطر میں یہ بھی مان لیتا ہوں کہ علم کے معنی وہی علم ہے جو ان بزرگوں کا طرہ امتیاز تھا، کیا ہندوستان کی ہر مسلم عورت کو ایسا علم حاصل کرنے کی

Marfat.com

ترغیبت دی جاتی ہے یا ان کو یہ علم حاصل کرنے کی اجازت حاصل ہے، کیا ہندوستان کی ہر مسلم خاتون اس انداز کا علم حاصل کرتی ہے؟ کیا ہندوستان کی ہر عورت کو سورۃ فاتحہ یا کلمہ پڑھنا آتا ہے؟ کیا ہندوستان کی ہر عورت نماز پڑھنا جانتی ہے؟ ہندوستان کی کتنی عورتوں کو کلام مجید کی ان آیات اور سرکار دوعالم کے اُن ارشادات سے واقفیت حاصل ہے۔ جن پر اسلامی برادری میں عورت کی حیثیت کا دارومدار ہے۔ خدا کے لئے ان سب خواتین کو ایسے علم کے زیور سے آراستہ کیجئے۔ میں شروع شروع میں اس سے زیادہ علم دینے کا طالب نہیں۔ باقی سب کچھ خود بخود ہوتا رہے گا۔

ہمارے پیغمبر (خدا ان کی روح کو جنت عطا کرے اور ان کو ہمارے سروں پر برقرار رکھے) کا ارشاد ہے کہ "عورتیں مردوں کا جڑواں نصف ہیں"۔ "عورتوں کے حقوق مقدس ہیں"۔ اس کا خیال رکھیں کہ عورتوں کو ان کے وہ حقوق حاصل رہیں جو حقوق خداوند عالم نے ان کو عطا کئے۔ کیا ہندوستان میں عورتوں کو اپنے حقوق کا علم بھی ہے۔ اسلامی شریعت میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق حاصل ہیں۔ عورتوں کو جداگانہ حق ملکیت حاصل ہے اور خاص حالات میں عورتوں کو مردوں سے طلاق لینے کا حق بھی حاصل ہے جسے خلع کہتے ہیں۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ آج ہندوستان میں کتنی عورتیں ایسی ہیں جن کو اپنے اس حق کا علم ہے اور آج پورے ہندوستان میں کون اس امر کا ضامن ہے کہ عورتوں کے شرعی حقوق ان کو حاصل رہیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ آج ہندوستان میں خواتین کے حقوق شرعی کا کوئی محافظ نہیں۔ پورے ہندوستان میں آج اس قاضیہ کا وجود نظر نہیں آتا جو امام اعظم ابوحنیفہ کی رائے کی رو سے ہر شہر میں موجود ہونا ناگزیر ہے تاکہ عورتوں کے حقوق سے متعلق مقدمات کا فیصلہ کرتے۔ وہ قاضی کہاں ہیں جن کے پاس

Marfat.com

عورتیں اپنی فریاد براہ راست لے جا سکیں ۔ قاضی تو عورتوں کے حقوق کے نگران اور محافظ ہوا کرتے تھے ۔ ہندوستان میں قاضی کی حالت آج ان کے مرتبے سے اس قدر پست ہوگئی ہے ، جتنی مسلمان عورت کی حیثیت اس کے اسلامی معیار سے کمتر ہے اور دونوں کی ان پست حالتوں کے لئے کوئی جواز مہیا نہیں کیا جا سکتا

مرد اور عورت کو اسلامی شریعت کی رو سے برابر کے حقوق حاصل ہیں ۔ اور کلام مجید میں بار بار تاکید ہے کہ خداوند عالم کی نظر میں مرد اور عورت برابر ہیں ۔ کلام مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ

میں کسی مرد یا عورت کے نیک عمل کو ضائع نہیں ہونے دونگا ۔

زمانۂ جہالت میں عرب عورت کو ایک جدا اگانہ اور پست مخلوق سمجھتے تھے ۔ قرآن کریم نے ایسے لوگوں کو یاد دلایا ہے کہ وہ ایک ہی نسل سے ہیں اور ایک دوسرے سے یعنی مرد عورت سے اور عورت مرد سے پیدا ہوتے ہیں

کلام مجید اور ارشادات نبوی میں اس بات کے لئے کوئی جواز موجود نہیں کہ عورت کو روشنی تازہ ہوا اور مفید صحت مشاغل یعنی ان نعمتوں سے جو خداوند عالم کی رحمت کے طفیل بنی نوع انسان کے لئے عام ہیں محروم کیا جائے ۔ شریعت میں عورت کے لئے حبس دوام کا کوئی جواز نہیں جس کی وجہ سے ہر سال مسلمان عورتیں تپدق اور قلت خون کا شکار ہو جاتی ہیں اور خداوند عالم کو اس بات کا بہتر علم ہے کہ انہی پابندیوں کی وجہ سے کتنے معصوم بچے موت کی آغوش میں چھپے جاتے ہیں ۔ قرآن کریم میں شرم وحیا اور عفت و شرافت کا حکم ضرور ہے لیکن کلام مجید اور احادیث نبوی میں کہیں بھی ان مروجہ پردے کی پابندیوں کا جواز نہیں ملتا ۔

خالص عربی اور اسلامی روایات کی رو سے سر اور گردن کو ڈھانپنے اور

Marfat.com

شریم و حیا کی تاکید ہے مگر چہرے کو نقاب سے ڈھانپنا قطعی اسلامی نہیں۔ اسلام کے ظہور سے پہلے اس طرح کے پردے کا رواج عرب کے شہروں میں نہیں تھا۔ البتہ ایشیا کے کئی شہروں میں تھا۔ ہندوستان میں جو پردہ رائج ہے۔ اس کا تصور کئی صدیوں تک مسلمانوں کے وہم و گمان میں نہ تھا۔ مسلمانوں نے چہرے کو چھپانا اور بعض دوسرے رواج اس وقت اختیار کئے جب وہ شام، عرب، ایران اور مصر کے شہروں میں پہنچے، اس انداز کا پردہ ان ممالک میں پہنچ کر دو وجوہات کی بنا پر اختیار کیا گیا، ایک تو ان ممالک کے رواج کے پیش نظر اور دوسرے اپنی خواتین کو ان ممالک کے باشندوں کی بدگمانیوں سے بچانے کے لئے جن کے نزدیک چہرے کی نمائش بُرے اطوار کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ بعد میں عرب کے دوسرے شہروں میں بھی اس پردے کو تمدن کی علامت سمجھ کر اختیار کیا گیا۔ لفظ تمدن کو انگریزی میں تہذیب کا ہم معنی سمجھا جاتا ہے لیکن عربی میں تمدن کے معنوں میں شہری زندگی کا مفہوم غالب ہے۔

اس طرح کا پردہ مسلمان خواتین میں کبھی بھی عالمگیر نہیں ہوا اور مسلمان عورتوں کی اکثریت نے اسے کبھی بھی اختیار نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں مسلمان عورتیں کثرت سے دیہات میں رہتی ہیں جو اپنے والد، بھائی اور شوہر کے ساتھ کھیتوں میں کام کرتی ہیں ان کے لئے اس طرح کا نقاب ایک بے وقوفانہ مصیبت ہوتی لیکن سر چھپانا دوسری طرف تمام دنیا میں رائج تھا مصری، شامی، ترکی اور عربی عورتیں نقاب صرف اس وقت استعمال کرتی تھیں جب ان کو شہر جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ وہ بھی گویا ادھا پردہ ہی ہوتا تھا اور اس کے برعکس جب شہری عورتیں دیہات میں جاتیں تو وہ نقاب اور

Marfat.com

اس کے ساتھ دوسرے تمام لوازمات، اداب اور طور طریقے ترک کردیتی جن کی پابندی شہروں میں ضروری ہوتی۔ مجھے سوائے ہندوستان کے کوئی دوسرا ملک ایسا نہیں ملا جس میں وہ طریقے جو شہروں میں رہنے والے دولتمند لوگوں نے حفاظت کے طور پر اختیار کئے ہیں (ان لوگوں کے پاس باغات اور کشادہ سیر گاہیں موجود تھیں) غریبوں نے اختیار کر رکھے ہوں۔ جن کے تنگ و تاریک مکانوں میں عورتوں کو بند کرنا محض ظلم ہے اور عجیب بات تو یہ ہے کہ دولتمند مسلمانوں نے بھی ہر جگہ ان طریقوں کو اختیار نہیں کیا تھا۔ مشہور مورخ عمارہ نے ہمیں بتایا ہے کہ پانچویں صدی ہجری میں یمن کے عربوں کے بڑے بڑے خودمختیار سرداروں نے اپنے گھرانوں کی خواتین کو بغیر پردہ پھرانا اپنے لئے باعث عزت و افتخار سمجھا، تاکہ ان کی عورتوں کو کوئی بری نظر سے دیکھنے کی جرأت نہ کر سکے لیکن اس قدر بات درست ہے کہ اس خاندان نے جو زبیدہ میں حکمرانی کرتا اور یمن میں خلافت بنی عباس کا نمائندہ تھا۔ دربار بغداد کی عجمیت کی تقلید کرتے ہوتے حرم کا طریق اختیار کر رکھا تھا اس لئے یہ ثابت ہوا کہ پردے کا طریقہ اپنی ابتدا کے لحاظ سے نہ عربی ہے اور نہ اسلامی بلکہ اس کی ابتدا زردشتی عجمی اور مسیحی بنیر نطینی ہے۔ اسلام کے ساتھ اس مروجہ پردے کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی مسلم خواتین کی اکثریت نے کبھی اس انداز کا پردہ اختیار کیا۔ جب تک پردے کا رواج متمول خاندانوں میں رہا جن کی خواتین کی ورزش اور تفریح کے لئے وسیع باغات اور محلات میں کافی جگہ میسر تھی۔ پردہ عورتوں کے لئے نہ مضر تھا اور نہ ہی ان پر ظلم و زیادتی کا موجب سمجھا جا سکتا تھا اور اسے ایک خاص دور کا رواج سمجھ کر اسلامی نقطہ نظر سے ناقابل اعتراض قرار دیا جا سکتا ہے لیکن

Marfat.com

جونہی پردہ عورتوں کے لئے تکلیف اور ضرر کا باعث سمجھا گیا یہ شرعی نقطہ نگاہ سے جو عورتوں سے مروت، حسن سلوک کا متقاضی اور ان کی بہتری اور ترقی کا متمنی ہے کھلے طور پر قابل اعتراض قرار پایا۔ معاشرت اسلامی کا کوئی طبقہ کبھی بھی پردے کا مکلف نہیں ہوا اگر ہندوستان کی طرح جب بھی تمام طبقے اس کی زد میں آجائیں۔ یہ ایک شر اور فساد کی صورت اختیار کر جائے گا جس کی شریعت کبھی اجازت نہیں دے گی۔

ہندوستان کی عورتوں کی موجودہ حالت سے مقابلہ کیا جائے تو ترکی شام، مصر اور عرب میں عورتوں کو ہمیشہ آزادی میسر رہی ہے۔ ان ممالک میں درمیانی طبقے کی شہری عورتیں نقاب اوڑھکر ہمیشہ بازار سے سودا سلف خریدنے اور دوسری عورتوں سے ملنے کے لئے آنے جانے کے لئے پابندی نہ تھی۔ اور درحقیقت پردے کے پیچھے عورتوں کی دنیا مردوں کی دنیا کی طرح آزاد اور دلچسپ رہی ہے۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ دنیا مردوں کی دنیا سے الگ اور آزاد رہی ہے۔ عورتیں نقاب پہن کر گلیوں میں پھرتی تھیں۔ ان میں سے اگر کسی کی توہین ہو جاتی تو تمام مسلمان آبادی اس بے عزتی کا انتقام لینے کے لئے تیار ہو جاتی تھی۔ متوسط الحال خاندانوں کی خواتین اپنی مرضی کے مطابق ہر جگہ آجا سکتی تھیں۔ اور ان کو آپس میں ملکر بیٹھنے کے مواقع کثرت سے میسر تھے گئی اسلامی ممالک میں مسلمان عورتوں کو جو آزادی میسر آتی ہے وہ قانون شریعت کی بجائے نسلی افتادِ مزاج اور مقامی روایات پر مبنی رہی ہے۔ شریعت کا قانون تو عورتوں کے بعض حقوق کا ضامن ہے اور ان کا تقاضا ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھا جائے اور عورتوں کے معاملے میں جو حق اسلام نے ان کو دیا ہے اس سے زیادہ منصفانہ قانون کہیں دوسری

Marfat.com

جگہ نہیں - عرب اور ترک اس اعتبار سے امتیاز رکھتے ہیں، کیونکہ ترکوں نے زیادہ تر بیزنطینی رسم ورواج کو اختیار کیا، مگر جو کچھ میں عرض کر چکا ہوں اس کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے ۔ ہندوستان میں مسلم خواتین کی اکثریت جس حالت اور حیثیت سے جی رہی ہیں ۔ ترکی یا عربی کسی قوم کی عورت اس ناگفتہ بہ حالت کو اختیار کرنے کے لیے تیار نہ ہوگی اور نہ ہی ان ممالک کے مرد عورتوں کو اس حیثیت سے جینے کی اجازت دیتے ۔

قدیم زمانے میں ترک عورتیں جس حالت میں زندگی بسر کرتی تھیں، وہ عہد جدید میں صفائی بن چکی تھی ۔ اس کی اصل وجہ اس قدر عجیب و دلفریب ہے کہ میں اس کے بیان کرنے سے نہیں رک سکتا ۔ جب ترک پہلے پہل اناطولیہ اور روبیلہ میں وارد ہوئے تو ان کی حیثیت وسط ایشا کی ایک سانولی رنگت والی نسل سے زیادہ نہ تھی ان کی داڑھیاں چھدری اور آنکھیں ترچھی تھیں اور اس بات کی تصدیق آج بھی ان کے جرنیلوں اور بادشاہوں کی تصویروں سے ہو سکتی ہے، ولایت ادانہ کے دہقانوں میں اس ہیئت کے لوگ اب بھی ملتے ہیں ۔ مگر اس کے علاوہ کسی اور جگہ ان کا وجود نہیں ملتا ۔

سرکیشا، جیارجیہ، البانیہ، شام، بلغاریہ، سردیہ، ایشیا اور یورپ کی دوسری سفید رنگ اور خوبصورت قوموں سے شادیاں کرنے کی وجہ سے ترک آج اس قدر سفید ہیں کہ جتنی سفید انگریز قوم ہے ۔ یہ تغیر ترک عورتوں کی شرح اموات میں خطرناک اضافے کا موجب بنا اور ان کی خواتین تپ دق سے تو اس قدر زیادہ مریں کہ خدا کی پناہ ۔ جب تک ترک عورت کا رنگ سانولا رہا تو روایتی عورت کی تن آسانی اور کاہلی اس کی زندگی کے لیے مضر ثابت ہوئی ۔ مگر جب اس کے رنگ میں سفیدی آگئی تو پردے میں

Marfat.com

رہنے کی وجہ سے اس کے مضر اثرات نمایاں ہوتے چلے گئے اور باوجود کہ ترک عورتوں کا پردہ ہندوستانی خواتین کے پردے کی طرح شدید نہ تھا لیکن چونکہ یہ ایک انداز کا پردہ ضرور تھا اس وجہ سے اس کے مضر اثرات نمایاں ہوتے چلے گئے۔ ترکی ڈاکٹروں تحقیق اور ریسرچ کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ سفید رنگ کی عورتیں سانولی رنگ کی عورتوں کے مقابلے میں جسمانی طور پہ زیادہ کمزور ہوتی ہیں، اور سانولی عورتوں کے مقابلے میں ان کو زیادہ ورزش اور تازہ ہوا کی ضرورت پڑتی ہے۔ جب ترک سلاطین پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا اور اس بات کی اہمیت ظاہر ہوگئی تو وہ عورتوں کی آزادی کے حامی بن گئے اور اپنے نسل کے بے پناہ جوشِ عمل کے ساتھ انہوں نے سب سے پہلے نقاب اور دوسری مضر صحت پابندیوں کو یک قلم ختم کرایا

ترکی کی شہری عورتیں اب اس انداز کا لباس زیب تن کرتی ہیں جو ہمیشہ دیہات میں پہنا جاتا رہا ہے یعنی خوب کسا ہوا دوپٹہ، جس کے ساتھ ایک زیادہ لمبا اور ڈھیلا دوپٹہ ہوتا ہے اور ایک لمبا ڈھیلا ڈھلا چغہ جو اس کو سر سے پاؤں تک ڈھانپے رہتا ہے، اس لباس کا یہ فائدہ تھا کہ ایک تو اس میں عورت کے عشوے کم نظر آتے اور دوسرے یہ پہلے چارشف اور نقاب سے زیادہ صحت کے لئے مفید تھا۔ آج ترک عورتوں کو ورزش کرنے اور کھلی ہوا میں کھیلنے کی اجازت ہے اور اس مقصد کے لئے کلب قائم کئے گئے ہیں۔ ان کو مردوں کے برابر لیکن اس سے الگ رہ کر تعلیم حاصل کرنے کی سہولتیں مہیا ہیں۔ ترکی عورت آج ان کاموں میں مشاق ہوگئی ہے جو کام ان کی بڑی بزرگ خواتین کے لئے باعث ندامت اور شرم تھے مگر یہ سب باتیں حدود شریعت کے اندر رہ کر حاصل کی جا رہی ہیں اور موجودہ دور کے

Marfat.com

بدلتے ہوئے حالات نے عورت کے آزادانہ مشاغل کی دنیا کو وسیع تر بنا کر ان باتوں کو عورتوں کی صحت اور خوشی کے لئے ضروری گردانا ہے مگر یہ تبدیلیاں ترکی عورتوں کے لئے زیادہ انقلاب انگیز نہیں ہیں کیونکہ ان کے سامنے ہمیشہ دیہاتی خواتین کی مثال موجود تھی جس کو پیش نظر رکھ کر وہ شہروں کے لباس اور بندشوں کو قانونِ شریعت سے متصادم ہونے سے بچا سکیں۔

ترک کے دیہاتی بلاشبہ نہایت اچھے مسلمان ہیں۔ اناطولیہ کے دیہات میں اسلام کی شائستگی کے ضابطے پر بڑی عمدگی سے عمل ہوتا ہے، لیکن خواتین کو ترکی، شام، سرکیشیا مصر اور عرب کے دیہات اور بدوی اور دوسرے خانہ بدوش قبیلوں میں اس قدر آزادی میسر ہے جو ایک ہندوستانی ملا کو حیران کرنے کے لئے کافی ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کی سب سے بڑی کم بختی یہ ہے کہ ان میں کاشتکاروں کی کمی ہے۔ چونکہ وہ اس ملک میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے ان کے خیالات ان کی امنگیں اور ان کے حوصلے ابھی تک وہی ہیں، جو اس زمانے کے افغانستان، ایران اور ترکستان کے امرا کے دماغوں میں اور سینوں میں موجزن تھے۔ لیکن اب ہر ہندوستانی مسلمان ضروری سمجھتا ہے کہ اپنی عزت کے باطل زعم میں اپنی خواتین سے وہی رئیسانہ سلوک روا رکھے جو اصلی بیگ یا خان سے اسے وراثت میں ملا ہے۔ اس کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ اس کی عورت ایک کالی کوٹھڑی میں زندگی بسر کرنے پر مجبور کی جا رہی ہے۔ لیکن عورتوں سے سلوک کے معاملے میں وہ ان مغل شہنشاہوں کی ریس ضرور کرتا ہے جن کی بیگمات کو قلعہ آگرہ کے پرشکوہ اور کشادہ زنانہ محلات میسر تھے۔

Marfat.com

ہندوستانی مسلمانوں کو مزارعین کی عدم موجودگی نے قدیم دور کے شہری امرا میں مروجہ پردے کو اسلامی قانون کا مظہر سمجھنے پر راغب کر دیا۔ اگر ہندوستان میں بھی مسلم مزارعین کا ایک ایسا طبقہ موجود ہوتا جس طرح کہ عرب، مصر، شام یا اناطولیہ میں موجود ہے اور ایک طرح سے قوم کی بنیاد کا کام دیتا ہے، تو ہندوستان کے مسلمان کبھی بھی ایسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتے کہ پردہ ان غریبوں کے لئے بھی لازمی ہے جو جھونپڑوں اور دڑبوں میں زندگی بسر کرتے ہیں اور نہ ہی امرا پھر اس طرح کے پردے کو شہروں اور دیہات میں سادی طور پر اختیار کرتے۔ کاشتکار ہمیشہ زیادہ عقل مند اور ہر قسم کی بناوٹ سے بیگانہ ہوتے ہیں۔ ان کے ہاں غلط معیار کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ کاشتکار مرد اور عورت دونوں کو ان کی مہارت اور کارگزاری اور انتظامی قابلیت کے معیار سے جانچتا ہے۔ میں نے مصر کے ایک گاؤں میں ایک عورت کو انتظام کا ذمہ دار دیکھا۔ اس قانون میں کردار کی بلندی کے ساتھ ساتھ فراست اور معاملہ فہمی موجود تھی یہ کوئی نادر مثال نہ تھی۔ مصر کے فلاحین پرجوش مسلمان ہیں اور اسلامی قواعد کے پوری طرح پابند ہیں۔

عورت کی حیثیت کے بارے میں اسلامی قوانین عورت کی فلاح و بہبود کے لئے ہیں۔ اس کی صحت و مسرت اور اس کی معاشی اور معاشرتی بہتری ان کا منشاو مقصود ہے وہ جامد اور ساکت قوانین نہیں بلکہ ان میں حرکت و قوت ہے وہ حالات میں تغیر کے ساتھ ساتھ معقول تغیر و تبدل کا حامی ہے وہ کبھی بھی کسی ایسے رواج کی حمایت نہیں کرتے جو عورت کے حق میں ناانصافی یا اس کے لئے تکلیف کا باعث ہو۔ پردے کا طریقہ اسلامی اصولوں کا جزو نہیں۔ یہ ایک ایسا درباری رواج ہے جو اس دور میں اختیار کیا گیا جب کہ

Marfat.com

اسلامی خلافت بھی بازنطینی اثرات کے زیر اثر اصل اسلامی معیار سے گر کر محض ایک ایشائی ملوکیت کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ پردہ مسلمانوں کے ان رواجوں میں سے ہے، جس سے مذہب کو تقویت کی بجائے کمزوری حاصل ہوئی۔ اسلام کی قوت کا سرچشمہ ہمیشہ کسان کا کھیت، لوہار کی بھٹی، گڈریے کا جھونپڑا اور خانہ بدوش چرواہے کا تنور رہا ہے۔ انہی سرچشموں سے درباروں کو ہر دور میں ہر طرح کی قوت حاصل ہوتی رہی۔ مسلمانوں کو پردہ کے دلدادہ گان سے کوئی قوت اور طاقت حاصل نہیں ہوتی، اور اب بہتر تو یہی ہے کہ یہ عظمت گم شدہ کا نشان یعنی پردہ ختم ہو جاتے۔ اگر ہندوستان کے مسلمان غریب ہیں اور ان کو اپنے پیٹ پالنے، بدن ڈھانپنے اور سر چھپانے کے لئے مشقت اختیار کرنی ہے تو ان کو کاشتکاری کو ذریعہ معاش بنانا چاہیئے اور اس پیشے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ زراعت اسلام کے نزدیک ایک معزز پیشہ ہے۔

درحقیقت کوئی ایسا ملک جس میں کاشتکار غیر مسلم ہوں کبھی بھی اسلامی کہلانے کا مستحق نہیں۔ جہاں بھی مسلمان اس طرح آباد ہوں کہ ان میں کاشتکاروں کا وجود نہ ہو تو ان کی زندگی اس پھول کی طرح ہے جو ایسے پودے میں نمودار ہوا ہو جس پودے کی کوئی جڑ نہ ہو، اور زمین سے تازگی اور قوت حاصل کرنے سے محروم ہو۔

میں کسی بہت بڑے اور فوری تغیر کا خواہاں نہیں، میں تو اتنا چاہتا ہوں کہ حضور سرکار دو عالم کی حدیث کی روشنی میں عورتوں کو علم کے زیور سے آراستہ کریں تو موجودہ دور کے تقاضوں کے تحت، آپ خود دیکھیں گے کہ ہمارے مروجہ پردہ کا طریقہ ختم ہو جائے گا۔ کیونکہ موجودہ پردے کو مردوں

اور عورتوں کے لئے حجاب وحیا کے اسلامی اصولوں سے دور کا بھی تعلق نہیں اگر آپ مردوں اور عورتوں کو خالص اسلامی تعلیم دینا چاہتے ہیں تو اسلامی قواعد اس تغیر حال سے نہ صرف متزلزل نہیں ہوں گے بلکہ ان میں مزید قوت و ثبات پیدا ہوتا جائے گا۔

شریعت اسلامی عورت کے لئے سرتاپا رحمت ہے۔ ان کی تعلیم و ترقی کی خواہاں ہے لیکن وہ ان سے اس امر کا متقاضی نہیں کہ وہ مردوں میں گھل مل کر اپنی انفرادیت ختم کر دیں۔ ڈاکٹر ہیر کیمبل جس نے لنڈن انسٹیٹیوٹ آف ہائیجین میں کچھ وقت گزارا تھا۔ یوں لکھتے ہیں۔

"عورتوں کے پھیپھڑے مردوں کے مقابلے میں چھوٹے ہوتے ہیں اور ان میں خون کے کیسے بھی کمتر ہوتے ہیں اور نہ ہی ان میں زندگی کی آگ مردوں کی سی تیزی سے سلگتی ہے۔ اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں کی طرح پُر مشقت زندگی بسر کرنے کے لیے جسمانی طور پر نااہل ہیں۔ عورتوں کے احساسات بھی مردوں سے مختلف ہیں مگر دماغی صلاحیت کے اعتبار سے دونوں کی سطح تقریباً قریب ایک ہے۔ مردوں میں اگر ذہانت زیادہ ہے تو حماقت بھی ان میں زیادہ ہے" عورتوں اور مردوں میں جس طرح دماغی اور روحانی مساوات نہیں اور جسمانی فرق ہے۔ اسلام اسی طرح اپنے قوانین میں اسے تسلیم کرتا ہے۔ اسلامی شریعت میں کوئی ایسی چیز موجود نہیں جو مسلمان عورت کے مرتبے کے بارے میں عیسائیوں میں برسوں سے پھیلے ہوئے غلط خیالات کی تائید کرتی ہو۔ غیر مسلم کہتے ہیں کہ مسلمان اپنی عورتوں سے جانوروں جیسا سلوک روا رکھتے ہیں اور مسلمان اسے بلا روح مخلوق جانتے ہیں۔ لیکن اس غلط فہمی کی اصلی وجہ تو خود ہمارا بلند اسلامی معیار سے گر جانا ہے

جس کا مشاہدہ ہم ہندوستان میں کرتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ مغرب کا عورت کے متعلق نظریہ اور میاں بیوی کا مسئلہ بعض اعتبارات سے اسلامی نقطۂ نظر سے بالکل مختلف ہے لیکن اس اختلاف کی نوعیت اگر ایک طرف ایسی نہیں جیسی یورپین اسے سمجھتے ہیں تو دوسری جانب یقیناً ایسی بھی نہیں جیسی اکثر مسلمانوں کے کردار سے سطحی نظر سے دیکھنے والوں کے ذہن میں پیدا ہوتی ہے۔ ہم اپنی بے وقوفی سے شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہوتے دنیا کے سامنے اسلام کا ایک جھوٹا تصور پیش کرتے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ کوئی مسلمان جان بوجھ کر شریعت کی خلاف ورزی نہ کرے گا۔ مگر ہمارے عمل کی شہادت ہماری نزدیک ایک جھوٹی شہادت ہے اور ہمارے اعمال کی اسی شہادت نے ہمارے دین کو بے پناہ نقصان پہنچایا ہے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی ایک بھاری اکثریت اس حقیقت سے یکسر ناآشنا ہے کہ اسلام نے عورت اور مرد کے تعلقات سے متعلق ایک ایسا نظام اور ایسا نظریہ پیش کیا ہے جو یورپ کے مہذب ترین لوگوں کے نظام اور مطمح نظر کے مقابلے میں لایا جا سکتا ہے۔ ہندوستانی مسلمان نامعقول خلط ملط اور غیر اسلامی رسومات پر اس طرح فریفتہ ہیں کہ گویا مغرب میں عورتوں کو جو آزادی میسر ہے اس کا جواب ایک عاجزانہ اعترافِ شکست ہے۔

اسلامی نکاح عورت کو لونڈی بنا دینے والا کوئی خدائی ضابطہ نہیں، یہ تو ایک سول معاہدہ ہے جو دونوں ایک برابر کی حیثیت والے فریق میں سے کسی ایک کی مرضی پر فسخ ہو سکتا ہے گو ان وجوہات کی بنا پر جو اس آئین کی ابتدا کے زمانے سے مستحکم تھے اور جن کی اہمیت آج بھی برابر قائم ہے۔

Marfat.com

مرد کے لئے اس معاہدہ کی تنسیخ میں عورت کے مقابلے میں زیادہ آسانی ملحوظ رکھی گئی ہے، جو کچھ میں نے سنا ہے، اگر یہ سچ ہے تو مجھے قطعاً اس امر کے اعلان میں باک نہیں کہ ہندوستان میں اکثر مسلمانوں نے عورت کی حیثیت سے متعلق ہندوؤں کے خیالات کا اثر قبول کیا ہے، مثلاً شادی، نکاح بیوگان اور وراثت سے متعلق۔ یہ بات میں دوبارہ آپ حضرات کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ اسلامی شریعت کی خلاف ورزی بلاخوف تعزیر نہیں کی جا سکتی اور یہ کہ شریعت کے قانون جابر اور ساکت نہیں ہیں بلکہ بدلتے ہوئے زمانے کی ضروریات کے ساتھ ساتھ ان میں معقول اطلاق کی صلاحیت بھی موجود ہے شرعی قوانین تو ایک سیدھے راستے کی جانب رہنمائی کرتے ہیں وہ ان حدود کا تعین کرتے ہیں جن کا قائم رکھنا نہایت ضروری ہے۔ یہ قوانین اس راستہ پر ڈال دیتے ہیں، جن پر چلنا لازمی ہے، مگر ہر زمانے میں ان کی تفاصیل اور جزئیات اس زمانے کی ضروریات اور حالات کے تقاضوں کے پیش نظر طے کرنی ہوتی ہیں۔ اسلام جو درحقیقت انسانی ترقی کا مذہب ہے کسی صورت میں بھی انسانی دل ودماغ کی نشوونما کو روکنے اور پستی وذلت کے ایک جذبے کو مسلط کرنے والے حالات کا حامی اور ظلم وغلامی کا روادار نہیں ہو سکتا بلکہ اسلامی، ترقی، انصاف اور آزادی کا پیغام ہے۔

کہتے ہیں کہ اسلام میں عورت کی حیثیت کا نظریہ مردوں کا نظریہ ہے اور اس کے برعکس عیسائیت میں عورت کی حیثیت خود نسوانی نقطۂ نظر ہے مگر میرے خیال میں اس پر اس قدر اضافہ ہونا چاہئیے کہ عالم عیسائیت میں ہمیشہ مردوں کی حکومت رہی ہے۔ اس وجہ سے عیسائیت کا نقطۂ نظر کبھی عمل پذیر نہیں ہوا، بلکہ نظریہ کے اعتبار سے اس میں کئی الجھنیں پیدا ہوئی

Marfat.com

ہیں اور عمل کے لحاظ سے بھی اس میں بڑا انتشار رہا ہے۔ رہبانی نصانیت کے ایک جذباتی نصب العین کے ماننے والے اسلامی نظریہ کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں کر سکتے، اس وجہ سے اسلام کو انسانی عورت کی معاشرتی اور اخلاقی پستی اور ذلت کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ مگر وہ یہ حقیقت بھول چکے ہیں کہ دنیائے عیسائیت میں عورتوں کی ایک قلیل تعداد ایسی قعر مذلت میں گری ہوتی ہے کہ اگر مسلمان اس کا تصور بھی کرے تو لرز اٹھے جنکی اکثریت فطری وظائف کی ادائیگی سے محروم بنا دی گئی ہے جسے مسلمان بہت بڑی زیادتی سمجھتے ہیں۔ اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ حضور سرکار دو عالمؐ دنیا کی تاریخ میں حقوق نسواں کے سبب سے بڑے علمبردار ہیں حضورؐ نے عورت کو ذلت کی اندوہناک پستیوں سے نکال کر ان بلندیوں تک پہنچایا جو کسی دوسری قوم کے تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ سرکار دو عالمؐ کے ظہور کے وقت جاہل عرب عورت کو بے حد ذلیل و حقیر سمجھتے تھے۔ ان سے برا سلوک کرتے، ان کو فریب دیتے اور ان سے نفرت و حقارت سے پیش آتے کیونکہ کلام مجید میں ارشاد باری تعالےٰ ہے۔

یا یھا الذین اٰمنوا لا یحل لکم اَن ترثوا النساء کرھاً ولا تعضلوھنّ لتذھبوا ببعض ما اٰتیتموھن اِلّا ان یاتین الفاحشۃ مبینۃ ج وعاشروھن بالمعروف ج فان کرھتموھن فعسٰی ان تکرھوا شیئاً و یجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً ہ

اے ایمان والو یہ تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم عورتوں کے وارث بن جاؤ اور ان کو شدت سے منع کرو کہ تم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ مگر اس وقت وہ کھلی ہوئی بے حیائی کریں تم نکوئی کے ساتھ

Marfat.com

ان کے ساتھ معاشرت کرو۔ اگر تم ان کو ناپسند کرتے ہو تو قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھ دے۔

زمانہ جاہلیت میں عرب لڑکی کے پیدا ہونے کو ایک آفت اور مصیبت سمجھتے تھے۔ وہ لڑکیاں جو ضرورت سے زائد سمجھی جاتی تھیں، زندہ دفن کر دی جاتیں۔ قرآن مجید نے بڑی سختی کے ساتھ اس رسم کا قلع قمع کیا اور اس کے ساتھ ہی ان دوسری رسومات کا بھی خاتمہ کر دیا جو اس رسم سے کسی صورت بھی کم ظالمانہ اور نامنصفانہ نہ تھیں قرآن عورت کو ایک مخصوص معین اور قابل احترام مرتبہ عطا کرتا ہے اور بنی نوع انسان کو ان سے مروت اور عزت کا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔

سرکار دو عالم کا ارشاد ہے

"عورتیں مردوں کا جڑواں ہیں"۔

"جو عورت پانچ وقت نماز ادا کرتی ہے۔ ماہ رمضان کے روزے رکھتی ہے۔ پاکدامن ہے اور خاوند کی نافرمان نہیں ہے تو اسے کہہ دو کہ جنت میں جس دروازے سے چاہے، داخل ہو جائے"۔

"جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے"

"عورتوں کے حقوق مقدس ہیں۔ اس امر کی احتیاط رکھو کہ عورتیں اپنے حقوق سے بہرہ ور رہیں"۔

"جو شخص اپنی لڑکی کی خدمت کرے گا۔ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہوگی"

"جو شخص دو بیٹیوں کی ان کے سن بلوغت تک نگہداشت کرے گا وہ اگلی دنیا میں اسی طرح میرے قریب ہوگا جس طرح ہاتھ کی دو انگلیاں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی ہیں"۔

Marfat.com

"طلاق خداوندِ عالم کے نزدیک جائز چیزوں میں سب سے زیادہ مکروہ ہے"
"کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ بہترین نیکی کیا ہے۔ بہترین نیکی یہ ہے کہ اپنی لڑکی کے ساتھ جب اسے خاوند طلاق دے کر واپس بھیج دے تو نرمی سے پیش آئے۔ جس کے ہاں کوئی لڑکی ہو اور وہ اس کو "زندہ نہ گاڑ" دے۔ نہ اسے ملامت کرے اور نہ دوسرے بچوں کے ساتھ اس کے مقابلے میں بہتر سلوک کرے، خدا اسے جنت میں داخل کرے گا"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی تعلیمات ظلم اور زیادتی اور خاص طور پر عورتوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کی سخت مخالف ہیں حضور کا ارشاد ہے کہ "تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جس کا سلوک اپنی بیوی سے عمدہ ترین ہے"۔ حضورؐ نے اپنی زندگی میں عورتوں پر جو لطف و احسان کئے انکی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

حضورؐ نے اس عورت کو بھی معاف فرمایا جس نے آپ کے کھانے میں زہر ملایا تھا۔ جس کے اثر سے حضورؐ کے ایک ساتھی جنت سدھارے اور خود آپ ایک نہایت ہی تکلیف دہ اور عود کرنے والے مرض میں مبتلا ہو گئے اور آخر کار اسی کے اثر سے حضورؐ نے انتقال فرمایا۔ قرآن مجید نے خود عملی مشکلات کی عدم موجودگی میں سینکڑوں بار رحم اور عفو کو انتقام اور سزا سے بہتر قرار دیا۔ بشرطیکہ یہ عفو و درگزر سیاسی طور پر انسانیت کے خلاف خود ایک جرم نہ بن جائے۔ اگر مرد اور عورت انفرادی حیثیت سے معافی اور درگزر کی قابلیت رکھتے ہیں اور دلوں سے کدورت اور میل یک قلم دور کر سکتے ہیں تو یہی عفو و درگزر کا صحیح موقع ہے، ورنہ دوسری صورت میں یہی برائی دو چند اور چہار چند ہو کر معاشرے پر مسلط ہوتی چلی جاتے گی۔

Marfat.com

اسلام میں عورت کی حیثیت کے بارے میں مغرب میں اس قدر غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے کہ یورپ اور امریکہ کے لوگ اب تک یہ خیال کرتے ہیں کہ مسلمان عورت جان ہی نہیں رکھتی۔ کلام مجید نے مسلمان مردوں اور عورتوں میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ دونوں کے لئے نیکی کی جزا اور بدی کی سزا یکساں ہے۔

ان المسلمین والمسلمٰت والمؤمنین والمؤمنٰت والقٰنتین والقٰنتٰت والصٰدقین والصٰدقٰت والصٰبرین والصٰبرات والخٰشعین والخٰشعٰت والمتصدقین والمتصدقٰت والصٰئمین والصٰئمٰت والحافظین فروجھم والحٰفظٰت والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما ٥

بیشک مسلمان مرد اور عورتیں، مومن مرد اور عورتیں، تلاوت کرنے والے مرد اور تلاوت کرنے والی عورتیں سچ بولنے والے مرد اور سچی عورتیں، صبر کرنے والے مرد اور صابر عورتیں، عاجزی کرنے والے مرد اور عاجز عورتیں صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ دار عورتیں، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور عورتیں خداوند عالم کو زیادہ یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کیا ہے۔

مسلمان مردوں اور عورتوں کے باہمی تعلقات میں ایک فرق یعنی اختلاف وظائف کو جو درحقیقت موجود ہے مانا گیا ہے۔ کلام مجید کی ایک آیت میں جس سے جاہلیت کے زمانے کے عرب جو عورت کو تمام انسانی حقوق سے محروم سمجھتے تھے۔ بھونچکا گئے ہوں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجۃ واللہ عزیز حکیم ٥

Marfat.com

عرب میں اسلام کے ظہور سے پیشتر بیوہ عورتوں کی حالت بے حد المناک اور یاس انگیز تھی۔ کلام مجید نے نکاح بیوگان کو جائز قرار دیا۔ عورت کو ایک خاوند سے طلاق لے کر دوسرے سے شادی کرنے کا حق بخشا اس طریقہ سے شادی کو جو اسلام سے پہلے عورت کو مرد کی لونڈی بنا دیتی تھی ایک سول معاہدہ کا درجہ عطا کیا۔ جسے دونوں فریق اپنی صوابدید کے مطابق فسخ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس حق تنسیخ پر چند پابندیاں عائد ہیں جو قدرتی اسباب کی وجہ سے عورت کے لئے ذرا زیادہ سخت ہیں۔ یہ پابندیاں اس لئے عائد ہیں اور یہ حدود اس لئے معین ہیں کہ فریقین آخری جدائی سے پہلے ہر پہلو پر اچھی طرح غور کریں اور اگر خاوند یعنی ایک فریق معاہدہ کے انتقال سے یہ معاہدہ خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

جب عرب کی بادشاہت حضور کے مبارک قدموں سے مشرف ہو گئی تو حضور سرور دو عالم صلعم نے کئی بیوہ عورتوں سے عقد کیا تاکہ ایک تو بیواؤں کے خلاف جو نفرت کا جذبہ عرب میں موجود تھا اس کا قلع قمع ہو جائے اور دوسری طرف بادشاہ کی حیثیت سے حضور پر بیوہ عورتوں کے اوقات بسر کرنے کی جو ذمہ داری عائد ہوتی تھی وہ ایک انداز میں پوری ہو سکے۔

اب میں بیویوں کی تعداد کے مسئلہ کی جانب متوجہ ہوتا ہوں۔ ظہور اسلام سے پہلے تمام عرب میں شادیوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہ تھی، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ پورے عرب میں عورت کے ساتھ مرد کے تعلقات پر کوئی قانونی یا مذہبی پابندی نہ تھی۔ اسلام نے سب سے پہلے ایسا قانون مرتب کر کے معاشرے کی ہیئت بدل دی۔ مغربی مصنفین کا اسلامی شریعت کے خلاف سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس قانون نے مرد کو ایک سے زیادہ

Marfat.com

شادیاں کرنے کی اجازت دی ہے اور حضور سرکار دو عالم ؐ کے پیغام رحمت سے اس وجہ سے انحراف کیا جاتا ہے کہ امہات المومنین کی تعداد ایک سے زیادہ تھی۔ اس کے جواب میں عرض کروں گا کہ تمام دنیا کی تاریخ ایسے میاں بیوی کے تعلق کی مثال قائم نہیں کر سکتی جو حضور سرور دو عالم اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی چھبیس سالہ ازدواجی زندگی پیش کرتی ہے لیکن وہ رفاقت بے مثال تھی اور کہا جا سکتا ہے کہ پُر مسرت شادیاں مستثنیات سے ہوتی ہیں، اور اگر حضور کا تجربہ صرف اس ایک شادی تک ہی محدود ہوتا تو نوع انسانی کے لئے حضور کی مثال کا فائدہ اس لحاظ سے بہت ہی کم ہوتا۔

حضور نبی کریم صلعم نے اپنی زندگی میں ایک بیوی اور متعدد بیویوں کے ساتھ شادی کا مکمل نمونہ ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ یہ نہایت ہی بہتر ہوا۔ کیونکہ اس زمانے میں مردوں کی اکثریت زیادہ شادیاں کرنے پر عامل تھی، اور میرا خیال ہے کہ اس طریق پر ان کا عمل اب تک برابر جاری ہے۔

بعض اوقات لوگ زیادہ شادیاں کرنے کو اسلام کا مسلک سمجھتے ہیں۔ زیادہ شادیاں اس طرح مسلمانوں کے شعائر میں سے نہیں ہے جس طرح عیسائیت کے شعائر میں سے نہیں۔ یہ تو انسان کی ایک کمزوری ہے جیسے مرد اور عورت دونوں بلکہ زیادہ تر عورت کے مفاد میں ایک ضابطہ میں لانے کی اشد ضرورت ہے۔ مغربی ممالک میں تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کے اصول پر کبھی عمل نہیں ہوا، بلکہ ایک بیوی کی آڑ میں لاتعداد عورتوں اور ان کے بچوں پر مظالم توڑے گئے۔ اسلام اس قسم کے تمام موہوم ضابطوں کو منسوخ کرتا ہے جن کی بدولت خدا کی کثیر مخلوق اپنے جائز معیار سے محروم ہو جاتی ہے۔ یورپ میں اگر ایک طرف عورت کی پرستش کی جاتی ہے تو دوسری جانب اس کو حد درجہ ذلیل

Marfat.com

بھی کیا گیا ہے ۔

شادیوں کے اسلامی نظام پر اگر مکمل طور پر عمل کیا جاتے تو اغوا کے خطرناک عصمت فروشی کی اندوہناک اور دوسرے اس قسم کے لاتعداد مظالم کا خاتمہ ہو جاتا ہے جو یورپ میں شادیوں کی تعداد کی زبانی مخالفت کی بنا پر برداشت کرنی پڑتی ہے ۔ اسلامی نظام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر مرد ہر عورت کی طرف اپنی توجہ اور اس کے نتائج کا ذمہ دار رہے ۔

اگر اسلام کا شرعی نظام اس تصوراتی اور رومانی دنیا کو جو مغرب کے مصنفین کے مرد اور عورت کے جنسی تعلقات پر آباد رکھی ہے ختم کر دیتا ہے تو اس میں کیا عیب ہے ۔ موجودہ مغربی ادب میں اگر عورت کے مقام کی تلاش کی جائے تو معلوم ہوگا کہ مرد کی زندگی کا سب سے عظیم مقصد عورت کی محبت ہے اور اگر ان کے نصب العین کا پتہ لگایا جائے تو یہ نتیجہ حاصل ہوگا کہ وہ ایک عورت ہے جسے وہ کتنی مردوں کو برتنے کے بعد حاصل کر لیتا ہے جب اس عورت کو پا لیتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ " روحوں کا ملاپ عمل میں آ گیا ہے اور یہی ان کی زندگی کا مقصد ہے ۔ کیا اسے عقل و ہوش اور حقیقت کہہ سکتے ہیں ۔ یہ تو حماقت ، جہالت اور ایک باطل نظریہ ہے اور میرا خیال ہے کہ شاید اس نظریہ کا سرچشمہ عیسائیت ہی کی تعلیم ہے ، جہاں عورت ایک فطرتاً گنہگار ایک سحر آفریں ممنوعہ مخلوق ہے ۔ سوائے اس صورت کے کہ کسی پادری کی دعا و برکت سے ایک ناقابل فہم اتحاد عمل میں آجاتے ۔

اسلامی تعلیم اس سے یکسر مختلف ہے ۔ یہاں شادی کا مطلب موہوم روحوں کا ملاپ نہیں ( جس کی تلاش میں دنیا بھٹک گئی ہے ) باہمی محبت اور ہمدردی تو بے شک ممکن ہے لیکن ہر انسان کی روح پیدائش سے موت

Marfat.com

تک اکیلی ہی ہوتی ہے۔ جب تک کہ اسے خدا تک پہنچنے کا کوئی وسیلہ میسر نہ آتے۔ ہر انسان کی روح پر دوسری روحوں کا کوئی اثر نہیں، بلکہ ہر شخص خود مختار ہے، اور ہر روح خود اپنے اعمال و کردار کے لئے جوابدہ ہے۔ اپنے گناہ کا بوجھ اسے خود اٹھانا ہے اور اس دنیا کے ہجوم آلام و فرائض میں اسے اپنا راستہ خود منتخب کرنا پڑتا ہے۔ مرد اور عورت اس معاملے میں برابر ہیں۔ شادی کے رشتہ میں منسلک ہونے کے بعد دونوں کی روحوں کا ایک دوسرے میں ضم ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہر ہستی الگ اور آزاد رہتی ہے میاں اور بیوی بعض فرائض کی ادائیگی میں ایک معاہدے کی رو سے متحد ہوتے ہیں۔ اس معاہدے کو باہمی محبت اور رفاقت سے مقدس اور مستقل بنایا جا سکتا ہے اور دوسری صورت میں اگر دونوں رفاقت اور محبت کا ماحول پیدا نہ کر سکیں تو اس صورت میں اس کی تنسیخ زیادہ بہتر صورت ہے۔ شادی کوئی ناقابل فہم آسمانی معاہدہ نہیں یہ تو خداوند عالم کے ایک آزاد بندے اور آزاد بندی کے درمیان ایک قسم کا سول معاہدہ ہے اور اللہ نے میاں بیوی کے درمیان باہمی محبت کا حکم فرمایا ہے، اور ایک کے حقوق دوسرے پر خاص طور پر مقرر کر دیئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان پر شائستگی اور آبرو کے چند قاعدوں کی پابندی لازم کر دی گئی ہے۔ اگر ان دونوں کے دلوں میں باہمی محبت اور جذبۂ رفاقت پیدا نہیں ہوتا اور ان کو خدشہ ہے کہ وہ معینہ حدود کا احترام نہیں کر سکیں گے تو معاہدے کا ختم ہو جانا ہی بہتر ہے۔

ایک بیوی اور کئی بیویوں دونوں صورتوں میں عورت اپنی مکمل ہستی۔ رائے، آزادی عمل، جائداد اور نام کو برقرار رکھتی ہے اور دوسری بیویوں کی موجودگی میں گو وہ الگ رہائش کا مطالبہ بھی کر سکتی ہے۔ اس وجہ سے عورت

Marfat.com

کے لیئے یہ امر زیادہ مضائقہ کی بات نہیں کہ سوسائٹی کا عمل ایک بیوی پر ہے یا کثرتِ ازواج پر

کثرتِ ازواج پر یورپ کے نیم مذہبی اعتراض کی بنا پر شادی کو قطعاً اٹل آسمانی فیصلہ سمجھا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک شادی ایک اتحاد زن و شوہر ہے جس میں عورت اپنی ہستی کو یکسر فنا کر دیتی ہے۔ مرد کے لئے ایک شادی کرنا ہمیشہ کی طرح اب بھی اسلام کا مطمح نظر ہے، بلکہ صرف مطمح نظر ہی ہے کیونکہ ایک بیوی بعض عملی صورتوں میں گھر کی عدم مسرت کا موجب بن جاتی ہے اور خوفناک معاشرتی عیوب کا سرچشمہ ثابت ہوتی ہے۔ اسلامی قانون کا مقصد شادی کو انسان کے لیئے ایک سرمایۂ مسرت بنانا ہے۔ اس وجہ سے اسلام نے انسانی کمزوریوں کو مدنظر رکھ کر جب شادی مسرت کی بجائے اذیت کا موجب بن جائے تو طلاق کی اجازت بھی دے رکھی ہے یورپین ملکوں میں اول تو طلاق کی اجازت ہی نہیں، اب انصاف اور معقولیت کی بنا پر یورپ کے اکثر ملکوں میں طلاق کو قانوناً جائز قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یورپ میں طلاق تہمت اور بہتان کی حد درجہ ناجائز تشہیر کی وجہ سے خود ایک مستقل معاشرتی عذاب بن کر رہ گیا ہے مگر اسلام میں طلاق کا طریقہ اس بیہودگی سے پاک ہے۔ میں اس بات کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں میں پُرمسرت شادیاں یورپ کے مقابلے میں کم نہیں ہوتیں۔ مرد کے لئے ایک سے زیادہ بیویوں سے شادی کرنا اسلام کا کوئی آئین نہیں، بلکہ یہ انسانی فطرت کے لئے ایک رعایت کا اہتمام ہے۔ کلام مجید زیادہ شادیوں کا حکم نہیں دیتا، بلکہ خاص حالات میں عورتوں کو بغیر محافظ اور محض بے بس چھوڑ دینے سے بہتر ہونے کی سفارش کرتا ہے۔ زیادہ شادیاں کرنے کی

Marfat.com

اجازت مندرجہ ذیل آیات میں موجود ہے۔ جن کا نزول اس وقت ہوا جب مسلمانوں کی قلیل جماعت میں سے بھی دس فی صد مرد شہید ہو چکے تھے اور بہت سی عورتیں جن کی گودیوں میں بچے تھے قید ہو کر آئیں

وآتوا الیتمیٰ اموالهم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالهم الیٰ اموالکم انه کان حوبا کبیرا ۰ وان خفتم الا تقسطوا فی الیتمیٰ فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدة او ماملکت ایمانکم ذلك ادنیٰ الا تعولوا ۰ وآتوا النساء صدقتهن نحلة فان طبن لکم عن شیء منه نفسا فکلوه هنیئا مریا ۰

یتیموں کو ان کا مال واپس کردو اور ناپاک کو پاک کے ساتھ نہ بدلو، اور یتیموں کے مالوں کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ۔ یہ گناہ عظیم ہے۔ اگر تم ڈرتے ہو کہ یتیم عورتوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو ان کے سوا جو تمہیں پسند آئیں، دو دو یا تین تین یا چار چار عورتوں سے نکاح کرلو اگر تم ڈرتے ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کرو، یا ان عورتوں سے جو تمہارے داہنے ہاتھ کے مالک ہوتیں۔ یہ بہت نزدیک ہے اس بات سے کہ تم بے انصافی نہ کرو، عورتوں کے مہر ان کو خوشی خوشی دے دو۔ اگر وہ خوشی سے تمہیں کچھ اس میں سے دے دیں تو اسے مزے سے کھاؤ۔

کلام مجید کی ان آیتوں کو ان خیالات سے جن کا اظہار اسلام کے مخالفین کی طرف سے اس سلسلہ میں ہوتا رہتا ہے دور کا واسطہ بھی نہیں آج اسلامی دنیا میں شادیوں کی تعداد پر بہت کم عمل ہو رہا ہے لیکن یہ اجازت

Marfat.com

اس حقیقت کی شاہد ہے کہ شادی مرد اور عورت کے لئے بنی ہے نہ کہ مرد عورت شادی کے لئے۔

اسلام نے چار شادیوں کے ساتھ ساتھ مرد کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا کہ وہ ہر بیوی کے ساتھ اپنا طرز عمل یکساں رکھے اور یہی ذمہ داری حیا اور پاک دامنی اسلامی اخلاقیات کی بنیاد ہیں اور انہی کی وجہ سے آزادی جس کے ساتھ انسانی مسرتیں اور بہبودگیاں وابستہ ہیں نصیب ہو سکتی ہے۔ یورپ کی بے راہ روی جس آزادی تک پہنچاتی ہے۔ وہ مسلمانوں کی نظر میں شائستگی کی حدوں سے بہت آگے نکل گئی ہے۔

اب عورت اور مرد کے اختلافی مسائل کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اگر اس بات میں کوئی سچائی ہے اور تجربہ اس بات پر شہادت دیتا ہے اور یورپ اور امریکہ میں عورتوں کے حقوق کی حمایت کرنے والے اس اعلان کو بار بار دھراتے ہیں کہ مردوں سے عورتوں کی روزمرہ زندگی کی دلچسپیاں الگ الگ ہیں۔ عورتیں اپنی روزانہ زندگی میں اپنی ہم جنسوں کے ساتھ رہ کر زیادہ خوش رہتی ہیں اور مردوں کی غلامی کے جوئے تلے زندگی بسر کرنے کی بجائے ایک آزاد صنف کی حیثیت سے زیادہ ترقی کرنے کی اہمیت رکھتی ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ اسلامی طریق زندگی جس کے باعث عورت اپنے حلقہ میں مالکہ ہے عین فطرتِ انسانی کے مطابق ہے۔

اسلامی طریق میں افزائش نسل کے طریقہ کی رعایت ہے۔ عورت اس کے خاوند اور اس کے دوسرے رشتہ داروں کے درمیان رشتے کی نزاکت وہی ہے جو مغرب میں ہے لیکن عورت کی معاشرتی اور سماجی زندگی کا حلقہ خود اس کی ہم جنسوں تک ہی محدود ہے۔ اسلام کا نظامِ زندگی عورتوں

Marfat.com

اور مردوں کو یکجا غسل کرنے یکجا ناچنے اور ایک دوسرے سے معاشقہ لڑاتے اور باہمی نمائش کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلامی تعلیم کے تحت عورت کے لئے ایسی ترقی کے امکانات محدود ہیں۔

عورتوں کے لئے ڈاکٹر، وکیل، جج، سائنسدان اور دینیات کے علما عورتیں بھی ہو سکتی ہیں اور اس مقصد کے لئے کوئی مسلمان بھی حضور کے ارشاد کے مطابق و تابع ان پر حصول علم کی راہیں بند نہیں کر سکتا۔ اگر انسانی ترقی کے اس میدان کی سیر مقصود ہو، تب بھی مغرب کی احمقانہ تقلید سے کام نہیں بن سکتا۔ کیونکہ عورت کی آزادی کے مغربی تصور اور اسلام کے نقطۂ نظر میں بے حد تفاوت ہے۔

مغرب کی خواتین کو تو اس دور میں شادی شدہ عورتوں کے حقوق جائداد جیسے معمولی قانونی حقوق کے لئے خود جدو جہد کرنی پڑی۔ اور یہ حقوق جس کے لئے وہ خود جدو جہد کرتی ہیں مسلمان عورت کو روز اول سے حاصل ہیں۔ مغربی عورتوں کو ایک مسلسل کوشش اور تگ و دو کے بعد یہ بات مغربی مردوں کو سمجھانی پڑی کہ عورتوں کی دلچسپیاں مردوں سے یکسر مختلف ہیں اور اسلامی شریعت نے اس امر کا پہلے سے ہی پورا پورا اعتراف کیا ہے۔

مغربی خواتین کو اپنی قانونی حیثیت منوانے کے لئے ایک جانگاہ جدو جہد کرنی پڑی جبکہ اسلام ان کا حق خود تسلیم کر چکا ہے۔ اب خواتین کی اپنی پردہ انجمنیں ہیں اور یہ حق ان کو بڑے بڑے اسلامی ممالک میں حاصل نہیں ہے۔ مغربی عورتوں اور مسلمان عورتوں کی حیثیت میں اور حصول حیثیت کی کوشش میں بہت بڑا فرق ہے۔ اسلام میں عورتوں کے حقوق کو مردوں نے خود تسلیم کیا اور اگر حالات کے تقاضوں کی بنا پر ان حقوق کی کسی شکل میں

Marfat.com

توسیع کی ضرورت محسوس ہو تو شرعی منشا اور مقصود کے پیش نظر مسلمان عورتوں کے ایسے حقوق تسلیم کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ مسلمان عورتوں کی حریت پسندی، مرد اور عورت میں جنگ و جدل کی صورت اختیار نہیں کر سکتی اس لئے مسلمان عورت اور مغربی عورت کی حیثیت میں درحقیقت کوئی مماثلت نہیں

شادی کے اسلامی طریقہ پر بعض لوگوں کا یہ اعتراض ہے کہ لڑکی کو اپنا شوہر منتخب کرنے کا اختیار نہیں بلکہ اس کے والدین ہی خاوند منتخب کر دیتے ہیں۔ اس ضمن میں اتنا عرض کروں گا کہ یہ طریق صرف مسلمانوں ہی میں رائج نہیں بلکہ متعدد مغربی ممالک میں بھی یہی طریقہ زیر عمل ہے۔ دنیا کی قوموں میں کسی کو اس بات سے انکار نہیں کہ جب ایک کمسن لڑکی اپنے لئے ایسا خاوند منتخب کرے جس پر اس کے والدین کو اعتراض ہو تو وہ لڑکی اپنے لئے تمام زندگی کا ایک عذاب خرید لے گی۔ اس کے برعکس مسلمان والدین شادی کے بعد بھی اپنی بچی کو ایسے شخص کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور نہیں کرتے جس کو وہ پسند نہ کرے۔ بلکہ لڑکی اپنے میکے واپس آ سکتی ہے

ترکی جیسی اسلامی حکومت میں جہاں ترکیوں کے لئے ان کے محرموں کا حلقہ اس قدر وسیع ہے کہ اس میں شادی کے قابل رشتہ دار محرم لڑکے شامل ہیں۔ وہاں مجھے یاد ہے کہ میرے ایک دوست کی بچی نے یک لڑکے کو پسند کر کے اپنے باپ سے شادی کی اجازت مانگی۔ باپ نے جواب دیا "بیٹی جو تم کو پسند ہے مجھے اس سے انکار تو نہیں اور جب تم نے بزرگوں کے پسند کی خلاف ورزی کی اور ان تمام رسومات کو ترک کیا تو اس طریقہ سے جو مراعات وابستہ تھیں۔ تمہیں پھر ان کا بھی حق حاصل نہ ہوگا۔ اگر تم فلاں لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہو جو مجھے پسند نہیں اور میری رائے مردوں

Marfat.com

کے معاملے میں یقیناً تم سے صائب ہے تو اس صورت میں اگر خدانخواستہ ناچاکی کی صورت پیدا ہو گئی تو اس صورت میرے گھر کے دروازے تم پر بند ہوں گے، اور اگر اس کے برعکس اپنے لئے میرے پسند کا رشتہ قبول کرو تو اس صورت میں اگر تمہارے اور تمہارے شوہر کے درمیان خدانخواستہ ناچاکی کی صورت پیدا ہو گئی تو میں تم کو اپنی پناہ میں لینے کے لئے مجبور ہوں گا میری دعائیں ہر صورت میں تمہارے ساتھ شامل ہیں۔ اپنا راستہ خود پسند کرو" لڑکی والد کی یہ بات سن کر اپنے ارادے سے باز آ گئی اور اس نے اپنے والد کے تجربے اور واقفیت کو شوہر کے انتخاب میں بہتر جانا۔

جب مسلمان عورت کی آزادی پر بحث و غور کا موقع پیدا ہو تو بحث کرنے والوں کو اسلامی نصب العین پیش نظر ضرور رکھنا چاہیئے۔ ورنہ چشمہ آب حیات کی بجائے سراب کی جستجو میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہیئے اور میں پھر یہ بات نہایت زور سے عرض کرونگا کہ اسلامی شریعت کے قانون جامد اور ساکت نہیں بلکہ انہوں نے زندگی کی ضروریات کا ہر دور میں ساتھ دیا ہے۔ شریعت ان قوانین سے جو کبھی کسی زمانے میں وضع کرنے گئے تھے بہت بلند ہے اور عورتوں کے حقوق بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کی ذمہ داریوں کے دوش بدوش بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی اسلام کا قانون عادل ہے۔ اسلام کا نصب العین بنی نوع انسان کی عالمگیر اخوت ہے اور اس لفظ نوع انسان میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی شامل ہیں اور اسلام کی متعین منزل تک پہنچنا اس وقت تک بالکل ناممکن ہے، جب تک عورت کی حیثیت وہی برقرار رہے جو آج مشرق و مغرب میں اس بیچاری پر مسلط ہے یا جس حالت میں ہم نے اس کو مبتلا کر دکھا ہے،

Marfat.com

# آٹھواں خطبہ

## حکومت الہیہ

اب تک میرے تمام موضوعات کا تعلق ماضی کی داستانوں سے تھا۔ اب اپنے اس آخری خطبے میں اپنی توجہ موجودہ زمانے پر مرکوز کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ بتا چکا ہوں کہ انسانی عمل و ارتباط کے ہر شعبے میں اسلام کا معیار موجودہ زمانے کے بلند ترین معیارات کے ہم پایہ ہے۔ مگر بدقسمتی تو یہ ہے کہ خود مسلمان کا اپنا کردار اس بلند معیار کے لئے ندامت کا باعث بن گیا ہے میں اسلامی سلطنت کی سیاسی طاقت کے زوال اور اسلامی تہذیب کے انحطاط کے اسباب اپنی بساط کے مطابق آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں اور ان پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ اس زوال اور انحطاط نے شریعت حقہ میں مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل نہیں کیا بلکہ انہیں اس پر اور زیادہ مستحکم کر دیا۔ کیونکہ اب وہ صاف صاف اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی پستی کا سبب احکام شریعت سے روگردانی کے سوا اور کچھ نہیں۔ چند احادیث قدسی پیش کرتا ہوں۔ ملاحظہ فرمادیں۔

۱۔ "تعلیم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت کا مذہبی فریضہ ہے"۔

۲۔ "علم حاصل کرو خواہ اس کی تلاش میں چین تک جانا پڑے"۔

Marfat.com

۳۔ "خدا کی مخلوق کے مطالعے اور تدبیر میں صرف کیا ہوا ایک لمحہ پورے ایک سال کی عبادت سے افضل ہے"

۴۔ "گفت پیغمبر بہ آواز بلند
بر توکل زانوے اشتر ببند"

اسلامی احکامات سے منہ موڑنے والوں پہ واضح ہو چکا ہے کہ ان کی زبوں حالی ان اور ان کی طرح کے بہت سے دوسرے سادہ، پرمغز احکام سے سرتابی کا ردِعمل ہے۔

مسلمان آج واضح طور پہ دیکھ رہے ہیں کہ مغربی قوموں کو جو معاشی کامرانی حاصل ہے وہ شریعت اسلامیہ کو اپنانے کے صدقے میں ان کو میسر آئی ہے کیونکہ اسلامی شریعت کے اصولی مادی ترقی اور معاشی خوشحالی کے ضامن ہیں جن کو مسلمانوں نے اپنی حماقت اور بے وقوفی سے اپنے زوال کے زمانے میں فراموش کر دیا تھا۔ مغرب والوں نے اسلامی شریعت کے ایسے بنیادی اصول جن سے عیسائی دنیا نا آشنا تھی اس وقت قبول کئے جبکہ عیسائیت کی باگ ڈور کلیسا کے ہاتھ میں تھی۔ تدبر، آزادی فکر، مذہبی رواداری قانون اور معاشرہ میں کسی شخص کی حیثیت کا دارومدار اس کے عقائد، نسب یا دولت پر نہ تھا بلکہ اس کا دارومدار اس کے اعمال اور کردار پہ تھا۔ (اسلامی قانون کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کا مرتبہ یکساں ہے۔ جائیداد میں عورت کے حق کا اعتراف، خلع اور دوسری شادی کی اجازت، جسمانی پاکیزگی نشہ آور اشیا کے استعمال کی ممانعت، اسلامی شریعت کے یہ تمام اجزا جو عیسائی یورپ میں مذہب کی رو سے مردود تھے اور جن کو آج بھی کلیسا بے دینی کی علامت یا زیادہ سے زیادہ مذہب سے خارج اور محض دنیوی

Marfat.com

سمجھتا ہے۔ تہذیب مغربی کے ضروری جزو ہیں اور اس تہذیب میں ان کو ایک خاص حیثیت حاصل ہے اور اس بات کو ثابت کیا جا سکتا ہے، کہ خود عیسائی مصنفین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ جدید افکار اور نیا نظام زندگی عیسائیوں نے گذشتہ زمانے کے مسلمانوں سے حاصل کیا۔ صرف اگر فرق ہے تو اس قدر کہ یورپ والوں نے ان خیالات و عقائد کو شرعی دلیل سے نہیں بلکہ عقلی دلیل سے قبول کیا۔ مگر مسلمانوں نے شروع شروع میں انہیں شرعی دلیل کی بنا پر اختیار کیا تھا۔ مسلمان اول تو خداوند عالم کے حکم کے تحت ان پر ایمان لائے۔ لیکن بعد میں ان کے لئے عقلی دلائل تلاش کیں اور یہ امر ممکن ہے کہ یورپ جس نے ان احکام کو پہلے تو عقلی دلائل کی بنا پر قبول کیا۔ آخر کار ان کو منجانب اللہ سمجھ کر ایمان لے آتے ہوں۔ مگر مجھے اس بات کی اس وقت تک توقع نہیں جب تک یورپ اس منشائے خداوندی پر ایمان نہ لے آئے جس پر انسانی عقل کا دار و مدار ہے۔ جب تک یورپ والوں کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ تمام آمور جو عیسائیوں کے لئے دینی نہیں بلکہ دنیوی ہیں۔ لیکن جن پر انسانیت کی رفاہیت کا بڑی حد تک دار و مدار ہے موجودہ مذہبی ضابطوں کا محض ایک جزو ہیں جن کا مخزن الہام ہے اور جب تک ان میں شریعت کے ان دوسرے حصوں کی ضرورت کا احساس جن پر مسلمان مضبوطی سے کاربند ہیں پیدا نہ ہو جائے۔ اور اسی حصہ پر سیاسی ترقی اور سماجی ثبات قائم ہے۔ مسلمانوں نے تو اس حصے کو شرعی دلیل کی بنا پر دو تین صدیوں سے مضبوطی سے تھاما ہوا ہے۔ اگر غیر مسلم تو اسے صرف عقلی دلائل کی بنا پر قبول کر سکتے ہیں۔ لیکن افسوس عقلی دلیل تو اپنی اس صورت میں جس میں صرف مادہ پرست دنیا آج اسے قابل قبول سمجھتی ہے اور موجودہ دور

Marfat.com

کی اسلامی سیاست اور ریاست میں اس کا جاری اور ساری رہنا مفقود ہے۔ مسلمانوں کے بعض کارنامے آج بھی پیش کیئے جا سکتے ہیں۔ اسلامی اخوت ہی کو لیجیئے۔ مسلمان کی آج بھی اس دنیا میں ایک عظیم الشان، بے نظیر اور وسیع ترین انسانی برادری ہے۔ اسلامی برادری اس باطنی بغض وحسد و تنازع سے یکسر پاک ہے جو مغربی معاشرے کے وجود کے لئے ایک مستقل اور مضبوط خطرہ ہے۔ مسلمانوں کے پاس ایک قابل عمل بین الاقوامی قانون موجود ہے۔ مسلمانوں کے پاس ایک ایسا سماجی ضابطہ موجود ہے جس میں محنت و سرمایہ، زمیندار اور کاشتکار کے حقوق، حقوق املاک و تنظیم، بلکہ ملوکیت، دستوریت، اشتراکیت، آمریت، اور جمہوریت کے نظریات کو پورے سلیقے کے ساتھ سمو دیا گیا ہے۔ اگر آج مسلمان اسلامی نظریہ حیات کی عملی موافقت میں ایک ترقی پذیر اور کامیاب مملکت کی مثال پیش نہیں کر سکتے اور اگر مسلمان اقوام دنیاوی ترقی کی دوڑ میں مغرب کی گرد پا کو بھی نہیں چھو سکتے، تو مسلمانوں کے لئے تعجب کا مقام نہیں ہونا چاہیئے اگر مغرب والے یہ بات سمجھنے لگے کہ ایسی پس ماندہ اور ناکام اقوام کی زندگیوں کا ضابطہ خود ان قوموں کی زندگیوں کے منشور کے مقابلے میں حقیر و ذلیل ہے تو یہ نتیجہ جو انہوں نے ہمارے متعلق بنا رکھا ہے، کونسی چیز ان کو اس نتیجہ سے روک سکتی ہے، اور اگر اسلام کا نور ان کی آنکھوں سے پوشیدہ ہے تو اس میں ان کا قصور نہیں بلکہ ہمارا قصور ہے۔

دوسری چیز جس نے مسلمانوں کو شریعت حقہ پر دوبارہ مستحکم کیا، وہ مغربی تہذیب کی طبعی علوم میں حیرت ناک کامیابی کے باوجود سیاسی اور سماجی علوم میں مسائل حل کرنے میں اس کی شدید ناکامیابی ہے جن کا حل

اسلام نے صدیوں پہلے پیش کر دیا تھا۔ ہم سب اس بات پر متفق ہیں، کہ اسلام کے حقائق کی اشاعت ہونی چاہیئے اور جہاں تک ہمارا بس چلے جدید دنیا کو ان کے اختیار کرنے کی طرف راغب کریں لیکن ہم میں سے بعض کا خیال ہے کہ اسلامی اصولوں کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا اصل طریقہ یہ ہے کہ شریعت کو تو ایک پرانا نظام کہکر دریا برد کر دیا جائے اور اسلام کو ایک ایسے دین کی حیثیت سے پیش کیا جائے جس کا اپنا کوئی ضابطہ حیات نہ ہو اور دنیا کو یہ بتایا جائے کہ اسلام محض ایک ذاتی عقیدے ایک انداز فکر اور ایک خاص راستے کا نام ہے بعض مسلمان موجودہ زمانے کی فنکارانہ کارگزاری سے حیران ہو کر مغرب کے علوم طبعی اور کارناموں کو ہی نہیں بلکہ سماجی اور سیاسی نصب العین کو بھی اپنانے کے لئے تیار ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مغرب کے علوم طبعی کے حصول کی بے انتہا ضرورت ہے کیونکہ ان کے حاصل کئے بغیر شرعی احکام کی مطابقت مدت سے تشنۂ تکمیل ہے۔ لیکن جس طرح کہ سعد حلیم پاشا نے اپنی قابل قدر اور ممتاز کتاب (اسلامشمق) میں مسلمانوں کو اس روش پر چلنے کے خلاف تنبیہہ کیا ہے۔ اس کے نزدیک یہ خودکشی کرنے کے جنون کے برابر ہے۔ گو مغرب کے طبعی علوم کی ترقی صحیح طریقہ سے ہوئی ہے، لیکن جہاں تک اس کے سماجی اور سیاسی نظام کا تعلق ہے۔ ان کی کوئی بنیاد نہیں بالکل بے بنیاد طریقہ سے مرتب ہوئے۔ اس کے سیاسی اور سماجی نظام کی بنیاد قابل دید حقائق پر نہیں بلکہ ناقابل قبول مفروضات پر استوار ہیں مغرب والوں کا نظام زندگی تو محض انگریزوں کی عقل عامہ۔ نامعقول باتوں کو عملی طور پر کامیاب بنا دینے کے قدرتی ملکہ، ان کی اعلیٰ دماغی قابلیت

Marfat.com

اوران کی آب وہوا کی عمدگی اور خوشگواری پر منحصر ہے ۔ ورنہ ان کے ملک سے بھی اس نظام کا جنازہ اسی طرح نکلتا جس طرح دوسرے یورپی ممالک فرانس ، روس اور اطالیہ سے نکلا ۔ اگر اسلامی شریعت کے بعض احکام کی خلاف ورزی کے باعث مسلمانوں پر ادبار چھا گیا ہے تو اس کی بنا پر شریعت کے باقی احکام کی خلاف ورزی کے لئے کوئی جواز نہیں ملتا بلکہ اس بنا پر تو ہم کو چاہیئے کہ ان احکامات کی زیادہ شدت کے ساتھ پیروی کریں تاکہ اسلامی شریعت کو اس کا کھویا ہوا وقار دوبارہ حاصل ہو جائے اور ہم اس کی زیادہ خردمندانہ متابعت پر مستعد ہوں ۔ ہمیں اس وقت اسلام کے اصول و احکام کے ایک واضح ضابطہ کی اشد ضرورت ہے جو ہر مسلمان مرد اور عورت کو مہیا کیا جا سکے ۔ موجودہ فقہ کی کتابوں میں ہمیں یہ افسوسناک فروگذاشت نظر آتی ہے کہ ذاتی آمور مثلاً نماز میں قیام کی صورت کو ممانعت قتل کے سے اصولوں کے برابر درجہ دیا گیا ہے ۔ ہمیشہ ہم کو ان چیزوں میں جن کی ابدی اہمیت ہو اور ان میں جن کا چلن کسی خاص دور کے حالات کے ماتحت ضروری ہو ۔ تمیز کرنا سیکھ لینا چاہیئے ورنہ ہم میں سے اکثر کی حالت ان جاہلوں کی مانند ہو گی جن کو جلی اور خفی میں تمیز نہیں اور اس طرح حقیقی مسائل کو چھوڑ کر فروعی باتوں میں الجھ کر اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کی بجائے راستے کی الجھنوں میں کھو جانے کا خطرہ ہے مسلمانوں کو علوم طبعی میں بے شک یورپ سے بہت کچھ سیکھنا ہے مگر دوسری جانب سیاسیات اور عمرانیات میں یورپ آج بھی ان کا استاد ہونے کا فخر حاصل نہیں کر سکتا ۔ ان امور میں تو اسلام نے تیرہ سو سال پیشتر ہی امن اور سلامتی کی وہ راہیں استوار کی ہیں جن کے لئے عیسائی آج بھی بھٹک رہے

Marfat.com

ہیں ہمیں آج جو مسئلہ درپیش ہے وہ اسلامی ادارات کو چھوڑ کر ان کی بجائے مغربی ادارات کا اختیار کرنا نہیں بلکہ ایسے جدید ادارات کو اسلامی قانون میں ڈھال کر ان کے معیار کارگزاری کو موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہے۔

شہزادہ سعد حلیم کو جن سے مجھے نیاز حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ نہایت اہم اور نازک ادوار میں سیاسیات کا عملی تجربہ حاصل تھا۔ ان کو یورپ کے جدید سیاسیات میں مہارت حاصل تھی۔ وہ بھی اپنے والد کی طرح قوم کی اصلاح کے خواہاں تھے جن کو اپنے مخصوص منصب اور حیثیت کے اعتبار سے اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کے کئی مسائل پہ غور کرنے کا موقع ملا۔ ان کو ایک جانب تو جرمنی، انگلستان اور فرانس کے افکار کا علم تھا تو دوسری طرف قرآن و سنت کا علم بھی حاصل تھا اور تفسیر قرآن اور علم فقہہ سے بھی اچھی خاصی واقفیت تھی۔ ان تمام خوبیوں کی بنا پہ وہ اسلامی دنیا کے لئے ایک جدید مسلک تجویز کرنے کی اہلیت رکھتے تھے۔ ان کا مشورہ قبول مغرب نہیں بلکہ اسلامیت تھا۔ ان کے مدِنظر ایک آزاد اسلامی ملک تھا جس کو ابھی تک ایک آزاد اور باوقار اسلامی سلطنت کی حیثیت حاصل نہ تھی اور وہ ملک خلافت کا مرکز بھی تھا۔ انجمنِ اتحاد و ترقی کے کئی ممبروں کی طرح وہ بھی خلافت کے حامی تھے۔ اس وجہ سے ان کا سب سے بڑا اور پہلا مقصد اسلامی مملکت کے حالات جدیدہ کا تجربہ تیار کرنا تھا اور موجودہ ملکوں کے نظام سے اس کا مقابلہ کرنا تھا۔ اس قسم کے مسائل کی ہندوستانی مسلمانوں کے لئے اتنی اہمیت نہ تھی جتنی ترکی کے مسلمانوں کے لئے تھی۔ لیکن وہ سب کے لئے اس قدر ضروری ہیں کہ ہیں

Marfat.com

ہندوستانی مسلمانوں کے ضروری اور فوری مسائل سے بھی پہلے جن کا تعلق میرے پچھلے خطبوں سے ہے ان کا خلاصہ پیش کردوں گا اور جہاں ضرورت پیش آئے گی ان پر تنقید کردوں گا۔ شہزادہ سعید حلیم کو اپنے اس مقصد کے حصول میں جن مشکلات کا سامنا تھا وہ ہمیں درپیش نہیں۔ کیونکہ اسلامی حکومت کے اس نظریے کو جو خلفائے راشدین کے زمانے میں عمل پیرا تھے۔ دور جدید میں کے نظریۂ عمل سے ہم آہنگ کرنا کوئی سہل کام نہیں۔ خلفائے راشدین گو ایک وسیع اور عظیم سلطنت کے مالک تھے اور تمام ممالک میں ان کی فوجوں ان کے افسروں اور ان کے احکام کو نجات کا سرمایہ سمجھا جاتا تھا اس کے باوجود مطلق العنان حکمرانوں کی عادات ان میں نہ سما سکیں اور فوجی حکمرانوں یا آمروں کی کوئی خاصیت ان میں موجود نہ تھی۔ وہ مدینہ منورہ میں سادہ زندگی گزارتے تھے اور وہاں کی مقامی حکومت سے جب تک وہ درست چل رہی تھی کوئی تعرض نہ کرتے تھے اور ان کے احکامات تمام مسلمانوں کے لئے قابل تعظیم تھے۔ لیکن فوجوں اور ان افسروں کے علاوہ جو مفتوحہ علاقوں کے نظم و نسق کے ذمہ دار تھے یہ خلفا کبھی احکام صادر نہیں فرمایا کرتے تھے۔ وہ ہر جمعہ کو مسجد نبوی میں اس زمانے کے حالات و واقعات پر تبصرہ فرماتے اور اپنے انتظامی اعمال کا جمعہ کے خطبے کے موضوع پر ذکر کرتے۔ مذہب، قانون اور حکومت کے معاملوں میں وہ آخری عدالت تھے۔ نہ تو وہ اپنے لئے کو شاہانہ شان و شوکت کے طالب تھے نہ ہی ان کے درباروں میں شاہانہ طور طریقے رائج تھے۔ مدینہ والوں اور دوسرے لوگوں سے جو ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، ذاتی تعلقات بالکل آزادانہ اور برادرانہ تھے۔ ایک بار ایک غریب بڑھیا نے خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروقؓ پر ایک معمولی ناانصافی کی وجہ سے

Marfat.com

الزام لگایا۔ لوگ اس بڑھیا کو ہٹانا چاہتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ بڑھیا کو بولنے دیا جاتے۔ "ہر مسلم مرد اور مسلم عورت کا فرض ہے کہ وہ حاکم کے سامنے سچی بات کہے۔" اس دور میں ہر مسلمان قانونِ شریعت سے بخوبی واقف تھا، اور دل و جان سے اس کی متابعت کے لئے تیار رہتا اگر ان کو کسی بات میں شک ہوتا تو وہ سیدھے خلیفہ یا اس کے نمائندے کے پاس جاتے جوان کے شکوک و شبہات کو نہایت سادہ طریقہ سے دور کرتے۔ پولیس کا انتظام نہ تھا، کیونکہ اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔ عوام کی آزادی مسلم تھی اور ان کے ادارات خود اختیار قائم اور مضبوط تھے اور خلیفہ وقت یہ خیال رکھتے کہ لوگ ان امور کو سمجھ سکیں۔

معاویہ کے تختِ خلافت پر بیٹھنے سے ایک تغیر رونما ہوا مگر وہ اسقدر شدید نہ تھا جس طرح عام طور پر اسے ظاہر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے زمانے میں بھی اصول انتخاب کا کم از کم نظری احترام برقرار تھا۔ یزید کے بیٹے معاویہ ثانی نے بسترِ مرگ پر مسلمانوں کو اس بات کی صاف ہدایت کر دی کہ بہترین مسلمان کو خلافت کے لئے منتخب کیا جائے۔ اس دور تک عربوں کی سادگی برقرار تھی۔ اگر بنی امیہ نے معاویہ کے انتقال کے بعد اپنی سچائی اور صداقت کا ثبوت دیتے ہوتے جانشینی سے انکار کیا ہوتا اور ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ شام، مصر، شمالی عرب، اور شمالی افریقہ میں ان کو اکثریت کی حمایت حاصل تھی، اور اس طرح وہ جو کچھ چاہتے کر سکتے تھے۔ اگر اس وقت وہ صحیح اسلام اصولوں کو مدِ نظر رکھکر مسلمانوں میں ان کی خدمات کی بنا پر بہترین آدمی کا انتخاب کرتے تو ان جرائم کے باوجود جو بنی امیہ سے ان کے زمانے میں سرزد ہوتیں۔ ان کی

Marfat.com

اسلامی خدمات پر تمام مسلمان متفق ہوتے لیکن چونکہ انہوں نے خاندان کی بنا پر خلافت استوار کرنے والے ایک گروہ کے خلاف بے پناہ جنگ و جدل شروع کی، اور وہ اس وجہ سے کہ سنیوں کے عقائد کے مطابق ایسا کرنا خود حضور رسولِ مقبول کی خواہشات کا عدم احترام تھا۔ مگر اس جنگ و جدل کے باوجود انہوں نے خود ایک خاندانی حکومت کی بنیاد ڈالی اور اس طرح ہمارے لئے ایک خالص اسلامی سلطنت کے خدوخال مٹا گئے اور اس وقت سے خلافت مختلف خاندانوں کی ملکیت بن گئی۔ یہاں تک کہ حال ہی میں آل عثمان کے آخری بے ضرر اور برائے نام خلیفہ کو ایک لمحہ کا نوٹس دے کر ترکی سے جلا وطن کر دیا گیا۔

خلفا کی اس فہرست میں بہت سے اچھے اور نیک مسلمان بھی نظر آتے ہیں، جن کے دورِ خلافت میں اسلام نے حقیقی درخشانی حاصل کی اور پھولتا پھلتا رہا کیونکہ ان کی حکومت کی بہتری کے لئے مشعل شریعت موجود تھی۔ مگر خداوندِ عالم نے ذاتی ترقی اور بلندی کے لئے جو حدیں متعین کر دی ہیں۔ ان میں سے ایک کی شدید مخالفت کی گئی اور وہ یہ کہ خلافت کو موروثی حق بنا دیا۔ اور خالص حکومت الہیہ کے تحفظ کو نقصان پہنچایا۔ اگر ایک خالص انتخابی خلافت آزاد مقامی ادارات اور حکومت خود مختیاری کے ساتھ قائم رہتی جس کے بارے میں آگے چل کر کچھ عرض کروں گا۔ اور آج تک ضروریات کے ساتھ ساتھ وسعت حاصل کرتی رہتی تو اس دور کی ضروریات کے مطابق ایک اسلامی حکومت کی تعمیر نسبتاً آسان ہوتی۔ صرف چند اصلاحات کی ضرورت ہی محسوس ہوتی۔ موجودہ دور میں تو حالات کچھ اس طرح بدل گئے ہیں کہ قدیم زمانے سے پیوند جوڑنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، مگر

Marfat.com

سعد حلیم بادشاہ نے ہماری بھلائی کی خاطر اس مہم کو انجام دینے کی اچھی کوشش کی ہے۔ اس طویل جملہ معترضہ کے بعد میں شہزادہ حلیم کے خیالات کی جانب متوجہ ہوتا ہوں۔

آج مغرب میں کسی مملکت کی صدارت یا اعلیٰ منصب کے لئے صرف دو قسم کے افراد منتخب ہونے کے قابل سمجھے جاتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ جو مکمل اطمینان کے ساتھ حق وراثت کے تحت تاج و تخت کے مالک بن جاتے ہیں۔ خواہ وہ اس منصب کو چلانے کی اہلیت رکھتے ہوں یا نہیں دوئم ایسے اشخاص جو عوام کے ووٹ سے اس منصب کے لئے منتخب ہوتے ہیں۔ اس دوسرے طریقے کے خلاف اسلامی نقطہ نظر سے کوئی اعتراض نہیں لیکن شرط یہ ہے کہ انتخاب بہترین اور مسلمہ خدام قوم میں سے عقل مند لوگوں کی ایک کونسل کی زیر سرپرستی عمل میں آتے اور صدر کی صدارت کی معیاد یا تو اس کی زندگی تک ہو یا اس وقت تک جب تک وہ درست طور پر اپنے فرائض منصبی کو ادا کر سکے۔ یہ طریقہ غیر مسلموں میں ایک اٹکل پچو فیصلے کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ غیر مسلموں میں حق انتخاب ایک انبوہ کثیر کو دیا جاتا ہے جن میں درست فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، اور پھر ایسے لوگ منتخب کئے جاتے ہیں جو دانشمندی کی رو سے اس حق سے محروم کئے جانے کے قابل ہوتے ہیں جن کو منصب و عہدے کی لالچ اور حصول اقتدار اور طاقت کی جدوجہد بے قرار رکھتی ہے قرون اولیٰ کے مسلمان اقتدار کو مقصود بالذات سمجھ کر حاصل کرنے کی کوشش کو بالکل نا اہلیت سمجھتے تھے۔ اس بات سے کہیں آپ یہ نہ خیال کر بیٹھیں کہ پرانے نصب العین کا یہ مقصد ہے کہ اقتدار اور اختیار حضور سرکار دو عالم

Marfat.com

جیسے لوگوں کو پیش کرنا چاہیے جو اس کے خواہاں نہ ہوں اور اقتدار صرف اس طرح کے اشخاص کے پاس ہونا چاہیئے۔ دور حاضر کے مسلمانوں کی نظروں سے در حقیقت بالکل پوشیدہ ہے۔ میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا، اس دور کی تجدید اسلام کی سب سے بڑی تحریک میں اس نصب العین کو مذہبی انداز میں مکمل طور پر مدِنظر رکھا گیا ہے۔ ترکیہ کی انجمنِ اتحاد و ترقی کے آئین میں ان لوگوں کو جو ہوس اقتدار کے بھوکے ہیں سب سے کمتر حیثیت میں رکھا گیا ہے۔ انتظامی اقتدار صرف ان لوگوں کے سپرد ہوتا جن میں لالچ قطعاً نہ ہوتی، اور ظاہری اقتدار ان لوگوں کو حاصل ہوتا جو عوام سے روشناس تو تھے لیکن اقتدار اور اختیار کی ذمہ داریوں سے دور بھاگتے تھے، اور ظاہری شان و شوکت کو پسند نہ فرماتے۔ اس لئے پہلے محمود شوکت بادشاہ کو اور بعد میں سعد حلیم پاشا کو ان مناصب کے لئے منتخب کر لیا گیا ہے۔

مشرق کی اسلامی حکومتوں میں آپ کو نظر آئے گا کہ وہ امیر جو آج منتخب ہوتے، یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے قوم کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ یہ وہ لوگ نہیں ہیں جنہوں نے عارضی اکثریت کے بل بوتے پر اپنی مخالف پارٹی کو ختم کر دیا۔ ایسا انتخاب جس میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کی نوبت آتے غیر اسلامی ہے کیونکہ اسلام ایسی جماعتوں کے منزہ عن الخطا ہونے کو تسلیم نہیں کرتا جن کے ممبر انفرادی طور پر اہل نہ ہوں اسلام کو جاہلوں کی اکثریت پر کوئی اعتماد نہیں۔

حکمران کے انتخاب کا معاملہ اچھا خاصہ مشکل ہے۔ اسلام نے یہ معاملہ ایسے سمجھدار اور عقلمند لوگوں کے سپرد کیا ہے جو ان اشخاص کو جانتے ہیں جو ایسے عہدوں کے امیدوار ہیں۔ مسلمانوں کی اکثریت کو جماعتی حیثیت

Marfat.com

سے انتخاب میں کوئی دخل دینے کا حق حاصل نہیں۔ وہ تو اس انتخاب کی تصدیق اور توثیق کرتے ہیں یا اسے رد کر دیتے ہیں۔ اسلامی حکومت کا صدر کسی خاص معین عرصہ کے لیئے نامزد نہیں کیا جاتا بلکہ زندگی بھر کے لیئے منتخب کیا جاتا ہے۔ اس کو حکومت کے تمام اختیارات حاصل ہوتے، جس حد تک عوام کا تعلق ہے وہ تمام اختیارات کا مالک ہوتا ہے لیکن جہاں تک اس کے شرعی اختیارات کا تعلق ہے وہ اپنی رعایا کے ایک معمولی فرد سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ عام مسلمانوں کی طرح ہوتا۔ وہ قیامت کے دن کا منتظر ہوتا ہے جبکہ اسے خداوند عالم کے سامنے اپنے تمام اعمال کا جواب دینا پڑے گا۔ جب تک وہ سیدھے راستے پر ہو اس کو لوگ معزول نہ کر سکتے اور اگر وہ غلط راستے پر ہو تو شریعت لوگوں کو اس سے محاسبہ اور مواخذہ کا حق دیتا ہے اور اگر وقت پڑے تو اسے معزول کیا جا سکتا ہے۔

مغربی جمہوری حکومتوں میں عوام صدر کو اگر وہ سیدھے راستے پر بھی ہو تو معزول کر سکتے ہیں بلکہ اس کو ایک درست کام کرنے کی بنا پر محض اس لیئے معزول کر سکتے تھے کیونکہ وہ خود کسی غلط راستے پر چلنا چاہتے تھے۔ مگر اسلامی مملکت میں ایسے امور میں حکمران اور رعایا دونوں کی رہنمائی کیلئے ایک معین قانون اور مقرر مسلک موجود ہے۔

اسلام انسان کے جبلی حقوق تسلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ حقوق اس قسم کے وظائف اور فرائض کی انجام دہی اور علم و تجربہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ دوسرے واضح الفاظ میں اہلیت اور قابلیت کی عدم موجودگی میں سیاسی اور سماجی حقوق کا کوئی وجود نہیں۔ مگر مغرب میں حقوق گویا ان کو روز ازل سے حاصل ہیں اور ان حقوق کے حاصل کرنے کے لیئے کوئی اہلیت، قابلیت اور حق کی

Marfat.com

شرط نہیں۔ سب سے زیادہ اہم حقوق یعنی اہم عوامی امور پر رائے دینے کا حق قانون سازی اور حکمرانی کے حقوق۔ حد درجہ نا اہل لوگوں کو دیئے جاتے ہیں۔ نہایت ہی ضروری نازک قومی مسائل کا فیصلہ ناقابلِ اعتماد طریقہ سے کیا جاتا اور اقلیت ان ممالک میں ایک شکست خوردہ دشمن سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی اور اکثریت کے برخلاف اس کو کوئی حق حاصل نہیں ہوتا، گو اکثریت کے پاس بے پناہ جہالت پر فخر کرنے کے مقابلے میں اقلیت میں روشن فکر صائب رائے رکھنے والے لوگ موجود ہوں۔

اس طرح کی اکثریت اور اقلیت کا اسلامی ریاست میں کوئی وجود نہیں۔ اسلامی ریاست میں ایوان عام کیلئے اراکین کا انتخاب مغرب کی طرز پر انتخاب کے حلقوں سے عمل میں نہیں لایا جاتا جو ہر طرح کے متضاد اور مخالف مفادات کا مرکب ہوں اور جہاں انتخاب محض ایک خاص پارٹی سے وابستگی کی بنا پر عمل میں آتا ہے۔

اس طریقہ سے اکثریت اقلیت پر ظلم ڈھانے سے قاصر رہتی ہے فرض کیجئے کہ ایسا موقع آتا ہے کہ ایوانِ عام میں ایک خاص نقطہ نگاہ کے حامیوں کو اکثریت اور اقتدار میسر آتا ہے، وہ اقلیت پر اور ان کے حامیوں پر جس طرح عام طور پر مغرب میں ہوتا ہے، ظلم نہیں کر سکتے کیونکہ اسلامی ریاست میں ایوانِ عام کو قانون سازی یا انتظامیہ کے اختیارات حاصل نہیں ہوتے بلکہ تمام اختیارات کا سرچشمہ ریاست کا حکمران ہوتا ہے اور وہ اپنی مرضی سے اپنے نمائندہ مقرر کرتا ہے۔ وہ اگر کسی کے روبرو جوابدہ ہے تو وہ صرف اسلامی شریعت ہے۔ قانون سازی کے تمام اختیارات مجلسِ فقہا کے حوالے ہوتا ہے

Marfat.com

نئے قانون محض وہی لوگ بنانے کے مجاز ہوتے ہیں جن کو اصولِ قانون پر عبور حاصل ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کا انتخاب ان قانون دانوں کی اکثریت میں سے ہوتا ہے جو ملت کی ضروریات پر ایک وسیع نظر کے ساتھ اپنی روشن خیالی کے لیئے مشہور ہوتے ہیں۔ قانون سازی روزمرہ کی ضرورت نہیں اس کی ضرورت شاذ و نادر ہی لاحق ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست کے قوانین ایسے ایوان میں وضع نہیں ہوتے جہاں ایک اقتدار والا گروہ اپنے مفادات کے استحکام کے لیئے اور فریق مخالف کے حملوں سے بچنے کے لیئے ایک خطرناک قسم کی اوپزیشن میں مبتلا نظر آتا ہے بلکہ اسلامی قوانین کی مضبوط بنیاد خود اسلامی شریعت ہے، اسلیئے اسلامی شریعت کے قوانین مجموعی طور پر عوام کے لیئے مفید ہوتے ہیں۔ یہ قوانین ایک دوسرے سے دست گریبان سیاسی رہنماؤں کے فکر نہیں بلکہ فقہا کے تدبر کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ وہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کی تفصیل کے پیچھے نہیں پڑتے، وہ چھوٹی چھوٹی باتیں جو یورپ میں پارلیمانیوں کی تکلیف کا باعث بنتے ہیں وہ اسلامی حکومت میں صرف انتظامیہ کے فیصلوں سے طے پا جاتی ہیں۔

یورپ کے کئی انقلاب ہماری آنکھوں کے سامنے سے گزرے ہیں ایسے انقلابات سے جماعتوں کی حیثیت زیر و زبر ہو جاتی ہے جو کل ظالم تھے آج مظلوم نظر آتے ہیں اور وہ لوگ جو کل تک اپنی معصومیت اور مظلومیت کی داستانیں بیان کرتے پھرتے تھے آج اس طرح ظالم بن جاتے ہیں جیسے کل دوسرے تھے۔ یعنی ظالم مظلوم اور مظلوم ظالم بن جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے یورپ میں انقلاب کا مقصد سب کے لیے حقوق اور امتیازات کی مساوات نہیں، بلکہ مخالفین کو نیست و نابود کر کے اس کے تمام اقتدار و امتیازات

Marfat.com

جن میں دوسروں پر جور و ظلم کرنے کا حق بھی شامل ہے حاصل کرنا چاہتے ہیں اور انقلاب کے اس باطل مقصد کی علت غیر ذمہ دارانہ دولت اور اقتدار ہے جو بطور نظریہ یورپ کی سماجی اور سیاسی کتابوں کے علاوہ عملی طور پر یورپ کی جدید تاریخ بطور مقصود پیش کرتی ہے۔ ایک ملک میں جس طرح ایک پارٹی دوسری کو تباہ کرنے پر آمادہ رہتی ہے بالکل اسی طرح مختلف اقوام ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنے پر کمر بستہ رہتی ہیں اور ایک دوسرے کو اپنا غلام بنانے کی جد و جہد میں کوشاں رہتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیت کے سیاسی اور سماجی نظام میں بادشاہ کا تصور نہیں، یہ نظام اس اقتدار سے محروم ہے جس کا احترام سب پر لازم ہوتا ہے اور یورپ کا نظام اس طاقت اور اقتدار سے بھی محروم ہے جو اسلامی شریعت اپنے سیاسی، سماجی نظام کے لئے مہیا کرتی ہے، یورپ کا نظام اس قوت و اقتدار کے سوا جو انسانوں نے اپنے اقتدار کی لالچ اور قوت کے بل پر عارضی طور پر برقرار رکھا ہے کسی بھی دوسرے قانون برتر اور اعلےٰ اقتدار سے منکر ہے۔

چونکہ یورپ کے نظام میں کوئی مقرر اور معین حدود نہیں ہیں سوائے ان حدود کے جو حالات پیدا کر دیں۔ اس لئے سیاسی اور سماجی نظام کے تحفظ کا کوئی وجود نہیں اور یہاں لوگ ان فطری اور خدائی قوانین سے جن پر قائم رہ کر مضبوط سیاسی اور سماجی تعمیر کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے قطعاً نابلند ہیں۔ اس لحاظ سے عیسائیت کے ظہور سے پہلے رومن سلطنت کے زمانے کا یورپ عیسائیت کے آغاز کے بعد کے یورپ سے زیادہ ترقی یافتہ تھا، کیونکہ کافر رومن چرچ کی نسبت اس دنیا سے زیادہ محبت رکھتے تھے۔ روم والوں

Marfat.com

نے شرافت اور انسانیت سے کام لیا اور غیر ذمہ دارانہ طاقت کے نظریہ کو عیسائیت کے طرز عمل کے خلاف یوں من مانی کرنے کے لئے بلا مقابلہ نہ چھوڑا ان کے ہاں ایک اعلیٰ افسر ہوا کرتا تھا جو وکیل عوام کہلاتا تھا جو یہ حق رکھتا تھا کہ عوام کی طرف سے حکومت سے جواب طلبی کرے، اور عوام کا وکیل عام طور پر اپنا یہ حق استعمال کیا کرتا تھا۔ اسی رومن طریق کا کچھ حصہ اطالوی جمہوریتوں میں بھی رائج تھا اور اس میں مشرق کی نئی قوموں کی آزاد روایات کا کچھ حصہ بھی شامل تھا۔ جنہوں نے روما کی سلطنت کا اس کے دور انحطاط میں خاتمہ کر دیا تھا لیکن کلیسا ہمیشہ اس کی مخالف رہی، کیونکہ کلیسا کے نزدیک مذہب کی منزل مقصود اگلی دنیا تھا۔ اس وجہ سے عیسائیت نے اللہ کی بادشاہت کو اس عالم میں قائم کرنے کی بجائے اسلام کے تقاضا کے برعکس ان حلقوں میں جسے وہ دنیوی کہتے ہیں غیر ذمہ دارانہ طاقت اور نظریوں کی حمایت کی۔ ساونا نرولا کی طرح ان لوگوں کو سزائیں دیں جو اللہ کی حکومت کے قیام کو ایک حقیقت سمجھتے تھے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے غیر ذمہ دارانہ جاہ کی لالچ کے ختم کرنے کے لئے عیسائیت نے جو سب سے قبل فخر کارنامہ کیا۔ وہ صلح ربانی ہے۔ جس کی بدولت سال کے چند مقرر اور معین دنوں میں جنگ کی ممانعت تھی اور یہ بات ہر آدمی کو معلوم ہے کہ جاہل عربوں کے زمانے میں بھی ایک ایسی رسم موجود تھی۔ دوسری بڑی خدمت جو عیسائیت نے انجام دی کہ سود کی اسی شدت سے ممانعت کی جس شدت سے اسلام نے اس کی حرمت کا اعلان کیا۔

براہ مہربانی میرا مطلب سمجھنے میں غلطی نہ کیجیے۔ عیسائی کلیسا نے مصیبت زدوں کی امداد اور یورپ کے زخموں کے اندمال کیلئے

Marfat.com

بہت کچھ کیا۔ اس میں شک نہیں کہ عیسائیت نے امن کا راگ گایا لیکن عام لوگوں کی زندگی سے بہت دور اس نے راہبی ہی کو جنت کا راستہ بتایا۔ اس وجہ سے عیسائیت روزمرہ زندگی سے بالکل دور ہٹ گئی۔ بلکہ نفور ہو گئی اور اس کی یہ حرکت بھی غیر ذمہ دارانہ طاقت کے نظریے پر اثر انداز نہ ہو سکی اور اس بات کا اعتراف نہ کرنا زیادتی ہو گی، کہ بعض درویش صفت افراد نے ایسا کرنے کی کوشش ضرور کی قرون وسطیٰ میں کلیسا زمانہ سازی میں مبتلا رہا اور اس نے اکثر غیر ذمہ دارانہ نظریہ قوت کی تائید اور حمایت میں اپنا زور ختم کیا (کلیسا کا ایک بیٹا (خاص معنوں میں) یعنی بالرگوا نے جو پوپ ایگزینڈر ششم کا بیٹا تھا، خود غیر ذمہ داری کا ایک نمونہ بن گیا۔ قیصر بارگوا اپنے زمانے کا سب سے بڑا سفاک تھا۔ میکاولی جو اپنی جمہوریت کی بدنظمیوں سے بے حد دل برداشتہ تھا بورگرا کے غارت گرانہ طریق کی کامیابی سے بے حد متاثر ہوا کہ اس نے بے پناہ جور و ظلم ہی کو حکومت کرنے کا بہترین اور موثر ترین حربہ سمجھا میکاولی کی شہرہ آفاق کتاب دی پرنس کا ہیرو درحقیقت گیسرے سے ہے اور یہی کتاب بعد میں جدید یورپ کی حکومتوں کے لئے ایک حد تک الہامی نظامیہ سمجھی جاتی تھی۔ مسٹر گلیڈ سٹون جو اپنی جمہوریت پسندی اور مذہب پرستی کے لئے مشہور ہے۔ میکاولی کے شہزادے کو سیاسیات میں اسی طرح اپنا نمونہ سمجھتا تھا جس طرح پرشیا کا فریڈرک ولیم یا کیتھرائن سمجھتی رہی ہے۔ میکاولی کا پرنس حکومت الہیہ کا کھلا دشمن ہے کیونکہ اس کتاب میں انسانی حکومت سے بلند تر کسی دوسری طاقت کا اعتراف نہیں۔

اس طرح عیسائیت کے پاس معاشرتی عمل اور ربط کے لئے کوئی معین

Marfat.com

نصب العین نہیں تھا۔ کیونکہ عیسائی کلیسا کا نصب العین حقیقی زندگی سے درحقیقت دور کا تعلق بھی نہیں رکھتا تھا۔ عیسائی دنیا میں دولت اور جائداد پر قبضہ اور ان کا انتظام ان پابندیوں سے یکسر آزاد رہا ہے جو ایک عملی دینی حکومت ان پر عائد کرتی ہے۔ ادنیٰ طبقہ کے لوگ امرا سے حسد کرتے ہیں اور ایک توازن قائم رکھنے کی بجائے وہ اپنے لئے وہی امتیازات چاہتے ہیں۔ اس طرح ان کا معاشرہ توازن سے محروم ہے اور فلسفیانہ مزاج رکھنے والے سیاستدان اپنے ضمیر کے بہلانے کی خاطر اسے مشین کے کسی اہم پرزے کے تنزل سے تعبیر کرتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تنزل صرف ایک پرزے کا تنزل نہیں بلکہ تمام مشین پر ایک تنزل کی صورت ہے اور پورا معاشرہ اس سے متاثر ہے یورپ کی قوت کا وہ توازن جس کا عہد وکٹوریہ میں بہت زیادہ شہرہ تھا اب مکمل طور پر نیست و نابود ہے۔ آج وسطی یورپ تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ واقعات اور حالات میں کوئی شے قابل تقلید نہیں، اور خاص طور پر ان لوگوں کے لئے جو اپنے ایسے ادارے رکھتے ہوں جن کو سیاسیات اور عمرانیات پر پوری طرح عبور حاصل ہو۔

گزشتہ جنگ عالمگیر نے جو سبق ہم کو سکھایا اور جو پوری طرح ہمارے ذہنوں پر مسلط ہے اور بعض مفکرین کی رائے کے مطابق تہذیب مغرب اس راستے پر چل رہی ہے جو ہلاکت آفرین ثابت ہو چکی ہے اور ایک صدی کے عرصے میں نیست و نابود ہو جائے گی، اس خطرے کو یورپ کے اکثر لوگ محسوس کر رہے ہیں اور یہ سب ان کوششوں سے واضح ہوتا ہے جو اس سے بچ نکلنے کے لئے کی جا رہی ہیں۔ اقوام عالم کے

Marfat.com

باہمی اختلافات کو دور کرنے کے لئے ہیگ کانونشن اور لیگ آف نیشن قائم ہوئیں۔ سرمایہ اور محنت کی کشمکش ختم کرنے کے لئے مغربی ممالک میں مصالحتی بورڈ اور مزدوروں کی انجمنیں قائم ہوئیں، لیکن سب جانتے ہیں کہ جمعیتہ الاقوام اور ہیگ کانونشن بھی بڑے بڑے جرموں کو نہ روک سکے ان کے اختیارات اور کوششیں صرف چھوٹے چھوٹے مجرموں کی سرکوبی کر سکے۔ آپ یہ یقین کرلیں کہ نصب العین میں مکمل تبدیلی کے بغیر کامیابی یقینی نہیں۔ جب تک دنیا زور کی پرستش چھوڑ کر ایک اعلیٰ اقتدار اور ایک برتر طاقت کو تسلیم نہیں کرے گی۔ اس کو راحت اور آسائش کبھی میسر نہیں ہوگی، ایک فرانسیسی مزاح نگار نے بڑے پتے کی بات کہی تھی "اگر خدا نہ ہوتا تو اس کا تصور پیدا کر لینا ضروری تھا"۔ اگر مغرب کے سیاست دان خداوند عالم کے وجود پر اعتقاد نہ بھی رکھتے ہوں تاہم انکو اپنے اعمال اور اشغال میں اس وجود کا اعتراف بہت ضروری ہے۔ اگر وہ یورپ اور باقی دنیا کو ایک مسلسل خطرے سے نجات دلانا چاہتے ہیں تو ان کو مملکت الہیہ کے اصول یعنی انسانوں کے وضع کئے ہوئے قوانین سے بلند اور بالاتر قانون اور جزا و سزا کے تلخ تصور پر اعتماد لانا ضروری ہے اسلام کی سیاسی اور سماجی زندگی میں ایک برتر اقتدار موجود ہے جسے سب مانتے ہیں اور ہر اسلامی ادارہ اور شعار ان اصول و عقائد پر استوار ہے جن کے سامنے ہر مسلمان سر تسلیم جھکا دیتا ہے۔ اسلامی نظام نے ہر انسان کی ترقی کی لالچ اور بہانہ تراشیوں کو خدائی حدود میں محدود کر دیا ہے، اور ان حدود کا احترام ہر مسلمان پر لازم ہے۔ ان حدود سے تجاوز کرنا ان کے نزدیک ایک کھلی غلطی اور گمراہی ہے۔ اور یہی تعینہ حدود

Marfat.com

اللہ فرد اور قوم کے حقوق کا تحفظ کرتے ہیں۔ اسلامی نظام میں غیر ذمہ دارانہ طاقت، دولت، حکومت وسیاست یا اس قسم کی اور کوئی دوسری غیر ذمہ داری کے لیئے کوئی گنجائش نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی طاقت اور دولت دونوں حدود الٰہی کے تابع ہیں۔ مسلمان ان حدود کو برضا ورغبت قبول کرتا ہے اور ان کا احترام کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے اور اس طاقت اور دولت کے جو مسلمان کو عطا کی گئی ہے استعمال کرنے کے لیئے بھی اسلامی شریعت نے محل اور موقع معین ومقرر کیا ہے۔ مسلمانوں پر معاہدوں اور عہد وپیمان کا احترام لازمی ہے۔ جوابازی اور سود خوری مسلمانوں پر حرام ہے۔ اسی طرح نجی معاملات اور ذاتی کردار پر بھی حدود مقرر ہیں جیسے نشہ اور چیزوں کا استعمال منع ہے۔ عورتوں سے حُسنِ سلوک اور مساویانہ برتاؤ کی ہدایت ہے۔ ملازموں سے انصاف اور غریب رشتہ داروں سے فیاضانہ سلوک کی تاکید ہے۔ وراثت کا ایک مستقل اور معین قاعدہ ہے حضور رسالت مآب کا ارشادِ گرامی ہے کہ "وارثوں کے خلاف وصیت قابلِ قبول نہیں" محنت وسرمایہ، حاکم ومحکوم کے مراسم کے متعلق خوشگوار حدود قائم ہیں۔ حضور نبی کریم صلعم کا ارشاد ہے کہ "وہ دولت دنیا کے لیئے باعثِ مسرت ہے جس کا استعمال برمحل یعنی شرعی احکامات کے مطابق کیا جاتے اور ایک شخص کے لیئے اسے جائز طریقوں سے بڑھانے کا اختیار رہے" یعنی سود خوری اور دیگر ظالمانہ اور غاصبانہ طریقوں سے دولت حاصل کرنے اور اسے بڑھانے کی سخت ممانعت ہے۔

امیر لوگوں سے ٹیکس وصول کرکے غریبوں میں بانٹ دینا چاہیئے۔

وہ مسلمان نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھاتے اور اس کا ہمسایہ

Marfat.com

نے قبے سے ہو۔

مزدور کو پسینہ سوکھنے سے پہلے اس کی اجرت ادا کرنی چاہیئے۔

اسلام کا اپنا ایک نظام جنگ ہے، جس کی رو سے معاہدوں کا احترام نہایت ضروری ہے۔ دشمن کے سامان زیست کو برباد کرنے کی ممانعت ہے۔ عام آبادی کے احترام کی تاکید ہے وہ دشمن جو ہتھیار ڈال دے اس کے ساتھ رحم کے سلوک کی تاکید ہے اور اسی طرح کے اور قاعدے موجود ہیں جن کے متعلق پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ سیاسی چالبازیوں کی ممانعت ہے اور مسلمان جارحانہ کارروائیاں نہ کرنے کے پابند ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

وہ ہم میں سے نہیں ہے جو ظلم میں اپنے قبیلے کا ساتھ دے اور نہ ہی وہ ہم میں سے ہے جو ناانصافی میں دوسرے کو مدد کے لئے پکارتا ہے، اور نہ ہی وہ ہم میں سے ہے، جو اپنے قبیلے کی ظلم میں امداد کرتا ہوا مر جائے۔"

یہی ممانعت تھی جس کی بدولت تمام اسلامی ممالک سے جارحانہ قومیت کے جذبے کی بیخ کنی ہوئی۔ آپ کو اس وقت جبکہ عالم اسلام سے ترکی قومیت، مصری قومیت، شامی قومیت، عراقی قومیت کے آوازے بلند ہو رہے ہیں۔ میرا یہ راگ الاپنا بے محل معلوم ہوگا۔ مگر آج جو اسلامی ممالک سے جدا جدا قومیت کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ وہ سب یورپ کی استعمار پرستی کے برخلاف دفاع کے شور و غل سے زیادہ کچھ نہیں۔ اسلامی ملکوں میں باہمی مخالفت سے اس قومیت کا کوئی تعلق نہیں، بلکہ قومیت کے ان ہنگاموں میں اسلامی اخوت کے لئے ایک نئی گرم جوشی پائی جاتی ہے۔ آج پیکر اسلام میں ہر نسل ہر رنگ اور ہر قوم

Marfat.com

وقبیلہ کے لیئے بے پناہ جذبہ اخوت ہی ہماری واحد قیمتی متاع ہے جس کو ہم غیر قوموں کے سامنے اسلام کا عظیم کارنامہ کہکر پیش کرتے ہیں۔ آج جب کہ حدود کا پورا پورا احترام مفقود ہے اور حکومت الہٰیہ کے قلعے کی دیواریں بعض مقامات سے ضرور شکستہ اور بوسیدہ ہو چکی ہیں، مگر ابھی مرمت کی گنجائش ہے اسلامی اخوت ہی ہماری وہ بیش قیمت متاع ہے جس سے اور قوموں کا دامن خالی ہے اور اپنی متعینہ حدود کی بدولت اسلامی تہذیب اپنی سالمیت اور پورے شباب کے ساتھ، بنی امیہ کے عروج وزوال اسلامی خلافت کا ایک قوم سے دوسرے کے ہاتھ میں آجانا، چنگیز خان کے الم ناک انقلاب سے ہو کر ہم تک پہنچ گئی۔ اسلامی تہذیب کی سالمیت آج بھی قائم اور بحالی ہے۔ اس سلسلے میں کسی غلط فہمی کی گنجائش نہیں۔ اسلامی شریعت اس زمانے میں بھی اسلام کا مقدس اور محترم قانون ہے۔ ترک اپنی تمام اصلاحات میں ہر قدم پہ اصلاحات کی مخالفت کے لیئے بھی شریعت ہی کا سہارا تلاش کرتے ہیں۔ روس کے بالشوکوں کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ بالشویزم جس حد تک ان کے تجربہ میں آئی ہے۔ شریعت کے منافی نہیں آج ہر آدمی کی یہ تمنا ہے کہ اسلامی شریعت اپنے اولین اور بنیادی صورت میں دور حاضر کے حالات اور مسائل پہ منطبق کر دی جائے۔ مسلمانوں کا باہمی اختلاف مفہوم کی تفصیل ان طریقوں تک جو ان کے حصول کے لیئے اختیار کرنی چاہئیں محدود ہے اور انہی حدود کی بدولت گو ان پر بعض اوقات پوری طرح عمل نہ ہوا۔ عالم اسلام میں اس وقت لاکھوں عیسائیوں، یہودیوں، پارسیوں، ہندوؤں، بدھوں اور کانفیوکس کے معتقدوں کو صدیوں امان ملی۔ جس دور میں یورپ والے غیر عیسائیوں کے نام ونشان تک مٹا دینا اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے

Marfat.com

یہی حدود تھیں کہ جن کے احترام کی بنا پر ترکوں نے جب وہ اپنے وطن کے دفاع کے لیئے لڑ رہے تھے۔ اس زہریلی گیس کو استعمال کرنے سے انکار کر دیا جو جرمنی نے ان کے لئے مہیا کر دی تھی اور یہی حدود تھی جن کی وجہ سے بے حد مطلق العنان بادشاہوں اور جابر حکومتوں کے ماتحت بھی اسلامی اخوت کے عالمگیر جذبے کو بقا نصیب رہا اور انہی حدود نے اسلامی سیاست کو اشتراکیت اور جمہوریت کے عیوب سے محفوظ رکھتے ہوتے پوری قوم میں اشتراکیت کی خوبیاں، جمہوریت کے ربط و اختلاط کے حسن کو ہمیشہ جاری اور ساری رکھا۔

یہ مقام حیرت و تعجب ہے کہ ہم مسلمان اب تک مذہب کے متعینہ سیاسی ادارات پر یقین رکھتے ہیں اور ہمارا یہ یقین روز بروز محکم تر ہوتا جاتا ہے اور اس خطرناک معاشرتی اور سیاسی بدحالی اور بے ثباتی سے بچنے کی غرض سے جو مغرب میں مادی خوشحالی کے ساتھ ساتھ جمع ہو گئی ہے۔ انہی اسلامی ادارات کو ہم نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

ہمارا مدعا یہ ہے کہ شاہ پسند، دستور پسند، اشتراکیت پسند کمیونسٹ اور فراحی تمام کو ایک ہی قیاس کے دور سے میں منسلک کیا جاتے تاکہ موجودہ تہذیب کو جو بے شک کئی اعتبارات سے بلند ترین تہذیب ہے اس تباہی اور بربادی سے بچا لیا جاتے، جو اندر ہی اندر اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہی ہے جب تک شریعت کو اعلیٰ اقتدار حاصل ہے مسلمانوں کے لیئے حکومت خواہ وہ ایک منتخب صدر کی صورت میں ہو یا موروثی بادشاہت کی صورت میں وہ ملوکیت مطلقہ یا مقیدہ، ری پبلک، یہاں تک کہ سوویٹ ری پبلک بھی ہو تو کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ شہزادہ سعد حلیم کی مجوزہ اسلامی ریاست کا خاکہ

Marfat.com

حسب ذیل ہے۔

## اسلامی ریاست

انتظامی معاملات، تعلیم، پالیسی اور عام معاملات میں اسلامی ریاست میں دینی اور دنیوی کا امتیاز قطعاً مٹ جاتا ہے۔ جن لوگوں کے نزدیک بادشاہت صرف خداوند عالم ہی کے لئے ہے۔ ان کے واسطے دین سے دنیا کیونکر الگ ہو سکتی ہے مسلمانوں کے نمائندے ان باعمل علماء میں سے مجلس قانون ساز کے ارکان منتخب کریں گے جو وسیع دینی بصیرت کے ساتھ دینی احکام کی عملی پابندی کے لئے شہرت رکھتے ہوں۔ حاصل کلام یہ کہ مسلمانوں کا فرض اولین یہ ہے کہ وہ جھوٹی ملائیت سے نجات حاصل کریں جو سعد حلیم کے نزدیک دنیائے اسلام کی گمراہی اور ضلالت کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ جب مملکت اس صحیح اسلامی انداز پر منتظم ہو جائے گی۔ اور پھر اسے اسلامی اخلاقیات، سیاسیات اور عمرانیات کے ماہرین کا مشورہ میسر ہوگا، تو شریعت مطہرہ کے بنیادی اصولوں کو مدنظر رکھ کر حسب ضرورت نئے قوانین بنانا شروع کرے گی۔ شریعت اسلامی کے بنیادی مسائل میں قانون کے سامنے مرد اور عورت کی مساوات، دونوں کے لئے تعلیم کا عالمگیر اہتمام مکمل، مذہبی رواداری وغیرہ شامل ہیں۔

سود کی اسلام نے ممانعت کی ہے۔ یعنی مسلمانوں کے لئے سود کھانا قطعاً ناجائز اور حرام ہے کیونکہ سود میں کسی شخص کی مصیبت و تباہی کو اپنے لئے فائدے کا ذریعہ بنایا جاتا ہے، اس وجہ سے ایک اسلامی ریاست میں سود اور ضروریات زندگی کی اشیا پر ناجائز منافع خوری کی شدید ممانعت ہے نشہ اور چیزوں کی خرید و فروخت اور جوا بازی سخت منع

Marfat.com

ہیں۔ اسلامی نظام میں زکوٰۃ اور بیت المال جن کی بدولت قوم میں دولت کی منصفانہ تقسیم عمل میں آتی ہے کا قیام عمل میں آئے گا۔ شریعت کی حدود میں ملکیت کا حق تسلیم کیا جائے گا۔ شادی ایک سول معاہدہ سمجھی جاتی ہے جس میں طلاق اور دوسری شادی کی آسانیاں موجود ہوں گی اور اس نظام میں طلاق کسی رسوائی یا ناجائز تشہیر کا باعث نہیں ہوگی۔ اسلامی طریقہ کی شادی میاں بیوی کو شرافت کی حدود میں رہ کر زیادہ سے زیادہ آزادی دیتی ہے۔ اور دونوں کی بھلائی اور بہبودی کو مدِنظر رکھتی ہے اور بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال کی ضامن ہوتی ہے۔ عورتوں کی حفاظت کے لئے اور عورتوں کی ایک معقول حد سے بڑھتے ہوئے اختلاط پر مناسب پابندی ہوگی۔ اسلام کے قانونِ وراثت کو استوار کیا جائے گا جس سے افراد کے پاس کثیر دولت کا جمع ہونا رکتا ہے اور خاندان کی خواتین بھی اپنا حصہ حاصل کر سکتی ہیں۔

اسلامی مملکت میں عورت کی ذات، اس کی ملکیت اور حقوق کا احترام ہوگا۔ بچوں اور خاص طور پر یتیموں کے حقوق کی حفاظت ہوگی اور مملکت پر ان کے حقوق تسلیم کئے جائیں گے۔ اسلامی ریاست میں عالمگیر فوجی تربیت کا انتظام کیا جائے گا، لیکن یہ جبری بھرتی سے مختلف چیز ہوگی، جہاں تک خارجی پالیسی کا تعلق ہے معاہدات کو قابلِ احترام سمجھا جائے گا۔ جارحانہ قومیت اور جنگ جوئی کی ممانعت ہوگی اور اس صورت میں جبکہ دوسری اقوام کی جارحانہ پالیسی سے اسلامی ریاست جنگ کرنے پر مجبور ہو جائے تو ان حالات میں بھی اسلامی ضابطۂ جنگ کی پوری طرح پابندی کی جائے گی۔ یعنی وہ تمام آبادیاں جو جنگ میں شامل نہ ہوں امن و حفاظت سے رہیں گی دشمن کے معاشی ذرائع کو برباد نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی کسی تباہی خیز اور

Marfat.com

ہلاکت بار ہتھیار کا استعمال کیا جائے گا۔ شکست خوردہ دشمن کے لئے معافی اور درگزر کا اعلان ہوگا۔ میرے نزدیک اسی خاکے کو دورِ حاضر کی ایک مہذب ترین حکومت کا ترقی پسندانہ پروگرام قرار دیا جاسکتا ہے۔

غالباً میں سعد حلیم کے خیالات میں دلچسپی کی وجہ سے اس مسئلہ کی تفصیل میں بہت آگے بڑھ گیا ہوں۔ یہ تفاصیل آج ہمارے واسطے اتنی ضروری نہیں ہیں۔ ہندوستان میں اس وقت کسی اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالنا ہمارا مقصد نہیں جیساکہ سعد حلیم کو ایسی مہم پیش تھی۔ ہماری فوری ضروریات تو صرف اس قدر ہیں کہ مسلمانوں کی زوال پذیر قوم کو جو دوسری قوموں کے ساتھ آباد ہیں اور ایک ایسے نظام حکومت کے ماتحت زندگی بسر کر رہی ہے، جس میں اس کی دوبارہ ترقی کے امکانات ہیں، اصلاح کا راستہ بتایا جائے۔

ہمیں یہاں صدر کے انتخاب کے مسئلہ سے سروکار نہیں اور نہ ہی دیوانِ عام یا ایوانِ علما کے انتخاب کا مسئلہ درپیش ہے۔ ہمارے پیشِ نظر تو ان عظیم الشان قوانین شریعت اور مقامی ادارات کے احیا کی ضرورت ہے جو خلفائے راشدہ کے عہد سے اسلامی ملکوں میں اسی طرح رائج ہیں، گو ہندوستان میں وہ اپنی اصلی حالت قائم نہ رکھ سکے۔ یہاں میں ایک عرض کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ ہندوستان کی تاریخ سے میری سرسری واقفیت میرے دل میں یہ شکوک پیدا کرتی ہے کہ کیا حقیقی اسلامی ادارات کبھی ہندوستان میں قائم ہوئے بھی تھے، جن کا دوسرے ممالک میں ان کے نشانات سے بہ آسانی سراغ لگایا جاسکتا ہے۔

اس وقت آپ کے لئے سب سے اہم اور مقدم خدمت جہالت کی لعنت کو دور کرنا ہے کیونکہ مسلمانوں کی موجودہ ذلت و مسکنت کی یہی

Marfat.com

وجہ ہے۔ اسلام اور جہالت اجتماع ضدین ہے۔ اسلام محض توہم پرستی یا علامتیت کا نام نہیں جو زہریلے جراثیم کی طرح اندھیرے اور گندے ماحول ہی میں پرورش پاتے بلکہ اسلام صحت بخش آب و ہوا اور بصیرت افروز روشنی میں پھیلتا ہے۔ یہ خدا کی پیدا کردہ کائنات کی صداقت کا مذہب ہے۔ اسلام کے شجر کو اپنی پرورش اور پائندگی کے لئے علم اور روشنی کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ہر مسلمان مرد اور عورت کے لئے موجودہ دور کے علم اور اس عہد کی روشنی کے مہیا کرنے کا انتظام کریں بے شک تعلیم عالمگیر ہونی چاہیئے لیکن دینی تعلیم بھی از بس ضروری ہے ہمارا تعلیمی نظام ایسا نہیں ہونا چاہیئے جو موجودہ دور کی تمام عملی طور پر مفید اور مادی منفعت کو دنیوی قرار دے کر ان سے یکسر گلو خلاصی حاصل کر لے، بلکہ ہمارے نظامِ تعلیم کے لئے ضروری ہے کہ ہماری قدیم علمی روایات کو دوبارہ زندہ کرے، اور تمام علوم کو مذہب کا مرتبہ عطا کرے۔ ہمارے تعلیمی نظام میں یہ بات لازمی ہے کہ تمام علوم کے لئے اپنی مسجدوں میں گنجائش پیدا کرے موجودہ دور کی سائنس میں تو کوئی چیز ایسی نہیں جس سے مسلمان خوفزدہ ہوں اور سچ تو یہ ہے کہ موجودہ سائنس تو اسلام کے عہد شباب کے علوم کا ایک نتیجہ ہے۔ سائنس اسلام کی حقیقی تعلیمات کا مخالف نہیں بلکہ ان کا ایک جزو ہے۔ ہمارے دیہات کی مسجدیں، ہمارے مدرسے اور شہروں میں ہماری مسجدیں ہی ہماری یونیورسٹیاں ہونی چاہئیں۔ اگر جدید ترین تعلیم کو بھی شامل نصاب کیا جائے تو وہ بھی اسلام سے باہر کی کوئی نئی شے نہیں سمجھی جائے گی شرط یہ ہے کہ مسلمان خود ان بھولی بسری حقیقتوں کو پا لیں۔ قدیم دستور کے مطابق ہر وہ شخص جو کسی خاص مضمون میں دسترس رکھتا ہے، وہ

Marfat.com

درس دینے کا مجاز ہے اور ملک میں ایسے لوگ کثرت سے موجود ہیں جن پر اس سے بہتر کوئی صدقہ لازم نہیں آتا۔ اس ملک میں سب سے پہلا اسلامی فریضہ جہالت کو دور کرنا ہے جو ہماری اکثریت کے دماغوں کو کند کر دیتا اور ملک و ملت کے لیئے بے شمار معائب اور مصائب کا سبب بنتا ہے۔

جب انسان کے دل اور دماغ تعلیم کے نور سے منور ہوں گے تو اسلامی سائنس آرٹ اور ادب کو نئی زندگی حاصل ہوگی اور اس طرح ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔ مجھے اس بارے میں الگ طور پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اسکی کوئی جداگانہ اہمیت نہیں۔

اس بات کو ہرگز نہ بھولیئے کہ مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور ہمارے مذہبی احکام یعنی وہ احکام جو کلام مجید اور حضور رسول اکرم صلعم سے ہم تک پہنچے ہیں۔ وہ احکام وہ نہیں جو آج کل کے بعض اسلام کے مدعی پیش کرتے ہیں جو اسلامی اخوت کے قیام اور استحکام کے طلبگار رہیں، حالات جو کچھ ہوں اور کوئی چاہے کچھ ہی کیوں نہ کہے اخوت کے متعلق احکام وارشادات کو ایک بے معنی اور فرسودہ آئین سمجھنے کی گمراہی میں مبتلا نہ ہونا چاہیئے۔ اگر اسلامی اخوت کا جذبہ مر چکا ہے تو پھر یہ احکام بھی بے معنی ہیں لیکن اسلامی تعلیم فرسودہ اور زائد المعیار یقیناً نہیں ہے کیونکہ بنی نوع انسان کی اخوت کی ضرورت جس طرح آج نہایت اور شدید ضروری ہے۔ ایسا عالم پہلے کبھی بھی نہ تھا مسلمانوں میں پانچ وقت کی نماز، حج اور روزہ، قلبی اور روحانی فیض سے قطع نظر جو افراد کو اس سے حاصل ہوتا ہے، آج بھی دنیا کے سامنے ہمیشہ کی طرح، قوموں، زبانوں، ذاتوں اور جماعتوں کے اتحاد کا بے مثال اور بے نظیر مظاہرہ ہے۔

Marfat.com

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے زوال کو روکیں اور ان میں قوت اور توانائی پیدا کریں تو آپ کو چاہیے کہ زکوٰۃ کے تحصیل و تقسیم کے نظام کو دوبارہ استوار کریں اور ہر گاؤں، شہر اور ضلع میں یہ کام نہایت ہی صاحب فراست اور دیندار لوگوں کے ہاتھ میں رہیں جو زکوٰۃ سے حاصل کی ہوئی رقم کو برمحل استعمال کریں اور اسے بیکاری، گداگری اور گناہوں کو نیست و نابود کرنے کی خاطر استعمال کریں اور قوم کے مفلس بھائیوں کے دلوں میں ایک آزاد اور گناہ سے پاک زندگی بسر کرنے کی لگن پیدا کریں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ سود کی پرچھاؤں سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔ مجھے اس کا بہتر علم ہے کہ اس دور کے مالی اور تجارتی نظام گزشتہ زمانوں کے انتظامات سے یکسر مختلف ہیں۔ کلام مجید نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام گردانا ہے۔ سود اصل میں ایک ضرورت مند بھائی کی لاچاری سے بے جا فائدہ اٹھانے کا دوسرا نام ہے اور تجارت تو اپنے بھائی کی ضرورت کی اشیاء کو مناسب قیمت پر مہیا کرنے کا نام ہے۔ کلام مجید میں سود اور تجارت کے یہی واضح مفہوم ہیں۔ جہاں تک میری ناقص رائے کا تعلق ہے میں وثوق سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ دور کی بہت سی تجارتیں اصطلاح قرآنی میں تجارت نہیں بلکہ سود ہی کے ہم معنی ہے اور مجھے اسکا بھی اچھی طرح سے علم ہے کہ اکثر قسم کے سود جن کا آج کل رواج ہے ربوا نہیں ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک کوئی انسان ان کی وجہ سے کسی اذیت میں مبتلا نہیں ہوتا۔ ممکن ہو کہ ان کا یہ نقطہ نظر درست ہو، لیکن انسانی برادری کے ہمہ گیر نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر سوچا جائے تو اس قسم کے تمام معاملات بے حد ناپسندیدہ نظر آئیں گے۔ ہمارے موجودہ نظام کا عام معاشرتی اثر

Marfat.com

مجموعی حیثیت سے اخوت کے لئے مہلک ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ ہر سوشلسٹ نظام میں بنیادی حیثیت انسداد سود کو حاصل ہے اس کا کیا سبب ہے کہ جب روس میں کمیونزم کو اقتدار حاصل ہوا تو سب سے پہلے انہوں نے سود کا لین دین ختم ہی نہیں کیا بلکہ وہ تمام نظام جس کی بنیاد سود پر تھی اس کا قلع قمع کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سرمایہ داری کا نظام جس کی بنیاد سود پر قائم کی گئی ایک سو سال سے کم عرصہ تک جاری رہنے کے بعد آج ہر ملک میں آخری سسکیاں لے رہا ہے۔ اور ان لوگوں کے خیال میں جو سود کے مخالف ہیں۔ سرمایہ داری کا نظام سود پر مبنی ہونے کی بنا پر بہت سی معاشرتی عیوب پیدا کرتی ہے اس لئے محبت اور اخوت کے جذبے کو برقرار رکھنے کے لئے مسلمانوں کے باہمی لین دین میں سود کے لئے کوئی گنجائش نہیں اور اگر اس لعنت سے ہمیں بظاہر کوئی نقصان نہیں تو ہم اپنے اس لین دین میں جو ان ممالک سے ہے جن کے ہاں تمام کاروبار کی بنیاد سود پر ہے تو وہاں ہم اسے روا رکھ سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے سود کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں اس لئے ان کو دوسری اقوام سے قرض لینا نہیں چاہئے اور اصلی اسلامی نظام کو زندہ رکھنا چاہئے جو ضرورت کے وقت اس کی مدد کر سکے۔ یہی ارادہ مسلمانوں کو نمائشی فضول خرچی اور بے معنی مقاصد کے لئے قرض لینے سے روکے گا اور اسی طرح ہندوستان کے مسلمانوں کی معاشی پستی کے ایک بڑے سبب کا انسداد ہو جائیگا قوم کی معاشی حالت درست کرنے اور اسلامی اخوت کی نگہداشت کے لئے پرانے مالی نظام اسلامی میں سب کچھ موجود ہے اور میرا مشورہ ہے کہ اس مسئلہ کا پوری احتیاط اور مکمل غور و خوض سے مطالعہ

Marfat.com

کریں۔ اگر ہم نے یورپ والوں کے طریقوں کو اختیار کیا تو یہ دونوں مقاصد ایک دوسرے سے متصادم ہو جائیں گے۔

نشہ اور چیزوں کے استعمال اور جوا کھیلنے کو اپنے تمام انفرادی اور اجتماعی اثر و نفوذ سے بند کر دیجئے۔ وراثت کے متعلق جو اسلامی قانون ہے اس پر شدت سے عمل کیجئے۔ جہالت اور بے علمی کے برخلاف ایک منتظم اور باقاعدہ جہاد شروع کر دیجئے، اور اپنے اسلامی فرائض کی تکمیل میں ہمہ تن مشغول ہو جائیے۔ باقاعدہ زکوٰۃ کی ادائیگی پر عمل کیجئے۔ بیت المال قائم کیجئے، اور شریعت کے ان تمام احکامات کی پوری طرح متابعت کیجئے تو خدا نے چاہا تو آپ بہت جلد موجودہ پریشانی اور پراگندگی سے نجات حاصل کر لیں گے اور مسلمان پریشان حال، ہجوم کی بجائے ایک ترقی یافتہ منظم اور مطمئن قوم میں بدل جائیں گے۔

میں اس سے پیشتر عرض کر چکا ہوں کہ اسلام پر تقدیر پرستی کا الزام قطعاً بے بنیاد ہے بلکہ بلاشبہ یہ الزام اسلام پر بے حد غیر منصفانہ ہے مگر مسلمانوں کے ایک خاص گروہ کے خلاف یہ الزام نامنصفانہ نہیں۔ وہ جاہل مسلمان جو اسلامی تعلیمات سے بے بہرہ ہیں اس طرح کی کورانہ اور احمقانہ تقدیر پرستی میں مبتلا ہیں۔ ان کی یہ تقدیر پرستی جہاد کے غلط مفہوم پر مبنی ہے، جسے کافروں کے خلاف جنگ کرنے ہی تک محدود کیا ہے۔ حالانکہ اسلام میں کافروں کے خلاف محض اس بنا پر جنگ کرنا کہ وہ کافر ہیں کوئی حکم نہیں بلکہ مسلمانوں کو بدی، باطل، کاہلی، غفلت، حقوق کی محافظت، گندگی اور جہالت کے خلاف ہر مقام اور زندگی کے ہر شعبے میں یہاں تک کہ اس کے گھر کے اندر بلکہ خود اپنے نفس کے خلاف جنگ

Marfat.com

کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک سچے مسلمان کی زندگی سرتاپا جہاد سے قائم ہے اور جب مردِ مومن کی زندگی جہاد سے عظمت اور نور حاصل کر لیتی ہے تو بے شک اس کو اس حد تک تقدیر پرستی کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے کہ اطمینان کے ساتھ وہ ہمیشہ اپنی بساط کے برابر اپنا فرض پورا کرتا رہے۔ وہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ اسے کیا پیش آ رہا ہے کیونکہ اسے خدا کے وعدے پر اعتماد ہے۔ ولاخوف علیھم ولا ھم یحزنون

اگر اسلام کو جدید دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ زندگی کے ہر شعبے میں جہاد کے جذبے کو زندہ رکھیں۔ ان پہ لازم ہے کہ وہ حق کی حمایت اور باطل کی مخالفت میں مسلسل لڑتے رہیں اور دنیا میں اس شرف اور فخر کو دوبارہ حاصل کریں جو کبھی ان کے بزرگوں کو میسر تھے۔ غیر قوموں میں اسلام اور اسلامی ادارات صرف اسی وقت قبولیت حاصل کر سکتے ہیں جبکہ خود ہمارا عمل ان کے نزدیک اسلامی اور پسندیدہ ہو۔ ہم اور قوموں کے ادارات اور شعائر کو ہرگز اختیار نہیں کر سکتے۔ گو یہ بات ممکن ہے کہ کافی غور و تفکر کے بعد ہم ان کی ادارات کو جو ہمیں مفید معلوم ہوں اپنے ادارات میں شامل کریں۔ مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے منظم ہونا چاہیئے۔ ورنہ وہ اپنی کامل حکومت الٰہیہ کی قوت سے جو اس دورِ جدید میں ان کے لئے سب سے زیادہ قیمتی تحفہ ہے۔ محروم ہو جائیں گے۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے ان کی تنظیم اور ان کے ادارات کو پوری قوت و کارگزاری سے قائم کرنے کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

Marfat.com

جس حد تک ہندوستانی مسلمانوں کی تنظیم کا تعلق ہے۔ ان کے دانشمند لوگوں کی ایک تنظیم ہونی چاہیئے جو ان معاملات کی تکمیل اور سربراہی کی ذمہ دار ہو جن کا تعلق ملت اسلامیہ ہندیہ سے ہی ہو۔ مثلاً مسلمانوں کی تعلیم اور اصلاح داحیا کی تمام مقامی کوششوں میں ربط پیدا کرنے کے لیئے ہر گروہ اور علاقے میں اسلامی طرز پر اپنا ایک الگ نظام قائم کرنا چاہیئے۔ اس موقع پر ہمیں پھر اسلامی مملکت کے نظام کی جانب راجع ہونا پڑے گا، لیکن اس نظام کے بالائی حصوں کی جانب نہیں جن کی تعمیر کی کوشش سعید حلیم پاشا نے کی بلکہ اس کے نچلے اور بطنی حصے کی جانب۔ اسلامی ریاست میں انتخاب کا حلقہ محدود ہوتا ہے تاکہ لوگ ان نمائندوں کو اچھی طرح جانتے ہوں جن کو انہوں نے اپنے حلقے سے منتخب کرنا ہوتا ہے اور یہ حلقۂ انتخاب ان لوگوں پر مشتمل ہوتا ہے جن کی رائے اور مفاد میں تضاد نہیں ہوتا۔ بلکہ موافقت ہوتی ہے تاکہ نمائندے بڑی حد تک ان کی نمائندگی کرنے کی اہلیت کا ثبوت دیں۔ اب شاید آپ کا خیال ہوگا کہ اس طریقہ انتخاب سے تو پارلیمنٹ کے لیئے بڑے ارکان کی ضرورت ہوگی۔ میری مراد یہاں پارلیمنٹ سے نہیں بلکہ میں ادنےٰ ترین نمائندہ ادارے کا ذکر کرتا ہوں۔ مثلاً گاؤں کی پنچایت یا جرگہ، کسی شہر میں کسی پیشہ یا تجارت کی مجلس، ادنیٰ ترین نمائندہ مجالس میں سے ہر ایک اپنے ارکان کا انتخاب کرتی ہے اور اس طرح یہ منتخب شدہ نمائندے شہر کی کونسل یا ضلع کونسل کے ممبر بن جاتے ہیں اس طرح ضلع کی کونسلیں صوبائی کونسل کے لیئے اپنا نمائندہ منتخب کرتی ہیں۔ اور صوبائی کونسلوں کے نمائندہ ارکان ایوانِ عام یا کونسل آف سٹیٹ کے لیئے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں۔

Marfat.com

گو یہ طرزِ انتخاب بے شک پارلیمانی طریقہ انتخاب سے مختلف ہے۔ لیکن اس کے فائدے واضح اور کثیر ہیں۔ اس طرح ہر حلقہ انتخاب پورے طور پر اس فرض کی ادائیگی کا اہل ہوتا ہے۔ اعلٰے ایوانات کے لئے جو لوگ منتخب کئے جاتے ہیں وہ ایسے ہوتے ہیں۔ تجربے کے علاوہ جن کی انتخاب کیلئے اہلیت مسلم ہو چکی ہوتی ہے۔ یہی قدیم نظام حکومت اختیاری ہے۔ مثلاً نظام شیوخ جو اسلام کی تصدیق و تقدیس سے بہرہ ور ہو چکا ہے۔ یہاں تک مجھے معلوم ہے یہ نظام پورے مشرق میں جہاں جہاں رائج رہا وہاں پوری آزادی کے ساتھ زیرِ عمل آیا ہے اور ہمیشہ نہایت کامیاب رہا ہے اس نظام کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس طرح سے حقیقی خوبیوں کے مالک ایسے لوگ جنہوں نے زندگی بھر عوام کی خدمت کی۔ ان ایوانوں کی رکنیت کے لئے منتخب ہوتے ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں بڑے زور سے سفارش کرتا ہوں کہ اپنی قومی تنظیمات یا ادارات میں اس طریقہ انتخاب پر عمل کریں۔

میں اس سے پیشتر ہندوستانی عورت کی حیثیت کے بارے میں اپنی رائے بغیر کسی کم و کاست کے بیان کر چکا ہوں۔ مسلمان عورت کی حیثیت ہمارے معاشرے میں بے حد اصلاح طلب ہے اور اس کی اصلاح کرنی ناگزیر ہے۔ حضور سرکارِ دو عالم کے ارشاد کے مطابق ان کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کریں اور ان کے لئے وہ مواقع فراہم کریں۔ جو ان کی فطری خوبیوں اور صلاحیتوں کی صحیح نشو و نما کے لئے ضروری ہیں۔ اپنے قوائے فطری کی مکمل نشو و نما کے لئے ان کو وہی حقوق حاصل ہیں جو مردوں کو ہیں، اور جو شخص بھی ان کو ان حقوق کے حاصل کرنے سے محروم رکھتا ہے

Marfat.com

وہ ظالم ہے۔

مسلمان ہرگز ہرگز غیر مسلموں کے آئین اور ادارات اختیار نہیں کر سکتا۔ مگر دوسری اقوام کے ادارات، رسوم و شعائر کا احترام، غیر مسلموں کے ساتھ اچھے ہمسایوں کی سی رواداری اور خیر سگالی سے زندگی گزارنا ان کے لئے لازمی ہے۔ مذہب اسلام میں عدم رواداری اور مذہبی تعصب کا وجود نہیں۔ قرآن کریم اور حضور سرکار دو عالم کے اسوۂ حسنہ، عدم رواداری اور مذہبی تعصب بلکہ دوسرے مذاہب کے خلاف ادنیٰ بدتمیزی کی ممانعت کرتے ہیں۔ تو ان لوگوں کو جو اسلام کے حلقہ بگوش ہونے پر فخر کرتے ہیں۔ مذہبی تعصب مذہب اسلام سے ناواقفیت کی بدولت ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی عدم رواداری بھی ان کے دین سے انتہائی بیگانگی کی وجہ سے ہے ہم چاہتے ہیں کہ تمام اہل ہند کے لئے مسلمانوں کا وجود زحمت کی بجائے رحمت ثابت ہو۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بھی تعلیم کی اشاعت بے حد لازمی ہے۔ مذہبی تعصب کی ندامت اور بربادی جیسے میں نے کچھ عرصہ پہلے اس شخص کے قتل سے محسوس کی تھی جس کا مجھے بے حد احترام منظور تھا۔ وہ احساس عام پہ اوروں کو بھی ہوگا۔ اسلام میں کسی شخص سے اختلاف رائے یا لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے کی بنا پہ نفرت کے لئے کوئی جواز نہیں۔ خدا نہ کرے کہ مجھے یہ کہنے کی ضرورت پیش آئے کہ اسلام کسی شخص کے قتل کو جائز نہیں رکھتا۔ اسلام تو انسانوں میں انصاف برتنے کی مکمل دعوت ہے۔ ایماندار اختلاف رائے کا احترام سکھاتا ہے۔ تمام نیک لوگوں کی خواہ وہ کوئی بھی ہو احترام کرنا سکھاتا ہے۔ اسلام کسی غیر مسلم کا دشمن نہیں بلکہ ان کا حامی و غمخوار ہے البتہ جہاں کہیں بھی

Marfat.com

حق اور باطل کے درمیان کشمکش پیدا ہو وہ حق کا ساتھ دینے کی تلقین کرتا ہے۔
میری آپ لوگوں کی خدمت میں پرزور التماس ہے کہ اسلامی رواداری کی خوبی پر عمل کریں اور اس کی اشاعت کیجئے مسلمان کو تو غیر مسلم کے جام شراب بھی الٹنے کی ممانعت ہے مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے خلاف ایسے الفاظ استعمال کرنے کی ممانعت ہے جن سے ان کے احساسات کو ٹھیس پہنچتی ہو۔ مسلمانوں کی رواداری دنیا کے لئے ان کی بزرگداشت کا عظیم تاریخی ورثہ ہے اور مجھے یقین ہے کہ مسلمانوں کی آئندہ رواداری ہی انسانیت کے جسم کے رستے ہوئے ناسور کے اندمال کا علاج ثابت ہوگی۔ اس رواداری کو دوبارہ عملی طور پر زندہ اور برقرار کیجئے۔ اس اعتبار سے بھی مسلمانوں میں ضبط و تنظیم کی اشد ضرورت ہے۔

آج کئی اپنے آپ کو اسلام کا حلقہ بگوش کہنے والے اس طرح کہتے ہیں جس طرح ان سے پہلے یہودی اور عیسائی اپنے آپ کو بہشت کا وارث سمجھتے تھے اور جنت کو اپنے لئے وقف تصور کرتے اور دوسری قوموں کے لئے اس کی پرچھائیں کو بھی حرام قرار دیتے۔

ان الذین آمنوا والذین ھادوا والنصارٰی والصابئین من آمن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون ٥

یہ بات تحقیق ہے کہ مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور بیدین جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور نیک کام کرے ان کا حق الخدمت بھی ہے۔ ان کے پروردگار کے پاس اور وہاں جا کر کسی طرح کا اندیشہ بھی نہیں ان کے لئے اور نہ ہی وہ مغموم ہوں گے۔

Marfat.com

وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھوداً او نصاریٰ تلک امانیھم قل ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین ۝ بل من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝

اور وہ کہتے ہیں کوئی بھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ سوائے ان کے جو یہودی یا عیسائی ہوں۔ یہ ان کی اپنی خواہشات تھیں ان کو کہو کہ اگر تم سچ کہتے ہو تو اپنے دعوے کے لئے دلیل لاؤ۔

نہیں! لیکن ہر وہ آدمی جو خداوندِ عالم کے سامنے ہتھیار ڈال دیگا جبکہ وہ انسانیت کے ساتھ نیکی کرے۔ یقیناً اس کا اجر خداوند عالم کے پاس موجود ہے اور ان کے لئے کوئی ڈر نہیں اور نہ ہی وہ مغموم ہوں گے

Marfat.com

# اسلامی تہذیب

محمد مارمیڈیوک پکتھال کے خطبات مدراس

ترجمہ

سید مرتضیٰ جعفری، ایم اے، (اردو۔ فارسی۔)
سینئر لکچرار۔ شعبۂ اردو۔ پشاور یونیورسٹی

پبلشرز: یونیورسٹی بک ایجنسی کابلی گیٹ پشاور شہر

Marfat.com